مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا

سلسلۂ دار المصنفین

(نمبر ۱۶)

اسوۂ صحابہؓ

حصۂ اوّل

جس میں صحابہؓ اور صحابیات رضی اللہ عنہم کے عقائد، عبادات، اخلاق، حسن معاشرت اور طرز معاشرت وغیرہ کی تفصیل کرکے یہ دکھایا گیا ہو کہ اُن کی زندگی عمل بالکتاب والسنہ کا کامل ترین نمونہ تھی

از

مولانا عبد السلام ندوی

باہتمام:- مولوی مسعود علی صاحب ندوی

در مطبع معارف اعظم گڑھ مطبوع گردید

طبع سوم ۱۳۷۰ھ ۱۹۵۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ طبع ثانی

اسوۂ صحابہ کا پہلا اڈیشن جب شائع ہوا تو وہ اگرچہ اس قدر مقبولِ عام ہوا کہ لوگون نے اس کی تنقید کی طرف بہت کم توجہ کی، تاہم بہ مقتضائے فطرت انسانی اس مین جابجا غلطیان تھین، اور وہ صرف کتابت ہی کی غلطیون تک محدود نہ تھین، بلکہ بعض مقامات پر غور و مجہ سے نقل و ترجمہ و ادائے معنی و مطالب مین متعدد غلطیان ہوگئی تھین، بعض لوگون نے ان کی طرف توجہ دلائی تو اسی وقت مین نے ارادہ کرلیا کہ جب اس کتاب کا دوسرا اڈیشن شائع ہوگا تو مین تمام و کمال دوبارہ اس کتاب پر نظر ثانی کرون گا، اور اس وقت ان تمام غلطیون کی اصلاح ہو جائے گی، چنانچہ امسال اس کتاب کے دوسرے اڈیشن کے طبع و اشاعت کی باری آئی، تو مین نے اس پر نظر ثانی کی، اور صرف عبارت و کتابت کی اصلاح تک اپنی کوشش کو محدود نہین رکھا، بلکہ ایک ایک روایت کی تطبیق کی اور اس کو اصل کتاب سے ملایا، اسیطرح تمام آیاتِ قرآنی کی تصحیح کی، اسی سلسلے مین اور بھی متعدد واقعات نظر سے گذرے جن کا اضافہ کیا، اور بعض چیزین حذف کر دین، اگرچہ اس کوشش کے بعد بھی تبری نفس کا دعویٰ نہین، تاہم صحت کی کوشش بہت کچھ کی ہے، اور عبارت مین بہت کچھ تغیر کیا ہے، بعض روایتون کی تطبیق و تصحیح مین ہمارے عزیز رفیق مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی نے مجھکو مدد دی ہے، اس لیے مین ان کا شکریہ ادا کرتا ہون،

عبد السلام ندوی

فہرست مضامین

اسوۂ صحابہؓ جلد اوّل

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیباچہ		مواعظ نبوی کا اثر	۲۷
مقدمہ	۱-۸	شمائل نبوی کا اثر	״
صحابی کی تعریف	۹	دعاۃ اسلام کا اثر	״
صحابہ کی تعداد	۱۴	معجزات کا اثر	״
صحابہ کی شناخت	۱۶	فتح مکہ کا اثر	״
صحابہ کی عدالت	۱۸	**قوت ایمان**	۳۰-۴۳
صحابہ کے طبقے	۲۱	طمع و ترغیب سے برگشتہ از اسلام نہ ہونا	۳۱
صحابہ کا زمانہ	۲۲	تحمل شدائد	۳۲
قبول اسلام	۲۴-۲۹	قطع علائق	۳۵
قرآن مجید کا اثر	۲۴	ہجرت	۳۹
اخلاق نبوی کا اثر	۲۶	**عقائد**	۴۴-۵۳

مضمون	صفحہ
توحید	۴۴
تنزہ عن الشرک	۴۵
بت شکنی	۴۶
ایمان بالرسالت	۴۸
ایمان بالغیب	۵۱
ایمان بالقدر	۵۲
عبادات	۸۹
پنجوقتہ نیا وضو کرنا	۵۴
ہمیشہ باوضو رہنا	"
پنجوقتہ مسواک کرنا	"
نماز پنجگانہ	۵۵
نماز جمعہ	۵۶
نوافل، اشراق اور صلوٰۃ کسوف	۵۷
تہجد و نماز شب	۵۸
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تہجد اور نوافل مین شرکت	۶۰
قیام رمضان	۶۱
پابندی اوقات نماز	۶۲

مضمون	صفحہ
پابندی جماعت	۶۳
نماز مین خشوع وخضوع	۶۵
زکوٰۃ مفروضہ	۵۷
صدقۂ فطر ادا کرنا	۶۸
صدقہ وخیرات	۶۹
مردون کی جانب سے صدقہ کرنا	۷۲
اعزہ واقارب پر صدقہ کرنا	۷۳
صدقہ دینے پر اصرار	۷۴
صدقہ دینے مین مسابقت	"
اخفائے صدقہ	۷۵
اپنے بہترین مال کا انفاق	"
صوم رمضان	۷۷
سفر مین روزہ رکھنا	۷۸
صوم عاشورا	"
صوم داودی	۷۹
صوم وصال	"
دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزے	"
ایام بیض کے روزے	۸۰

مضمون	صفحہ
صائم الدہر رہنا	۸۰
نفل کے روزے رکھنا	۸۱
مردون کی جانب سے روزہ رکھنا	"
بچون سے روزہ رکھوانا	"
اعتکاف	۸۲
حج	"
باپ ماں کی طرف سے حج ادا کرنا	۸۴
عمرہ	"
قربانی کرنا	۸۵
شوقِ جہاد	"
شوقِ شہادت	۸۶
خلوص فی الجہاد	۸۸
عمل بالقرآن	۹۰
اتباعِ سنت	۱۰۱
محرماتِ شرعیہ سے اجتناب	۱۰۵-۱۱۷
اکلِ حرام سے اجتناب	۱۰۵
زکوٰۃ وصدقہ سے اجتناب	۱۰۶
قتلِ مسلم سے اجتناب	۱۰۸

مضمون	صفحہ
سودخواری سے اجتناب	۱۰۹
شراب خواری سے اجتناب	۱۱۰
بدکاری سے اجتناب	۱۱۱
راگ باجے سے اجتناب	۱۱۳
مشتبہات سے اجتناب	۱۱۴
جامع الابواب	۱۱۸-۱۳۵
تلاوتِ قرآن	۱۱۸
حفظ قرآن	۱۲۱
تسبیح وتہلیل	۱۲۲
ذکر الہٰی	۱۲۳
خوف قیامت	"
خوفِ عذابِ قبر	۱۲۶
گریۂ وبکا	۱۲۷
الحب فی اللہ	۱۲۸
البغض فی اللہ	۱۲۹
مقامات مقدسہ کی زیارت	۱۳۰
فرائض مذہبی کے ادا کرنے مین جسمانی تکلیفین اٹھانا	۱۳۱

مضمون	صفحہ
شوق حصولِ ثواب	۱۳۲
پابندی نذر و قسم	۱۳۴
تبجیل الرسول	۱۳۶-۱۸۸
برکت اندوزی	۱۳۶
محافظتِ یادگار رسول	۱۳۸
ادبِ رسولؐ	۱۴۲
جان نثاری	۱۴۸
خدمتِ رسولؐ	۱۵۳
محبتِ رسولؐ	۱۵۶
اہل بیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ و اقارب کی عزت و محبت	۱۶۱
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کی عزت اور محبت	۱۶۵
شوق زیارتِ رسولؐ	۱۶۶
شوق دیدار رسولؐ	۱۶۷
شوق صحبت رسولؐ	۱۶۸
رسول اللہ کی صحبت کا اثر	۱۶۹
استقبالِ رسولؐ	۱۷۰
ضیافتِ رسولؐ	۱۷۱
نعتِ رسولؐ	۱۷۳
رضامندیِ رسولؐ	۱۷۴
ماتمِ رسولؐ	۱۷۸
تفویض الی الرسولؐ	۱۷۹
ہیبتِ رسولؐ	۱۸۰
اطاعتِ رسولؐ	۱۸۲
پابندی احکام رسولؐ	۱۸۳
ادب حرم نبویؐ	۱۸۷
فضائل اخلاق	۱۸۹-۲۳۵
مسکین نوازی	۱۸۹
استعفاف	۱۹۰
ایثار	۱۹۳
فیاضی	۱۹۴
کفِ لسان	۱۹۹
عیب پوشی	۲۰۱

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
انتقام نہ لینا	۲۰۲	رازداری	۲۳۱
علم	۲۰۳	جانورون پر شفقت	۲۳۳
مہمان نوازی	۲۰۴	غیرت	۲۳۴
تحفظِ عزت	۲۰۶	**حسن معاشرت**	۲۳۶-۲۶۷
صبر و ثبات	″	صلہ رحم	۲۳۶
جرأت و شجاعت	۲۰۸	مان باپ کے ساتھ سلوک	۲۳۸
اعترافِ گناہ	۲۱۱	بھائی سے محبت	۲۴۰
صداقت	۲۱۲	محبت اولاد	۲۴۱
دیانت	۲۱۵	بچون کی پرورش	۲۴۳
خاکساری	۲۱۸	پرورشِ یتامیٰ	۲۴۶
عفو و درگذر	″	شوہر کی محبت	۲۴۸
عصبیت اور حمیتِ قومی	۲۲۰	شوہر کی خدمت	۲۴۹
شکر الٰہی	۲۲۱	شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت	۲۵۰
استغنا	۲۲۲	شوہر کی خوشنودی	۲۵۲
شرم و حیا	۲۲۳	بی بی کی محبت	″
طہارت و نظافت	۲۲۵	ہمسایون کے ساتھ سلوک	۲۵۴
زندہ دلی	۲۲۶	غلامون کے ساتھ سلوک	۲۵۵
پابندیٔ عہد	۲۳۰	باہمی محبت	۲۵۸

مضمون	صفحہ
باہمی اعانت	۲۶۰
ایک کے رنج ومسرت مین دوسرے کی شرکت	۲۶۲
حسن رفاقت	۲۶۳
بزرگون کا ادب	"
دوستون کی ملاقات	۲۶۴
ہدیہ دینا	۲۶۵
عیادت	"
تیمارداری	۲۶۶
عزاداری	۲۶۷
سلام کرنا	"
مصافحہ کرنا	۲۶۹
معاوضۂ احسان	"
سپاس گذاری	۲۷۰
حسن ظن	"
مصالحت وصفائی	۲۷۱
معاصرین کی فضیلت کا اعتراف	۲۷۲
مساوات	۲۷۳
فرق مراتب کا لحاظ	۲۷۵

مضمون	صفحہ
حسن معاملت	۲۷۷-۲۸۵
اداے قرض کا خیال	۲۷۷
قرض دارون کو مہلت دینا	۲۷۹
وضع دین	۲۸۰
دوسرے کی جانب سے قرض ادا کرنا	۲۸۱
وصیت کا پورا کرنا	۲۸۲
عورتون کا مہر ادا کرنا	"
بیبیون کے درمیان عدل کرنا	۲۸۳
بیع وشرا مین مسامحت	"
تقسیم وراثت مین دیانت	۲۸۴
ظلم وغضب سے اجتناب	"
قسم کھانے سے اجتناب	۲۸۵
طرز معاشرت	۲۸۶-
غربت وافلاس	۲۸۶
لباس	۲۸۸
غذا	۲۹۱
مکان	۲۹۳

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
آثاث البیت	۲۹۳	اپنا کام خود کرنا	۲۹۹
سامانِ آرایش	۲۹۴	ذرائعِ معاش	۳۰۲
زہد و تقشف	"	خاتمہ	۳۰۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمد والہٖ واصحابہ اجمعین

انسان کے فرائض میں سب سے مقدم اور سب سے اہم فرض یہ ہے کہ اخلاق انسانی کی اصلاح اور نفوس بشری کی تہذیب و تکمیل کی جائے، علوم و فنون تہذیب و تمدن صنعت و حرفت غرض وہ تمام چیزیں جو ہمیشہ سے دنیا کا سرمایہ ناز رہی ہیں، آسمان کی ہزاروں گردشوں اور زمانہ کے ہزاروں انقلابات کے بعد عالم وجود میں آئیں، لیکن تہذیب نفوس انسانی کا فرض اس قدر ضروری تھا کہ دنیا کا پہلا انسان (آدم) دنیا میں آیا تو اس کی ذمہ داریوں سے گرانبار ہو کر آیا، حضرت آدمؑ کے بعد اس سلسلے کو زیادہ ترقی ہوئی اور بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوئے لیکن ان سب کے فضائل و مناقب کا مجموعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک تھی جہاں پہنچ کر یہ سلسلہ ابدالآباد تک کے لیے مکمل ہو گیا اور وحی الٰہی نے یہ مژدہ سنایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا،

اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس برگزیدۂ اصفیا، اور عصارۂ انبیا یعنے سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقدس فرض کو کس وسعت اور کس جامعیت

کے ساتھ ادا کیا؟ اور نفوسِ بشریہ کو تہذیبِ اخلاق کے کس درجۂ کمال تک پہنچایا؟ تو اس کا جواب ہم کو اسلام کے ان مقدس بزرگون کے فضائلِ اخلاق کی خاموش زبان سے دینا ہوگا، جو آپ کے اخلاق و اعمال کے مظہرِ اتم، آپ کی تعلیم و تربیت کی مثال ہین، آپ کی ہدایت و ارشاد کے مخاطبِ اول، اور آپ کے فیضِ صحبت سے شب و روز بہرہ اندوز تھے،

اس مقدس جماعت کی نشو و نما بھی دنیا کے حیرت انگیز واقعات کی ایک عجیب و غریب مثال ہی، اول اول جب رسول اللہ صلعم نے اہلِ عرب کو عقائد و اعمال کے اصلاح کی دعوت دی تو ریگستانِ عرب کے ایک ذرہ نے بھی اس کا جواب نہ دیا، لیکن صداقت کے اثر اور تربیت پذیری کے جوہر نے چند ہی دنون مین آپ کے آگے پیچھے، دائین بائین غرض ہر طرف ان بزرگون کی قطارین کھڑی کر دین جن کے وجود سے دعوتِ نوح، بعثتِ موسیٰ اور نبوتِ عیسیٰ کی تاریخ اکثر خالی ہی، ابتدا اُن بزرگون کا نام انگلیون پر گنا جا سکتا تھا، ہجرت کے زمانہ تک ان مین معتدبہ اضافہ ہوا، اور غزوۂ بدر کی صف مین تین سو تیرہ سرفروش تیغ بکف نظر آئے، فتح مکہ مین یہ تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی، اور حجۃ الوداع مین تیرہ ہزار صحابہ آپ کے جلو مین روانہ ہوئے لیکن جب آپ نے انتقال فرمایا تو یہ تعداد لاکھون سے متجاوز تھی:

دریاے حق کے جزر و مد کا یہ کتنا عجیب و غریب منظر ہے حضرت نوح علیہ السلام مدتون توحید کا غلغلہ بلند کرتے رہے، لیکن ان کے ساے کے سوا کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انصار و اعوان کی جستجو مین من انصاری الی اللہ کا نعرہ لگایا لیکن چند حوارئین کے سوا کسی نے ان کی حمایت نہ کی، لیکن رسول اللہ صلعم نے دنیا کو چھوڑا تو اس آفتابِ عالمتاب کے نور سے ریگستانِ عرب کا ذرہ ذرہ روشن تھا، لیکن دوسرے پیغمبرون پر آپ کو صرف یہی

فضیلت حاصل نہین ہو کہ آپ کے اصحاب کی تعداد اکثر پیغمبرون کے اصحاب سے زیادہ ہی، بلکہ آپ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہی کہ آپ کے نور ہدایت نے جن ذرون کو روشن کردیا تھا، وہ ابتک اسی آب وتاب کے ساتھ چمک رہے ہین اور گم گشتگان راہ انھین ستارون کی روشنی مین اصحابی کالنجوم، اپنی منزل مقصود کا پتہ لگا رہے ہین، اگر ہم شناوران طوفان نوح کے حالات کا پتہ لگانا چاہین تو ناکامی کے سوا ہم کو کیا ملے گا؟ اگر ہم معتکفان وادی تیہ کے اخلاق وعادات سے واقف ہونا چاہین تو خاک بیزی کے سوا کیا حاصل ہوگا؟ اگر ہم حوارئین عیسی کے سوانح تلاش کرین تو چند غیر مرئی نقوش کے سوا ہم کو تاریخ کے صفحون مین کیا نظر آئیگا، لیکن اصحاب محمد کے ایک ایک خط وخال کو ہم تاریخ کے مرقع مین دیکھ سکتے ہین اور اس مرقع کو مذہبی، علمی، سیاسی، اخلاقی غرض ہر حیثیت سے دنیا کے سامنے فخر کے ساتھ پیش کرسکتے ہین،

تاریخ کے اسی خاص سلسلے کا نام سیر الصحابہ ہے اور علمائے اسلام کو اس سلسلہ کی تدوین وترتیب کا خیال اس بنا پر پیدا ہوا کہ روایات مین سب سے پہلے صحابہ کرام ہی کا نام آتا ہی؛ یہی وجہ ہے کہ اول اول محدثین نے اس کی طرف توجہ کی اور صحابۂ کرام کے حالات مین سب سے پہلی کتاب امام بخاری المتوفی ۲۵۶ھ نے تصنیف کی جس کا نام اسماء الصحابہ تھا، اور جسکا کچھ حصہ علامہ ابوالقاسم بغوی کبیر نے اپنی کتاب معجم الصحابہ مین نقل کیا ہی[1] اس کے بعد اس فن کو بہت زیادہ ترقی ہوئی اور بکثرت علما مثلاً ابوبکر بن ابوداؤد، عبدان، مطین، ابوعلی بن السکن، ابوحفص بن شاہین، ابومنصور ماوردی، ابوحاتم بن حبان اور طبرانی وغیرہ نے اس موضوع پر کتابین تصنیف کین لیکن ان مین سب سے زیادہ ابوعبداللہ مندہ، ابونعیم اور قاضی ابوعمر بن

۱؎ مقدمہ اصابہ وکشف الظنون ۱۲

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
صائم الدہر رہنا	۸۰	سود خواری سے اجتناب	۱۰۹
نفل کے روزے رکھنا	۸۱	شراب خواری سے اجتناب	۱۱۰
مردون کی جانب سے روزہ رکھنا	؍	بدکاری سے اجتناب	۱۱۱
بچون سے روزہ رکھوانا	؍	راگ باجے سے اجتناب	۱۱۳
اعتکاف	۸۲	مشتبہات سے اجتناب	۱۱۴
حج	"	**جامع الابواب**	۱۱۸-۱۳۵
باپ ماں کی طرف سے حج ادا کرنا	۸۴	تلاوتِ قرآن	۱۱۸
عمرہ	؍	حفظ قرآن	۱۲۱
قربانی کرنا	۸۵	تسبیح وتہلیل	۱۲۲
شوقِ جہاد	؍	ذکر الٰہی	۱۲۳
شوقِ شہادت	۸۶	خوف قیامت	"
خلوص فی الجہاد	۸۸	خوفِ عذابِ قبر	۱۲۶
عمل بالقرآن	۹۰	گریۂ وبکا	۱۲۷
اتباعِ سنت	۱۰۱	الحب فی اللہ	۱۲۸
محرماتِ شرعیہ سے اجتناب	۱۰۵-۱۱۷	البغض فی اللہ	۱۲۹
اکلِ حرام سے اجتناب	۱۰۵	مقامات مقدسہ کی زیارت	۱۳۰
زکوٰۃ وصدقہ سے اجتناب	۱۰۶	فرائض مذہبی کے ادا کرنے مین	۱۳۱
قتلِ مسلم سے اجتناب	۱۰۸	جسمانی تکلیفین اٹھانا	

مضمون	صفحہ
شوق حصولِ ثواب	۱۳۲
پابندی نذر وقسم	۱۳۴
تبجیل الرسول	۱۳۶-۱۸۸
برکت اندوزی	۱۳۶
محافظتِ یادگار رسول	۱۳۸
ادب رسولؐ	۱۴۲
جان نثاری	۱۴۸
خدمتِ رسولؐ	۱۵۳
محبت رسولؐ	۱۵۶
اہل بیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ واقارب کی عزت ومحبت	۱۶۱
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کی عزت اور محبت	۱۶۵
شوق زیارتِ رسولؐ	۱۶۶
شوق دیدار رسولؐ	۱۶۷
شوق صحبت رسولؐ	۱۶۸
رسول اللہ کی صحبت کا اثر	۱۶۹
استقبالِ رسولؐ	۱۷۰
ضیافتِ رسولؐ	۱۷۱
نعتِ رسولؐ	۱۷۳
رضامندیِ رسولؐ	۱۷۴
ماتم رسولؐ	۱۷۸
تفویض الی الرسولؐ	۱۷۹
ہیبتِ رسولؐ	۱۸۰
اطاعتِ رسولؐ	۱۸۲
پابندی احکام رسولؐ	۱۸۳
ادب حرم نبویؐ	۱۸۶
فضائل اخلاق	۱۸۹-۲۳۵
مسکین نوازی	۱۸۹
استعفاف	۱۹۰
ایثار	۱۹۳
فیاضی	۱۹۴
کف لسان	۱۹۹
عیب پوشی	۲۰۱

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
انتقام نہ لینا	۲۰۲	رازداری	۲۳۱
علم	۲۰۳	جانورون پر شفقت	۲۳۳
مہمان نوازی	۲۰۴	غیرت	۲۳۴
تحفظِ عزت	۲۰۶	**حسن معاشرت**	۲۳۶-۲۶۷
صبر وثبات	"	صلہ رحم	۲۳۶
جرأت وشجاعت	۲۰۸	مان باپ کے ساتھ سلوک	۲۳۸
اعترافِ گناہ	۲۱۱	بھائی سے محبت	۲۴۰
صداقت	۲۱۲	محبت اولاد	۲۴۱
دیانت	۲۱۵	بچون کی پرورش	۲۴۳
خاکساری	۲۱۸	پرورشِ یتامیٰ	۲۴۶
عفو ودرگذر	"	شوہر کی محبت	۲۴۸
عصبیت اور حمیتِ قومی	۲۲۰	شوہر کی خدمت	۲۴۹
شکر الٰہی	۲۲۱	شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت	۲۵۰
استغنا	۲۲۲	شوہر کی خوشنودی	۲۵۲
شرم وحیا	۲۲۳	بی بی کی محبت	"
طہارت ونظافت	۲۲۵	ہمسایون کے ساتھ سلوک	۲۵۴
زندہ دلی	۲۲۷	غلامون کے ساتھ سلوک	۲۵۵
پابندیِ عہد	۲۳۰	باہمی محبت	۲۵۸

مضمون	صفحہ
باہمی اعانت	۲۶۰
ایک کے رنج ومسرت مین دوسرے کی شرکت	۲۶۲
حسن رفاقت	۲۶۳
بزرگون کا ادب	"
دوستون کی ملاقات	۲۶۴
ہدیہ دینا	۲۶۵
عیادت	"
تیمارداری	۲۶۶
عزاداری	۲۶۷
سلام کرنا	"
مصافحہ کرنا	۲۶۹
معاوضۂ احسان	"
سپاس گذاری	۲۷۰
حسن ظن	"
مصالحت وصفائی	۲۷۱
معاصرین کی فضیلت کا اعتراف	۲۷۲
مساوات	۲۷۳
فرق مراتب کا لحاظ	۲۷۵

مضمون	صفحہ
حسن معاملت	۲۷۷-۲۸۵
اداے قرض کا خیال	۲۷۷
قرض دارون کو مہلت دینا،	۲۷۹
وضع دین	۲۸۰
دوسرے کی جانب سے قرض اداکرنا	۲۸۱
وصیت کا پوراکر،	۲۸۲
عورتون کا مہرادا کرنا	"
بیبیون کے درمیان عدل کرنا،	۲۸۳
بیع وشرا مین مسامحت	"
تقسیم وراثت مین دیانت	۲۸۴
ظلم وغضب سے اجتناب	"
قسم کھانے سے اجتناب	۲۸۵
طرز معاشرت	۲۸۶-
غربت وافلاس	۲۸۶
لباس	۲۸۸
غذا	۲۹۱
مکان	۲۹۳

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
اثاث البیت	۲۹۳	اپنا کام خود کرنا	۲۹۹
سامانِ آرایش	۲۹۴	ذرائعِ معاش	۳۰۲
زہد و تقشف	"	خاتمہ	۳۰۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

انسان کے فرائض مین سب سے مقدم اور سب سے اہم فرض یہ ہے کہ اخلاق انسانی کی اصلاح اور نفوس بشری کی تہذیب و تکمیل کی جائے، علوم و فنون، تہذیب و تمدن صنعت و حرفت، غرض وہ تمام چیزین جو ہمیشہ سے دنیا کا سرمایۂ ناز رہی ہین، آسمان کی ہزارون گردشون اور زمانہ کے ہزارون انقلابات کے بعد عالم وجود مین آئین، لیکن تہذیب نفوس انسانی کا فرض اس قدر ضروری تھا کہ دنیا کا پہلا انسان (آدم) دنیا مین آیا تو اُس کی ذمہ داریون سے گرانبار ہو کر آیا، حضرت آدمؑ کے بعد اس سلسلے کو زیادہ ترقی ہوئی اور بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوئے لیکن ان سب کے فضائل و مناقب کا مجموعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک تھی جہان پہنچ کر یہ سلسلہ ابدالآباد تک کے لیے مکمل ہو گیا اور وحی الٰہی نے یہ مژدہ سنایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا،

اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس برگزیدۂ اصفیا، اور عصارۂ انبیاء یعنے سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقدس فرض کو کس وسعت اور کس جامعیت

کے ساتھ ادا کیا؟ اور نفوسِ بشریہ کو تہذیب اخلاق کے کس ذروۂ کمال تک پہنچایا؟ تو اس کا جواب ہم کو اسلام کے ان مقدس بزرگون کے فضائل اخلاق کی خاموش زبان سے دینا ہوگا، جو آپ کے اخلاق و اعمال کے مظہرِ اتم، آپ کی تعلیم و تربیت کی مثال ہین، آپ کی ہدایت و ارشاد کے مخاطبِ اول، اور آپ کے فیضِ صحبت سے شب و روز بہرہ اندوز تھے،

اس مقدس جماعت کی نشو و نما بھی دنیا کے حیرت انگیز واقعات کی ایک عجیب و غریب مثال ہی، اول اول جب رسول اللہ صلعم نے اہل عرب کو عقائد و اعمال کے صلاح کی دعوت دی تو ریگستان عرب کے ایک ذرّہ نے بھی اس کا جواب نہ دیا، لیکن صداقت کے اثر اور تربیت پذیری کے جوہر نے چند ہی دنون مین آپ کے آگے پیچھے، دائین بائین غرض ہر طرف ان بزرگون کی قطارین کھڑی کر دین جن کے وجود سے دعوت نوح، بعثت موسیٰ اور نبوت عیسیٰ کی تاریخ اکثر خالی ہی، ابتدا اُن بزرگون کا نام انگلیون پر گنا جا سکتا تھا، ہجرت کے زمانہ تک ان مین معتدبہ اضافہ ہوا، اور غزوۂ بدر کی صف مین تین سو تیرہ سرفروش تیغ بکف نظر آئے، فتح مکہ مین یہ تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی، اور حجۃ الوداع مین تیرہ ہزار صحابہ آپ کے جلو مین روانہ ہوئے لیکن جب آپ نے انتقال فرمایا تو یہ تعداد لاکھون سے متجاوز تھی؛

دریائے حق کے جزر و مد کا یہ کتنا عجیب و غریب منظر ہے، حضرت نوح علیہ السلام مدتون توحید کا غلغلہ بلند کرتے رہے، لیکن ان کے سایہ کے سوا کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انصار و اعوان کی جستجو مین من انصاری الی اللہ کا نعرہ لگایا لیکن چند حوارئین کے سوا کسی نے ان کی حمایت نہ کی، لیکن رسول اللہ صلعم نے دنیا کو چھوڑا تو اس آفتاب عالمتاب کے نور سے ریگستان عرب کا ذرہ ذرہ روشن تھا، لیکن دوسرے پیغمبرون پر آپ کو صرف یہی

فضیلت حاصل نہین ہو کہ آپ کے اصحاب کی تعداد اکثر پیغمبرون کے اصحاب سے زیادہ ہو، بلکہ آپ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہو کہ آپ کے نور ہدایت نے جن ذرون کو روشن کر دیا تھا، وہ ابتک اسی آب و تاب کے ساتھ چمک رہے ہین اور گم گشتگان راہ انھین ستارون کی روشنی مین اصحابی کالنجوم، اپنی منزل مقصود کا پتہ لگا رہے ہین، اگر ہم شناوران طوفان نوح کے حالات کا پتہ لگانا چاہین تو ناکامی کے سوا ہم کو کیا ملے گا؟ اگر ہم معتکفان وادی تیہ کے اخلاق و عادات سے واقف ہونا چاہین تو خاک بیزی کے سوا کیا حاصل ہوگا؟ اگر ہم حواریین عیسی کے سوانح تلاش کرین تو چند غیر مرئی نقوش کے سوا ہم کو تاریخ کے صفحون مین کیا نظر آئیگا، لیکن اصحاب محمد کے ایک ایک خط و خال کو ہم تاریخ کے مرقع مین دیکھ سکتے ہین اور اس مرقع کو مذہبی، علمی، سیاسی، اخلاقی غرض ہر حیثیت سے دنیا کے سامنے فخر کے ساتھ پیش کر سکتے ہین،

تاریخ کے اسی خاص سلسلے کا نام سیر الصحابہ ہے اور علمائے اسلام کو اس سلسلہ کی تدوین و ترتیب کا خیال اس بنا پر پیدا ہوا کہ روایات مین سب سے پہلے صحابۂ کرام ہی کا نام آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اول اول محدثین نے اس کی طرف توجہ کی اور صحابۂ کرام کے حالات مین سب سے پہلی کتاب امام بخاری المتوفی سنہ ۲۵۶ھ نے تصنیف کی جس کا نام اسماء الصحابہ تھا، اور جسکا کچھ حصہ علامہ ابو القاسم بغوی کبیر نے اپنی کتاب معجم الصحابہ مین نقل کیا ہے[1] اس کے بعد اس فن کو بہت زیادہ ترقی ہوئی اور بکثرت علماء مثلاً ابو بکر بن ابو داؤد، عبدان، مطین، ابو علی بن السکن، ابو حفص بن شاہین، ابو منصور ماوردی، ابو حاتم بن حبان اور طبرانی وغیرہ نے اس موضوع پر کتابین تصنیف کین لیکن ان مین سب سے زیادہ ابو عبد اللہ مندہ، ابو نعیم اور قاضی ابو عمر بن

---

[1] مقدمہ اصابہ و کشف الظنون ۱۲

عبد البر کی کتابین مقبول ہوئین اور انھین کو تمام متاخرین نے اپنی کتابون کا ماخذ قرار دیا۔

یہ کتابین اگرچہ قدما کی کتابون سے زیادہ جامع تھین تاہم ان مین بھی بہت سے صحابہ کے حالات رہ گئے تھے، اس لیے متعدد علما نے ان پر ذیل لکھے، چنانچہ ابو موسیٰ المدینی نے عبد اللہ بن مندہ کی کتاب پر اور ابو بکر بن فتحون اور ابو علی غسانی نے قاضی عبد البر کی تصنیف پر ذیل لکھا، اور اس مین بہت سے صحابہ کے حالات کا اضافہ کیا، لیکن یہ تمام کتابین ناپید ہین، صرف قاضی عبد البر کی کتاب استیعاب دو جلدون مین موجود ہے، جسمین ساڑھے تین ہزار صحابہ کے حالات مذکور ہین اور ابن فتحون نے جو ذیل لکھا تھا، اس مین قریب قریب اسی قدر نامون کا اور اضافہ کیا تھا،[۱]

ان سب کے بعد علامہ ابن اثیر جزری المتوفی سنہ ۶۳۰ھ نے صحابہ کے حالات مین ایک نہایت مبسوط کتاب لکھی جس کا نام اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ہے، اس کتاب مین سات ہزار پانچسو چون صحابہ کے حالات ہین اور اس کا ماخذ ابن مندہ، قاضی عبد البر، ابو نعیم اور ابو موسیٰ کی کتابین ہین جن مین صحابہ کے جس قدر حالات مذکور تھے، علامہ موصوف نے ان سب کو اپنی کتاب مین یکجا جمع کر دیا، اور ذیل ابو علی غسانی وغیرہ کی مدد سے بہت سے نامون کا اضافہ کیا، اس کے ساتھ اور بھی بہت سی کتابون سے مدد لی اور سب کی مختلف خصوصیات کو ایک جگہ جمع کر دیا، لیکن اس کتاب مین بھی بہت سے ایسے لوگون کے نام آگئے تھے جو صحابی نہ تھے، اس لیے علامہ ذہبی نے تجرید الصحابہ کے نام سے ایک کتاب لکھی جسمین ان غلطیون کی اصلاح کی اور آٹھ ہزار صحابہ کے نامون کا اور اضافہ کیا،[۲]

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲ھ نے پانچ جلدون مین ایک نہایت

---

[۱] مقدمۂ اصابہ و اسد الغابہ ۱۲ [۲] مقدمہ تجرید اسماء الصحابہ، مقدمہ اسد الغابہ و مقدمۂ اصابہ

مفصل کتاب لکھی جس کا نام اصابہ فی تمییز الصحابہ رکھا اور اس مین ان تمام صحابہ کے علاوہ جو استیعاب، ذیل استیعاب اور اسد الغابہ مین مذکور ہین اور بہت سے صحابہ کے حالات کا اضافہ کیا اور حافظ جلال الدین سیوطی نے عین الاصابہ کے نام سے اس کا ایک خلاصہ لکھا جو ناتمام رہا،[1] لیکن باایہمہ ضبط و استقصا، یہ کل سرمایہ اس دریا کا صرف ایک قطرہ ہے جو مدتون ریگستان عرب مین موجین مارتا رہا، ابو زرعہ کا قول ہو کہ جن لوگون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا یا آپ سے سنا ان کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی،[2]

بہرحال صحابہ کے حالات مین سردست جو کتابین ہمارے پاس موجود ہین وہ صرف یہی استیعاب، اسد الغابہ، اصابہ اور تجرید اسماء الصحابہ ہین، لیکن ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابون سے صحابہ کے حالات معلوم ہو سکتے ہین، مثلاً حافظ جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ مین اُن تمام صحابہ کا ذکر کیا ہے جنھون نے مصر مین قیام کیا ہے، طبقات الحفاظ اور طبری (؟) مین بھی اکابر صحابہ کے حالات مذکور ہین، اور طبقات ابن سعد کی متعدد جلدون مین بھی صحابہ کے مفصل حالات ملتے ہین،

لیکن ابتک بار بار مشک کے رگڑنے کی ضرورت باقی ہے۔ یہ سچ ہے کہ ان کتابون کے ذریعہ سے صحابہ کرام کے واقعات و حالات معلوم ہو سکتے ہین، لیکن اس زمانہ کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ صحابہ کرام کی مقدس زندگی کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے جس سے لوگون مین شوق عمل پیدا ہو اور اس مثال کو پیش نظر رکھ کر لوگ خود بخود اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کی طرف مائل ہون، یہی وجہ ہے کہ اس دور تجدید و اصلاح مین ہندوستان کے حکیم اعظم مولانا شبلی مرحوم کو جب مسلمانون کی ترقی و اصلاح کا خیال پیدا ہوا تو انھون نے

---

[1] کشف الظنون ذکر اصابہ و عین الاصابہ [2] مقدمہ تجرید اسماء الصحابہ

اسی تریاقِ اکبر کو اس درد کا علاج قرار دیا، اور ہمیشہ اس فکر میں رہے کہ صحابۂ کرام کے فضائل و مناقب اس ترتیب و جامعیت کے ساتھ لکھے جائیں کہ دنیا کے سامنے معاشرت و اخلاق اور عبادات و معاملات کا بہترین عملی مجموعہ آجائے، چنانچہ ایک بار مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے اس مقدس کام کے لیے آمادگی ظاہر کی تو یہ دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی اور ان کو ایک خط میں لکھا:

"واللہ میرے دل کی بات چھین لی صحابہ کے حالات سے بڑھ کر کوئی چیز ہمارے لیے نمونہ نہیں بن سکتی، لیکن ہر پہلو کو لیجیے، اور ان پہلوؤں کو صاف دکھایئے جن سے آج کل کے مودی قصداً چشم پوشی کرتے ہیں،

مفصلۂ ذیل کتابیں اس کے لیے ضروری ہیں، استیعاب قاضی عبدالبر اسد الغابہ اصابہ ابن کثیر شامی۔[۱]"

سیرۃ نبوی کی تدوین و تالیف میں مصروف ہوئے تو یہ ضرورت اور بھی شدت کے ساتھ محسوس ہوئی، اور عملاً اس کام کی تکمیل کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ مولوی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ ریاست بھوپال کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:-

سیرت کی رقم بھی مستقل ہو جاتی تو بہت اچھا ہوتا، اس مد کی تصنیف کا مستقل سلسلہ قائم رہتا، کانوں میں بھنک تو ڈال دیجیے، وسیع سلسلہ ہے مثلاً سیر الصحابہ سیر ازواج پیغمبر علیہ السلام وغیرہ[۲]

لیکن ابھی خود سیرت بھی مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ ع

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

تاہم کاروانِ رفتہ کا نقش قدم باقی تھا یعنی مولانائے مرحوم کے فرزندانِ روحانی باقی تھے۔

---

[۱] مکاتیب شبلی جلد اول صفحہ ۲۲۴ [۲] مکاتیب شبلی جلد ۱ صفحہ ۲۶۰

اور ان کے غیر مختتم اعمال صالحہ کی تکمیل کے لیے اپنی زندگیون کو وقف کر چکے تھے، اس لیے انھون نے سیرت نبوی کی تکمیل کے ساتھ سیر الصحابہ کی تدوین وتالیف کا کام بھی شروع کر دیا اور الحمد للہ کہ توفیق ایزدی نے ان کو اس ارادہ مین کامیاب کیا، اور مولانائے مرحوم نے اس کتاب کا جو ذہنی خاکہ قایم کیا تھا اسی کے مطابق کتاب کی تدوین وتالیف کا سلسلہ جاری ہوا اور تین شخصون نے اس مقدس کام مین شب وروز مصروف و سرگرم رہ کر

(۱) ایک شخص نے متعدد جلدون مین مہاجرین کے حالات لکھے جسمین عشرہ مبشرہ کے لیے ایک حصہ مخصوص کر لیا گیا، اور بقیہ حصے عام مہاجرین کے حالات مین لکھے گئے۔

(۲) ایک شخص نے انصار کے حالات زندگی متعدد جلدون مین لکھے، جسمین خلفائے اربعہ کے تذکرے بھی شامل ہین،

(۳) اسی سلسلہ مین صحابیات کے حالات بھی ایک مستقل جلد مین لکھے، جس مین مہاجرات اور انصاریات دونون کے حالات ہین،

(۴) سادہ حالات زندگی کے علاوہ ایک جلد مین صحابۂ کرام کے عقائد، عبادات معاملات، معاشرت، اخلاق وسیاست اور کارنامہائے زندگی کی تفصیل کی گئی اور یہ اس کا پہلا حصہ ہے جو اس وقت قوم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے،

انبیاء، صوفیہ اور پیشوایان مذہب کے متعلق جو مبالغہ آمیز اور موضوع روایتین پیدا ہو جاتی ہین وہ قدرتی طور پر صحابۂ کرام کے متعلق بھی پیدا ہوئین اور اس شدت کیساتھ اسلامی لٹریچر مین سرایت کر گئین کہ عام طور پر فضائل ومناقب کے لفظ سے اسی قسم کی روایتون کی طرف ذہن کا تبادر ہوتا ہے لیکن اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس قسم

کی دور از کار روایات کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہی، اور تمام واقعات اسماء الرجال اور تاریخ کی مستند کتابوں سے بہم پہنچائے گئے ہیں اور جہاں تک ہو سکا ہی تاریخ و رجال کی کتابوں کے علاوہ صحاح ستہ بالخصوص صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے مدد لی گئی ہی،

کتاب کی مقبولیت وعدم مقبولیت کا تمامتر دارومدار خدا کے فضل و کرم، قوم کے مذہبی احساس اور ذوقِ صحیح پر ہی لیکن کتاب کی ترتیب مین جو کد و کاوش کی گئی ہی، صحت کا جو التزام کیا گیا ہے، فضائلِ اخلاق کے جو عنوانات قائم کیے گئے ہین، صحابۂ کرام کی زندگی کے ایک ایک خط و خال کو جس طرح نمایان کیا گیا ہی اس کے لحاظ سے یہ دعوی بیجا نہ ہوگا کہ اس موضوع پر آجتک ایسی جامع کتاب، اردو فارسی کیا عربی مین بھی نہین لکھی گئی لیکن اس کتاب کی تدوین و تالیف کا یہ مقصد نہین ہی کہ قوم سے صرف حسنِ قبول کا تمغہ حاصل کیا جائے، بلکہ اصلی مقصد یہ ہی کہ خداوند تعالی اس کتاب کی برکت سے قوم مین وہی اخلاقی، مذہبی اور علمی روح پیدا کر دے جو صحابۂ کرام کے قالب مین موجود تھی، اس بنا پر اگر قوم نے اس حیثیت سے اس کتاب کا خیر مقدم کیا تو وہی ان ناچیز کوششون کا صلہ ہوگا، جو اس کتاب کی تدوین و ترتیب مین کی گئی ہین، السعی منی والاتمام من اللہ

عبد السلام ندوی

دار المصنفین اعظم گڑھ

مقدمہ

صحابی کی تعریف

عہد رسالت مین بہت سے بزرگون نے مدتون جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا، بہت سے بزرگون نے آپ کے ساتھ متعدد غزوات مین شرکت کی تھی[2]، بہت سے بزرگون نے آپ سے بکثرت احادیث کی روایتین کی تھین[1]، بہت سے بزرگون نے مسلمان ہو کر سن بلوغ مین آپ کو دیکھا تھا، بہت سے بزرگون نے آپ کو قبل اسلام تو دیکھا تھا لیکن بعد اسلام ان کو یہ شرف حاصل نہین ہوا،[3] بہت سے لوگ گو عہد رسالت مین موجود تھے لیکن انکو آپ سے ملنے یا آپ کے دیکھنے کا موقع نہین ملا،[4] بہت سے لوگون نے آپ کی زندگی مین تو آپکو نہین دیکھا لیکن آپ کی وفات کے بعد ان کو آپ کا دیدار نصیب ہوا،[5] اور ان کے علاوہ بہت سے بچے تھے جو عہد مبارک مین پیدا ہوئے، اور صحابہ کرام نے حصول برکت کے لیے انکو آپ کی خدمت مین حاضر کیا، اور آپ نے ان کا نام رکھا اور ان کو دعا دی،[6] اب سوال یہ ہے کہ ان مختلف الحیثیات

---

[1] مثلاً خلفائے راشدین اور تمام اکابر صحابہ رض [2] مثلاً شرکائے حجۃ الوداع، [3] مثلاً ورقہ بن نوفل [4] مثلاً حضرت اویس قرنی اور احنف بن قیس [5] مثلاً ابن ابی ذویب الہذلی شاعر [6] مثلاً عبید اللہ بن الحارث بن نوفل، عبد اللہ بن ابی طلحہ الانصاری اور محمد بن ابی بکر الصدیق جو آپ کی وفات سے تقریباً تین مہینے پیشتر حجۃ الوداع کے زمانہ مین پیدا ہوئے تھے،

بزرگون مین ... کون لوگ ہین جن پر لفظ صحابی کا اطلاق کیا جا سکتا ہو؟ اور وہ صحابہ رسول اللہ صلعم کے مقدس خطاب سے یاد کئے جا سکتے ہین؟

(۱) محدثین کی ایک جماعت اور جمہور اصولیین نے صحابی ہونیکے لیے یہ شرط لگائی ہو کہ اسکو ایک مدت تک رسول اللہ صلعم کیساتھ نشست و برخاست کا موقع ملا ہو، کیونکہ عرف عام مین جب یہ کہا جاتا ہو کہ فلان شخص فلان کا ساتھی یا رفیق ہو تو اس سے صرف یہی سمجھا جاتا ہو کہ اس نے ایک کافی زمانہ تک اس کی صحبت اٹھائی ہو، جو لوگ کسی شخص کو محض دور یا قریب سے دیکھ لیتے ہین اور ان کو اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور بات چیت کرنے کا موقع نہین ملتا، ان کو عام طور پر اس کا رفیق و ساتھی نہین کہا جاتا، قاضی ابوبکر محمد بن الطیب کا قول ہو کہ باتفاق اہل لغت صحابی صحبت سے مشتق ہو، مگر صحبت کی کسی مخصوص مقدار سے مشتق نہین، بلکہ اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہو سکتا ہو جس نے کم یا زیادہ کسی کی صحبت اٹھائی ہو، اس لیے کہا جاتا ہو کہ مین نے ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھڑی تک ایک شخص کی صحبت اٹھائی، اس لیے صحبت کی تھوڑی یا زیادہ مقدار دونون پر صحبت کا اطلاق ہو سکتا ہو لیکن اس کے ساتھ عرفاً صحابی صرف اس شخص کو کہہ سکتے ہین جس نے کسی کی طویل صحبت اٹھائی ہو، عرفاً اس شخص کو صحابی نہین کہہ سکتے جس نے کسی سے ایک گھنٹہ کی ملاقات کی ہو، یا اس کیساتھ چند قدم چلا ہو، یا اس سے کوئی حدیث سنی ہو،[۱]

بلکہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے نزدیک صحابی صرف اس شخص کو کہہ سکتے ہین جس کو رسول اللہ صلعم کے ساتھ دو ایک غزوات مین شرکت کا موقع ملا ہو اور کم از کم اس نے سال دو سال تک آپ کے ساتھ قیام کیا ہو،

(۲) بعض لوگون کے نزدیک صحابی صرف اس کو کہتے ہین جس نے رسول اللہ صلعم

---

[۱] اسد الغابہ جلد ۱ صفحہ ۱۲؛

احادیث کی روایت کی ہو،

(۳) بعض لوگون کے نزدیک صحابی ہونے کے لیے صرف طویل صحبت کافی نہین ہے، بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس نے آپ کی صحبت بغرض حصول علم وعمل اختیار کی ہے، چنانچہ علامہ سخاوی فتح المغیث مین لکھتے ہین :-

قال ابو الحسین فی المعتمد ھو من طالت مجالستہ لہ علی طریق التبع لہ والاخذ عنہ اما من طالت بدون قصد الاتباع اولم تطل کالوافدین فلا۔[1]	ابو الحسین نے معتمد مین کہا ہو کہ صحابی وہ ہو جس نے بطریق اتباع آپکی طویل صحبت اٹھائی ہو اور آپ سے علم حاصل کیا ہو، جن لوگون نے اس کے بغیر آپ کی طویل صحبت اٹھائی یا اس مقصد کو تو پیش نظر رکھا لیکن طویل صحبت نہین اٹھائی، مثلاً وفود مین آنے والے لوگ، تو وہ صحابی نہین،

(۴) بعض لوگ ہر اس مسلمان کو صحابی کہتے ہین جس نے حالت بلوغ اور حالت صحت عقل مین آپکو دیکھا ہو،

(۵) بعض لوگون کے نزدیک آپ کا دیکھنا بھی ضروری نہین، بلکہ ہر اس مسلمان کو صحابی کہہ سکتے ہین جو عہد رسالت مین موجود تھا، چنانچہ قاضی عبد البر نے اپنی کتاب استیعاب مین اور ابن مندہ نے اپنی کتاب معرفۃ الصحابہ مین اسی شرط کی بنا پر صحابہ کے ساتھ بہت سے ان لوگون کا تذکرہ بھی کیا ہو جو آپ کے عہد مین موجود تھے، مگر آپ کو دیکھا نہین تھا، لیکن درحقیقتہ یہ لوگ صحابی نہ تھے، بلکہ اس سے مقصود یہ تھا کہ اس زمانہ کے تمام لوگون کے حالات کا

---

[1] فتح المغیث ص ۱۰۳،

استقصار کر لیا جائے۔

(۶) محدثین کی ایک جماعت جسمین امام احمد علی بن مدینی اور امام بخاری بھی شامل ہین، صحابی کا خطاب صرف ان لوگون کو دیتی ہی جنھون نے رسول اللہ صلعم کو حالتِ اسلام مین دیکھا ہو، بلکہ آنکھون سے دیکھنا بھی ضروری نہین صرف آپ کی ملاقات کافی ہی مثلاً حضرت عبداللہ بن مکتوم رضہ اندھے تھے اس لیے آپ کو آنکھ سے نہین دیکھ سکتے تھے، لیکن باایہمہ ان کا شمار صحابہ مین ہی کیونکہ ان کو آپ کا شرفِ ملاقات حاصل تھا،

ان لوگون کا استدلال یہ ہے کہ لغت کے رُو سے ہر اس شخص کو صحابی کہہ سکتے ہین جس نے زمانہ کی کسی ساعت مین ایک شخص کی صحبت اٹھائی ہے، امام احمد بن حنبل کا قول ہی کہ ہر وہ شخص جس نے ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک منٹ تک رسول اللہ صلعم کی صحبت اُٹھائی یا آپ کو صرف دیکھا وہ صحابی ہے، امام بخاری فرماتے ہین کہ جس مسلمان نے آپ کی صحبت اُٹھائی یا آپ کو دیکھا وہ صحابی ہے۔[له]

ان تمام اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ آپ کے عہد مبارک مین پیدا ہو کر سنِ بلوغ کو نہین پہونچے وہ صحابی نہین ہین، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی اصابہ مین لکھتے ہین۔

ذکر اولئک فی الصحابۃ انما	صحابہ مین ان بچون کا ذکر بالکل الحاقی ہی
ہو علی سبیل الالحاق لغلبۃ الظن	کیونکہ ظن غالب یہی ہی کہ رسول اللہ صلعم
علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم راٰہم[له]	نے ان کو دیکھا ہوگا،

لیکن بعض لوگون کے نزدیک یہ لوگ بھی صحابہ کے گروہ مین داخل ہین، چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب ظفر الامانی مین لکھتے ہین۔

له اسد الغابہ جلد اول صفحہ ۱۲ سے مقدمہ اصابہ صفحہ ۵،

والمرجح هو دخوله فیهم نعم حدیثہ | مرجح یہ ہو کہ یہ لوگ بھی صحابہ مین داخل ہین
مرسل لکنہ مرسل مقبول[1] | البتہ انکی حدیث مرسل ہو لیکن وہ مرسل مقبول ہو

اسی طرح جن لوگون نے آپ کو بعد وفات دیکھا تھا، وہ بھی صحابہ کی جماعت مین داخل نہین، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ اصابہ مین لکھتے ہین،

والراجح عدم الدخول[2] | قول راجح یہ ہو کہ یہ لوگ صحابی نہین ہین،

جو مسلمان آپ کے زمانہ مین موجود تھے، لیکن ان کو آپ کا دیدار نصیب نہین ہوا وہ بھی صحابی نہین ہین، چنانچہ حضرت اویس قرنیؒ اسی قسم کے بزرگ ہین،

جن لوگون نے اسلام لانے سے پہلے آپ کو دیکھا تھا، لیکن اسلام لانے کے بعد ان کو آپ کی زیارت نصیب نہین ہوئی وہ بھی صحابی نہیں ہین بلکہ انکا شمار کبار تابعین مین ہو[3]، اب ان اقوال کے مطابق صرف اُن لوگون کو صحابی کہا جا سکتا ہو،

(۱) جنھون نے ایک مدت تک آپ کا شرفِ صحبت حاصل کیا ہو،

(۲) یا کم از کم ایک غزوہ مین آپ کے ساتھ شرکت کی ہو،

(۳) یا آپ سے احادیث کی روایت کی ہو،

(۴) یا آپ کی صحبت حصولِ علم وعمل کے لیے اختیار کی ہو،

(۵) یا مسلمان ہونے کے ساتھ آپ کو حالتِ بلوغ وحالتِ ثباتِ عقل مین دیکھا ہو یا آپ سے ملاقات کی ہو،

(۶) یا حالتِ اسلام مین محض آپ کو دیکھا ہو، یا ملاقات کی ہو،

ان اقوال مین چھٹا یعنی آخری قول جمہور کے نزدیک سب سے زیادہ صحیح اور عام مسلمانون

---

[1] کتاب مذکور صفحہ ۳۰۷، [2] مقدمہ اصابہ صفحہ ۸، [3] ظفر الامانی صفحہ ۳۰۸،

مین مقبول ہی کیونکہ یہ ان تمام صحابہ کو شامل ہی جن سے احادیث کی روایت کی جاسکتی ہی اور ان کو اُسوۂ حسنہ بنایا جاسکتا ہی، اس کے بعد پہلا یعنی اصولیین کا قول قابل اعتبار ہی، کیونکہ اس سے اگرچہ بہت سے وہ صحابہ جنھون نے حضرت رسول اللہ صلعم کو دیکھا تھا لیکن آپ کی فیض صحبت سے کافی زمانہ تک متمتع نہین ہوئے تھے، صحابہؓ کی جماعت سے نکل جاتے ہین، تاہم اس کے ذریعہ سے صحابیت کا ایک بلند معیار قائم ہوتا ہی اور تمام اکابر صحابہ اس مین شامل ہوجاتے ہین ان کے علاوہ اور تمام اقوال درجہ اعتبار سے گرے ہوئے ہین کیونکہ ان مین بعض اس قدر وسیع اور عام ہین کہ عہد رسالت کا ہر مسلمان صحابہ کی جماعت مین شامل ہوجاتا ہی اور بعض اس قدر محدود ہین کہ بہت سے کبار صحابہ کے گروہ سے نکل جاتے ہین اس کے علاوہ فضیلت کا دار و مدار صرف علم و عمل پر ہی، اصولئین نے صحابہ کی جماعت پر اخذ مسائل اور روایت حدیث کے لحاظ سے نظر ڈالی، اس لیے اُنھون نے صرف اس شخص کو صحابی قرار دیا جس نے مدت تک آنحضرت صلعم کا شرف صحبت حاصل کیا، لیکن جمہور کے نزدیک صحابیت کا معیار صرف زمانہ تقدس ہی اس لیے وہ ہر اس شخص کو صحابی کہتے ہین جس نے حالت اسلام مین آپ کو دیکھا ہی یا آپ سے ملاقات کی ہے'

صحابہ کی تعداد | صحابہؓ کے حالات مین جو کتابین لکھی گئی ہین اُن سے صحابہ کی تعداد کا صحیح پتہ لگانا سخت مشکل ہی اور اس کو خود ان کتابون کے مصنفین تسلیم کرتے ہین، چنانچہ علامہ ابن اثیر جزری اسد الغابہ مین لکھتے ہین :-

ولو حفظوا ذالک الزمان لکانوا اضعاف من ذکروہ العلماء[1]	اگر خود صحابہ اپنے زمانہ مین صحابہ کے نام محفوظ رکھتے تو ان کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہوتی جسکو علما نے بیان کیا ہی

[1] اسد الغابہ ج ۱ صفحہ ۳

البتہ احادیث کی بعض تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے بعد صحابہ کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا، اور آپ کی وفات تک صحابہ کی ایک عظیم الشان جماعت تیار ہو گئی، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک بار جناب رسول اللہ صلعم نے حکم دیا،

اکتبوا لی من تلفظ بالاسلام من الناس، | جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں مجھے ان کا نام لکھ کر دو،

اور جب اس حکم کی تعمیل کی گئی تو پندرہ سو مسلمانوں کی فہرست مرتب ہوئی[۱]، لیکن اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ حکم کس موقع پر دیا گیا، اس لیے محدثین نے مختلف رائیں قائم کی ہیں، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ غالباً یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب صحابہ جنگ اُحد کے لیے جا رہے تھے، ابن التین کے نزدیک یہ حکم غزوۂ خندق میں دیا گیا تھا، داؤدی کے نزدیک یہ حدیبیہ کے زمانہ کا واقعہ ہے، اس کے بعد اس تعداد میں اور اضافہ ہوا چنانچہ فتح مکہ میں دس ہزار صحابہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ شریک جنگ ہوئے[۲]، اور فتح مکہ کے بعد جب تمام عرب مسلمان ہو گیا، تو یہ تعداد اضعافاً مضاعفہ ہو گئی، غزوۂ حنین میں بچوں اور عورتوں کے علاوہ بارہ ہزار[۳] اور غزوۂ تبوک میں ۳۰ ہزار مجاہد[۴] آپ کے ساتھ تھے، حجۃ الوداع میں جس کے ایک سال بعد آپ کا وصال ہوا، ۴۰ ہزار صحابہ شریک تھے[۵]، غرض ۱۰ھ تک مکہ اور طائف میں کوئی شخص ایسا نہیں رہ گیا تھا جو مسلمان ہو کر حجۃ الوداع میں شریک نہ ہوا ہو[۶]، شرکاء حجۃ الوداع میں چار ہزار صحابہ کی مزید تعداد بھی شامل ہے[۷]، امام شافعی کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا، تو ساٹھ ہزار مسلمان موجود تھے، جن میں تیس ہزار خاص مدینہ میں اور تیس ہزار مدینہ

---

۱ بخاری کتاب الجہاد باب کتابۃ الامام الناس ۲ بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح فی رمضان ۳ اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۲

۴ طبقات ابن سعد ذکر غزوہ تبوک ۵ مقدمہ ابن صلاح باب ۳۹ ص ۱۵۱ ۶ مقدمہ اصابہ ص ۹ ۷ ایضاً ص ۱۲

سے باہر اور مقامات میں تھے، ابوزرعہ رازی کا قول ہے کہ آپ کی وفات کے وقت جن لوگوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی ان کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی[۱] جن میں مرد اور عورت دونوں شامل تھے، اور ان میں ہر ایک نے آپ سے روایت کی تھی[۲]، ابن فتحون نے ذیل استیعاب میں اس قول کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ابوزرعہ نے یہ تعداد صرف لوگوں کی بتائی ہے جو رواۃ حدیث میں تھے، لیکن ان کے علاوہ صحابہؓ کی جو تعداد ہوگی وہ اس سے کہیں زیادہ ہوگی[۳]، بہرحال اکابر صحابہؓ کے نام ان کی تعداد، اور ان کے حالات تو ہم کو صحیح طور پر معلوم ہیں، لیکن ان کے علاوہ ہم اور صحابہ کی صحیح تعداد نہیں بتا سکتے، اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ خود صحابہ کے زمانہ میں مشاغل دینیہ نے صحابہ کو یہ موقع نہ دیا کہ وہ اپنی تعداد کو محفوظ رکھیں[۴]، اس کے علاوہ اکثر صحابہؓ صحرا نشین بادیہ تھے، اس لیے ایسی حالت میں ان کا گمنام رہنا ضروری تھا[۵]،

صحابہ کی شناخت جن بزرگوں کی نسبت صحابی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے اس کی صحت کی دلیلیں اور علامتیں یہ ہیں کہ۔

(۱) ان کا صحابی ہونا بطریق تواتر ثابت ہو مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور تمام اکابر صحابہؓ کا صحابی ہونا اسی طریقہ سے ثابت ہے،

(۲) اُن کے صحابی ہونے کا ثبوت اگر تواتر کے درجہ تک نہ پہنچ سکے تو کم از کم بطریق روایت مشہورہ ان کا صحابی ہونا ثابت ہو، حضرت عکاشہ بن محصنؓ حضرت ضمام بن ثعلبہؓ وغیرہ کا صحابی ہونا اسی طریقہ سے ثابت ہے،

(۳) جن صحابہ کا صحابی ہونا یقینی طور پر ثابت ہے، ان کی شہادت سے بھی اس کا ثبوت

---

[۱] تجرید جلد ا صفحہ ۳ [۲] مقدمہ اصابہ ص ۳ [۳] ایضاً، [۴] مقدمہ اسد الغابہ ص ۳، [۵] مقدمہ اصابہ ص ۴،

ہو سکتا ہے، مثلاً ایک صحابی کا یہ کہنا کہ مین رسول اللہ صلعم کی خدمت مین فلان شخص کے ساتھ حاضر ہوا، یا آپ نے میرے سامنے فلان شخص سے گفتگو کی، اس شخص کے صحابی ہونے کی دلیل ہے، بشرطیکہ وہ مسلمان ہو،

(۴)، اسی طرح ثقات تابعین کی شہادت سے بھی اس کا ثبوت ہو سکتا ہے،

(۵) چونکہ روایات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عہد خلافت مین صرف صحابہ ہی امیر العسکر بنائے جاتے تھے، اس لیے اگر غزوات و فتوحات مین کسی کی نسبت یہ ثابت ہو جائے کہ وہ امیر بنایا گیا، تو اس سے بھی صحابیت ثابت ہو جائے گی،

(۶) روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ صحابہؓ کے گھرون مین جب بچے پیدا ہوتے تھے، تو وہ تبریک و تحنیک کی غرض سے ان کو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر کرتے تھے، اس لیے جن بچون کی نسبت روایات سے یہ ثابت ہو جائے، ان کا صحابی ہونا بھی ثابت ہو جائیگا،

(۷) روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ فتح مکہ کے بعد مکہ اور طائف کے تمام لوگ مسلمان ہو کر حجۃ الوداع مین شریک ہوئے تھے، اس لیے جن لوگون کی نسبت یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اسوقت موجود تھے، ان کا صحابی ہونا بھی ثابت ہو جائے گا،

(۸) لیکن اگر کوئی شخص بذات خود صحابی ہونے کا مدعی ہو اور اس کے دعوی کی صحت کے لیے متذکرۂ بالا دلیلون مین سے کوئی دلیل موجود نہ ہو، تو اس کی نسبت محدثین کی مختلف رائین ہین،

(۱) بعض محدثین کا خیال ہے کہ چونکہ وہ خود اپنے لیے ایک شرف کو ثابت کرنا چاہتا ہے اس لیے اس کا دعوی مقبول نہ ہوگا،

(۲) بعضون کے نزدیک اگر وہ نہایت مختصر اور محدود صحبت کا مدعی ہو تو اس کا دعوی قبول کر لیا جائیگا، کیونکہ بہت سی گھڑیان ایسی ہوتی تھین جنمین رسول اللہ صلعم تنہا رہتے تھے،

اس لیے اگر اس حالت مین کسی نے آپ سے ملاقات کی ہو، یا آپ کو دیکھا ہو تو اس کا ثبوت کسی دوسرے صحابی کی شہادت سے بہ مشکل ہو سکتا ہے،

(۳) لیکن اگر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے مدتون آپ کی صحبت اٹھائی ہے، اور مدتون سفر و حضر مین آپ کے ساتھ رہا ہے، تو اس کا دعویٰ مقبول نہ ہوگا، کیونکہ ایسے شخص کو عام طور پر لوگ آپ کے پاس دیکھتے رہے ہونگے، اس لیے جب تک اسکی صحابیت نقل صحیح اور روایت عامہ سے ثابت نہ ہو جائے، اس کا دعویٰ مقبول نہین ہو سکتا،

(۴) لیکن محدث ابن عبدالبر نے اس معاملہ مین بہت زیادہ فیاضی کی ہے، اور دو شرطون کے ساتھ اس قسم کے اشخاص کے دعوون کو مطلقاً مقبول قرار دیا ہے، ایک یہ کہ اس دعوی سے پہلے اس شخص کا عادل، ثقہ اور مقبول الروایۃ ہونا ثابت ہو، دوسرے یہ کہ خارجی قرائن اس کے دعوی کی تکذیب نہ کرتے ہون، مثلاً ہجرت کی ایک صدی گذرنے کے بعد اگر کوئی شخص دوسری صدی کے دسوین سال صحابی ہونے کا مدعی ہو تو اسکا دعوی مردود قرار دیا جائیگا، کیونکہ روایات سے ثابت ہو گیا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے ختم ہونے تک صحابہ کا دور گذر جائیگا، اور اسکے بعد کوئی صحابی باقی نہ رہیگا، چھٹی صدی ہجری مین ایک شخص رتن ہندی گذرا ہے جس نے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا تھا لیکن محدثین نے اسکو دجال اور کذاب قرار دیا،

صحابہ رضی کی عدالت اگرچہ اصول کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ الصحابۃ کلہم عدول، یعنی تمام صحابہ عادل ہیں لیکن شافعیہ مین ابو الحسین بن القطان نے اس عموم سے اختلاف کیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک صحابہ مین چند بزرگ ایسے بھی گذرے ہین جن سے کچھ لغزشین سرزد ہوئی ہین، مثلاً ولید صحابی تھے لیکن انھون نے شراب پی ہے، حاطب بن ابی بلتعہ رضی صحابی تھے لیکن انھون نے رسول اللہ صلعم کے منشا کے خلاف کفار مکہ کو خط لکھا ہے، ایک خیال یہ ہے کہ خانہ جنگی کے زمانے سے پہلے گو تمام صحابہ عادل تھے، لیکن جب خود صحابہ مین خانہ جنگی پھیل گئی، اور صفین و جمل کے معرکے گرم ہوئے، تو ان لوگونکی عدالت

قابلِ بحث وتحقیق ہو گئی، معتزلہ کے نزدیک جن لوگون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کی وہ عادل نہین رہے، لیکن جو لوگ حضرت معاویہؓ کے طرفدار ہین وہ اس کے برعکس دعوی کرتے ہین[۱]، محدث مازری نے عدالت کو صرف ان صحابہ کے لیے مخصوص کیا ہی، جو شب و روز رسول اللہ صلعم کی صحبت اور آپکی اعانت مین مصروف رہتے تھے، اس لیے ان کے نزدیک ہر صحابی عادل نہین ہی، چنانچہ ان کا قول ہی کہ

لسنا نعنی بقولنا "الصحابۃ عدول"	ہم جو یہ کہتے ہین کہ "صحابہ عادل ہین" تو اس کا
کل من رای صلی اللہ علیہ وآلہ	یہ مطلب نہین کہ ہر وہ شخص جس نے آپ کو کسی
وسلم یوما ما اوزارہ لماما	دن دیکھ لیا یا چلتے پھرتے آپ کی زیارت کر لی
او اجتمع بہ لغرض وانصرف عن	یا کسی غرض سے آپکی ملاقات کر کے تھوڑی
کثب وانما نعنی بہ الذین لازموہ	دیر کے بعد واپس گیا عادل ہی، بلکہ اس سے
وعزروہ ونصروہ واتبعوا	وہ لوگ مراد ہین جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے،
النور الذی انزل معہ	آپ کی تائید و اعانت کی، اور اس نور کا
اولئک ہم المفلحون[۲]،	اتباع کیا جو آپ کے ساتھ اتارا گیا، یہی
	لوگ ہین جو کامیاب ہین،

لیکن عام محدثین کے نزدیک ان آیات کی بنا پر جو قرآن مجید مین عموماً تمام صحابہ کے فضائل مین نازل ہوئی ہین، یہ خصوصیت تمام صحابہ مین پائی جاتی ہے اور ہر زمانہ مین پائی جاتی ہی، اسمین صحابہ کا ہر فرد داخل ہی، اور جو لوگ اس اصول کی ہمہ گیری کے مخالف ہین، انھون نے عدالت کے مفہوم پر غور نہین کیا ہے، عدالت ایک مشترک لفظ ہی جس کے مختلف معنی ہین، مثلاً

[۱] فتح المغیث صفحہ ۷۷ ۳، [۲] مقدمہ اصابہ صفحہ ۱۱،

(۱) کبھی عدالت کو جور و ظلم کے مقابل مین بولا جاتا ہی اور اس وقت یہ لفظ انصاف کا مرادف ہوجاتا ہی،

(۲) کبھی فسق و فجور کے مقابل مین استعمال کیا جاتا ہے اور اس وقت یہ لفظ تقوی کا ہم معنی ہوتا ہے،

(۳) کبھی یہ لفظ صرف عصمت پر دلالت کرتا ہے، اور یہ وصف صرف انبیا، اور ملائکہ کے ساتھ مخصوص ہے،

(۴) کبھی یہ لفظ گناہون سے محفوظ رہنے پر دلالت کرتا ہی، اور نتائج کے لحاظ سے گرچہ اس مین اور عصمت مین کوئی فرق نہین تاہم عصمت ایک ملکۂ فطری و وہبی ہی اور گناہون سے محفوظ رہنا ایک ملکۂ کسبی ہے، اسی بنا پر انبیا کو معصوم اور اولیا کو محفوظ کہا جاتا ہے،

(۵) کبھی عدالت کے معنی روایت حدیث مین جھوٹ سے بچنے کے ہوتے ہین اور اس معنی مین عادل اس شخص کو کہتے ہین جو روایت حدیث مین دروغ بیانی نہ کرتا ہو،

لیکن یہ کسی محدث کا دعوی نہین ہی کہ صحابہ کوئی کام انصاف کے خلاف نہین کرسکتے ان سے کوئی فعل تقوی و طہارت کے خلاف صادر نہین ہوسکتا، وہ انبیا کی طرح معصوم ہین یا وہ تمام گناہون سے محفوظ ہین، بلکہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ کوئی صحابی روایت کرنے مین دروغ بیانی سے کام نہین لیتا، چنانچہ ابن الانباری کا قول ہے کہ

لیس المراد بعدالتھم ثبوت	ابن انباری کا قول ہی کہ صحابہ کی عدالت سے
العصمة لھم واستحالة	یہ مراد نہین کہ صحابہ بالکل معصوم ہین اور ان سے
المعصیة منھم وانما المراد	گناہون کا سرزد ہونا محال ہی، بلکہ یہ مراد ہی
قبول روایاتھم من غیر	کہ ان کی روایتون کو اسباب عدالت و ثقاہت کی

تکلف البحث عن اسباب العدالة وطلب التزکیة الا ان یثبت ارتکاب قادح لم یثبت ذٰلک

چھان بنان کے بغیر قبول کرلینا چاہیئے، بجز اس صورت کے جب وہ ایسے امر کا ارتکاب کرین جو روایت مین قادح ہو اور یہ ثابت نہین ہی،

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی لکھتے ہین،

"اہل سنت کا یہ مقررہ عقیدہ ہی کہ صحابہ کل کے کل عادل ہین، یہ لفظ بار بار بولا گیا ہی، والد میرے المرحوم (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) نے اس لفظ کی حقیقت سے بحث کی تو یہ ثابت ہوا کہ اس موقع پر عدالت کے متداول معنی مراد نہین ہین بلکہ صرف عدالت فی روایۃ الحدیث مراد ہی اسکے سوا اور کچھ مراد نہین ہی، اور اس عدالت کی حقیقت روایات مین جھوٹ سے بچنا ہے کیونکہ ہم نے تمام صحابہ کی سیرت کو خوب ٹٹولا، یہان تک کہ ان لوگون کی سیرت کا بھی مطالعہ کیا جو خانہ جنگیون فتنون اور لڑائی جھگڑون مین شریک ہوئے تو ہم کو معلوم ہوا کہ وہ بھی رسول اللہ صلعم کے متعلق دروغ بیانی کو سخت ترین گناہ سمجھتے ہین، اور اس سے شدت کے ساتھ احتراز کرتے ہین[۱]"

صحابہ کے طبقے مختلف حیثیتون کے لحاظ سے صحابہ رض کے مختلف طبقے ہین، چنانچہ قلت و کثرت روایت کے لحاظ سے ان کے مختلف طبقات قایم کیے گئے ہین، لیکن فضائل و مناقب کے لحاظ سے اہل سنت والجماعت کے نزدیک بالاتفاق،

خلفاے راشدین رض تمام صحابہ سے افضل ہین، اور خلفا مین بھی بہ ترتیب خلافت، مدارج فضیلت قائم ہوئے ہین، خلفاء کے بعد،

ازواج مطہرات رض افضل ہین اور ان دونون کے بعد فضیلت کی ترتیب یہ ہی،

مہاجرین اولین لیکن ان مین باہم ایک کو دوسرے پر فضیلت نہین دیجا سکتی،

---

[۱] ظفر الامانی صفحہ ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳؛

اہلِ عقبہ	مہاجرین اولین کے بعد اہلِ عقبہ تمام صحابہ سے افضل ہین،
اہلِ بدر	اہلِ عقبہ کے بعد شرکائے بدر کا درجہ ہے،
اہلِ مشاہد	اس کے بعد درجہ بدرجہ اہل مشاہد کو فضیلت حاصل ہی یعنی جو غزوہ پہلے ہوا ہے

اس کے شرکا ان صحابہ سے افضل ہین جو اس کے بعد کی لڑائیون مین شریک ہوئے خداوند تعالےٰ خود فرماتا ہے:-

لا یستوی منکم من انفق	تم (مسلمانون) مین سے جن لوگون نے فتح (مکہ)
من قبل الفتح وقاتل اولئک	سے پہلے (راہِ خدا مین مال) خرچ کیا اور
اعظم درجۃ من الذین	(دشمنون سے) لڑے وہ درجہ مین ان (مسلمانون)
انفقوا من بعد وقاتلوا	سے بڑھ کر ہین جنھون (فتح مکہ) کے پیچھے (مال)
وکلا وعد اللہ الحسنیٰ	خرچ کیے اور لڑے اور دیون حسن سلوک کا
(حدید - ۱)	وعدہ (تو) اللہ نے سب ہی سے کر رکھا ہی،

صحابہ کا زمانہ	صحابۂ کرام کا مبارک زمانہ ابتدائے بعثت سے شروع ہوکر پہلی صدی کے آخر

تک ختم ہو گیا اور اس طرح رسول اللہ صلعم کی وہ معجزانہ پیشینگوئی پوری ہوئی جو ان الفاظ مین کیگئی ہی؛

فان راس مائۃ سنۃ لایبقی	جو لوگ آج روئے زمین پر موجود ہین ان مین
ممن ھو الیوم علیٰ ظہر الارض احد	سے سو سال کے بعد کوئی باقی نہ رہے گا،

لیکن ان مبہم الفاظ سے صحابۂ کرام کو دھوکا ہوا، اور وہ یہ سمجھے کہ سو سال کے بعد قیامت آکر تمام دنیا ہی کا خاتمہ کر دیگی، حالانکہ آپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس پیشینگوئی کے وقت جو لوگ موجود ہین ان مین سے سب فنا ہو جائینگے[۱]، اور نسل انسانی کا یہ مخصوص دور ختم ہو جائیگا،

---

[۱] بخاری کتاب مواقیت الصلوۃ باب السمر فی الفقہ والخیر بعد العشاء،

اور جہان تک عہد صحابہ کا تعلق ہے، واقعات بھی اسکی تائید کرتے ہین، چنانچہ مدینہ کے صحابہ مین حضرت سہل بن سعدؓ آخری صحابی ہین جنھون نے باختلاف روایت ۸۸ھ مین ۹۶ سال یا ۹۱ھ مین سو سال کی عمر مین وفات پائی، وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ "اگر مین مرجاؤن تو رسول اللہ صلعم سے روایت کرنے والا کوئی دوسرا نہ ملے گا"[1]

بصرہ کے صحابہ مین حضرت انسؓ بن مالک آخری صحابی تھے جنھون نے باختلاف روایت ۹۰ھ یا ۹۱ھ یا ۹۲ھ یا ۹۳ھ مین زیادہ سے زیادہ ۱۰۳ سال کی عمر مین وفات پائی[2]، خود ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ اب کوئی صحابی باقی ہے یا نہین؟ تو بولے کہ "دیہات کے چند بدو البتہ باقی رہ گئے ہین جنھون نے رسول اللہ صلعم کی زیارت کی ہے لیکن اب کوئی ایسا شخص نہین ہے جس نے آپ کی صحبت اٹھائی ہو"[3]

لیکن ان سب مین حضرت ابو الطفیلؓ عامر بن واثلہ سب سے آخری صحابی تھے جنھون نے ۱۱۰ھ مین مکہ مین وفات پائی، وہ خود کہا کرتے تھے کہ آج میرے سوا روے زمین پر کوئی ایسا شخص نہین ہے جس نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہو[4]،

بہرحال حدیث صحیح اور عام روایات کی رو سے پہلی صدی کے ختم ہونے کے ساتھ صحابۂ کرام کا دور مبارک ختم ہو گیا، اور اب صرف ان کے اعمال صالحہ باقی رہ گئے ہین اور اس کتاب مین ہم انھین اعمال صالحہ کی تفصیل کرتے ہین،

---

[1] استیعاب تذکرہ سہل بن سعدؓ [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت انس بن مالکؓ [3] مقدمۂ ابن صلاح، باب ۳۹ صفحہ ۱۴۸ [4] استیعاب تذکرہ حضرت ابو الطفیلؓ،

قبولِ اسلام

لطافتِ طبع، رقتِ قلب اور اثر پذیری ایک نیک سرشت انسان کا اصلی جوہر ہین اور انھین کے ذریعہ سے وہ ہر قسم کی پند و موعظت، تعلیم و تربیت اور ارشاد و ہدایت کو قبول کر سکتا ہے، پھولون کی پنکھڑیان نسیم صبح کی خاموش حرکت سے ہلجاتی ہین لیکن تناور درختون کو بادِ صرصر کے جھونکے بھی نہین ہلا سکتے، شعاعِ نگاہ آئینہ کے اندر سے گذرجاتی ہی لیکن پہاڑون مین فولادی تیر بھی نفوذ نہین کرسکتے، بعینہٖ یہی حال انسان کا بھی ہے، ایک لطیف الطبع، رقیق القلب اور اثر پذیر آدمی ہر دعوتِ حق کو آسانی سے قبول کرلیتا ہی لیکن سنگدل اور غلیظ القلب لوگون پر بڑے سے بڑے معجزے بھی اثر نہین کرتے، اس فرق مراتب کی جزئی مثالین ہر جگہ ملسکتی ہین لیکن اشاعتِ اسلام کی تاریخ تمامتر اسی قسم کی مثالون سے لبریز ہی، کفار مین ہم کو بہت سے اشقیا کا نام معلوم ہے جنھون نے ہزارون کوششون کے بعد بھی خداے ذو الجلال کے آگے سر نہین جھکایا، لیکن صحابہ کرام نے قرآن مجید کی آیات، رسول اللہ صلعم کے اخلاق و عادات، آپ کے مواعظ و نصائح، شکل و شباہت، دعاۃ اسلام کی تعلیم، ہدایت و ارشاد اور معجزات و آیات غرض ہر موثر چیز کے اثر کو قبول کیا، اور بطوع و رضا اسلام کے حلقہ مین داخل ہوئے،

قرآن مجید کا اثر حضرت عمرؓ خود آنحضرت صلعم کا (نعوذ باللہ) کام تمام کرنے کے لیے گھر سے نکلے تھے، لیکن جب قرآن مجید کی چند آیتین سنین تو ان کا دل نورِ ایمان سے لبریز ہوگیا[1]، حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنے بھائی سے قرآن مجید کے معجزانہ اثر کا ذکر سنا تو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرؓ،

اور صدق دل سے مسلمان ہو گئے[1]،

حضرت عثمان بن مظعون رض نے جب یہ آیت سُنی،

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان	خدا عدل، احسان اور قرابتداروں کیساتھ
وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن	سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بدکاری برائی
الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم	اور ظلم سے روکتا ہے وہ اس لیے یہ نصیحتیں
تذکرون ، (نحل - ۱۳)	کرتا ہے کہ شاید تم اسکو قبول کرو،

تو ان کے دل پر جو اثر ہوا اس کو وہ خود ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

فذالک حین استقر الایمان	یہی وہ وقت ہے جب ایمان میرے دل میں
فی قلبی واحببت محمداً[2]	جاگزین ہوا اور میں محمد صلعم سے محبت کرنے لگا،

حضرت جبیر رض بن مطعم نے جب یہ آیتیں سنیں :-

ام خلقوا من غیر شئی	کیا یہ لوگ خود بخود پیدا ہو گئے، یا یہ لوگ خود
ام ھم الخالقون ام خلقوا	پیدا کرنے والے ہیں، کیا آسمان و زمین کو انہی
السموات والارض بل لا	لوگوں نے پیدا کیا ہے، سچ تو یہ ہے کہ انکے دل
یوقنون ام عندھم خزائن	میں ایمان نہیں، اے پیغمبر کیا انکے پاس تمہارے
ربک ام ھم المصیطرون ،	پروردگار کے خزانے ہیں، یا یہ لوگ سربراہ کار ہیں،

تو وہ خود کہتے ہیں کہ میرا دل اڑنے لگا[3]، حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رض نے رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے قرآن سنا تو بے اختیار ہو کر مسلمان ہو گئے[4]، طائف کے سفر میں حضرت

۱ صحیح مسلم فضائل ابوذر رض ۲ مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۳۱۸ ۳ صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۂ طور

۴ استیعاب و طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رض

خالد العدوانی رضؓ نے آپ کی زبان سے یہ آیت سنی :-

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ، آسمان کی قسم اور رات میں آنیوالے کی قسم ،

تو اسی وقت پوری سورہ کو یاد کرلیا، اور بالآخر مسلمان ہو گئے[1] ،

اشخاص سے الگ صحابہ کی جماعت کی جماعت قرآن مجید کے اثر سے متاثر ہوئی اور اسلام لائی ، مثلاً حضرت ابو عبیدہ رضؓ، حضرت ابو سلمہ رضؓ، حضرت ارقم بن ابی ارقم اور حضرت عثمان بن مظعون رضؓ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دعوتِ اسلام دی اور قرآن مجید کی تلاوت فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تمام لوگ مسلمان ہو گئے[2] ،

قرآن مجید نے ایرانیوں کے مقابل میں رومیوں کی فتح کی جو پیشین گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی تو بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا[3] ،

اخلاق نبوی کا اثر

ایک بار ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے بہت سی بکریاں مانگیں، آپ نے اس کا سوال پورا کیا، اس پر اس فیاضی کا یہ اثر پڑا کہ اپنے قبیلہ میں آکر کہا کہ لوگو مسلمان ہو جاؤ کیونکہ محمد صلعم اسقدر دیتے ہیں کہ ان کو اپنے تنگدست ہو جانے کا بھی خوف نہیں ہوتا[4] ،

ایک یہودی عالم نے جب آپ کو تقاضائے قرض میں اسقدر تنگ پکڑا کہ ظہر کی نماز سے لیکر فجر تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑا تو صحابہ کرام نے اس کو سخت دھمکیاں دیں لیکن آپ نے فرمایا خدا نے مجھے کسی ذمی پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، دن چڑھا تو وہ اسلام لایا، اور کہا کہ میرا نصف مال خدا کی راہ میں صدقہ ہے، اس سخت گیری سے میرا صرف یہ مقصد تھا کہ توراۃ میں آپ کے جو اوصاف مذکور ہیں انکا تجربہ کردوں[5] ، ثمامہ بن آثال گرفتار ہو کر آئے تھے لیکن جب آپ نے

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۳۳۵ ، [2] اسد الغابہ تذکرہ ابو سلمہ بن عبد الاسد ، [3] ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورۂ روم [4] مسلم کتاب الفضائل باب ما سئل رسول اللہ صلعم شیئا قط فقال لا وکثرت عطائہ ۔ [5] مشکوٰۃ کتاب الفتن فی اخلاقہ صلی اللہ علیہ وسلم ،

ان کو بلا شرط و بلا معاوضہ رہا کر دیا، تو انھون نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور ان کا دل اسلام، داعی اسلام اور مدینۃ الاسلام کی محبت سے معمور ہو گیا،[1]

مواعظ نبوی کا اثر

ایک بار حضرت ضماد[2] مکہ مین آئے تو کفار سے سنا کہ رسول اللہ صلعم کو جنون ہو گیا ہی۔ حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ "مین جنون کا علاج کرتا ہون" آپ نے ان کے سامنے ایک تقریر کی جس کا اثر ان پر یہ پڑا کہ فوراً مسلمان ہو گئے[2] حضرت حلیمہؓ کے شوہر یعنی آپ کے رضاعی باپ جب مکہ مین تشریف لائے تو قریش نے کہا کہ کچھ سنا ہی تمھارا بیٹا کہتا ہی کہ لوگون کو مرکر پھر جینا ہو گا" انھون نے آپ سے کہا بیٹا یہ کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا "اگر وہ دن آیا تو مین آپ کا ہاتھ پکڑ کر بتا دون گا کہ جو کچھ مین کہتا تھا سچ تھا" وہ فوراً مسلمان ہو گئے، اور ان فقرون کا اثر عمر بھر رہا، کہا کرتے تھے کہ "میرا بیٹا ہاتھ پکڑیگا تو جنت مین پہنچا کر ہی چھوڑیگا"[3]

شمائل نبوی کا اثر

بعض صحابہ نے صرف آپکی شکل و صورت ہی دیکھ کر آپکی نبوت کا اعتراف کر لیا۔ حضرت ابو رافع آپ کی خدمت مین قریش کی طرف سے قاصد بن کر آئے لیکن آپ پر نظر پڑتے ہی شیدائے اسلام ہو گئے، اور بالآخر علانیہ اسلام قبول کر لیا[4] حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کو آپکا چہرہ دیکھتے ہی یقین ہو گیا کہ

وجہہ لیس بوجہ کذاب[5] — جھوٹے آدمی کا چہرہ ایسا نہین ہو سکتا،

دعاۃ اسلام کا اثر

صحابہ مین بکثرت دعاۃ اسلام کے اخلاقی اثر سے اسلام لائے متعدد صحابہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے اثر سے اسلام قبول کیا، یمن کے لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد و ہدایت سے اسلام لائے حضرت طفیلؓ نے اپنے قبیلے کے بہت سے لوگون کو مسلمان کیا، قبیلہ ہمدان حضرت

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب ربط الاسیر، [2] مسلم کتاب الجمعہ باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبہ، [3] اصابہ تذکرہ حضرت حارث بن عبد العزیٰ؛ [4] ابو داؤد کتاب الجہاد باب یستجن بالامام فی العہود [5] ترمذی ابواب الزہد صفحہ ۴۰۹،

عامر بن شہر کے اثر سے اسلام لایا، حضرت ابوذر غفاریؓ کا آدھا قبیلہ ان کے اثر سے مسلمان ہوا،
غرض احادیث وسیر میں اس قسم کے بکثرت واقعات مذکور ہیں، اور اشاعت اسلام کے عنوان
میں ان کی تفصیل آئے گی،

معجزات کا اثر ایک سفر میں صحابہ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی،
آپ نے دو آدمیوں کو پانی کی تلاش میں بھیجا، یہ لوگ جستجو میں نکلے تو ایک ناقہ سوار عورت ملی
جس کے ساتھ پانی کی دو مشکیں تھیں، ان دونوں بزرگوں نے اسکو آپ کی خدمت میں
پیش کیا تو آپ نے ایک برتن منگوایا اور اس میں دونوں مشکوں سے پانی ڈھال کر مشکوں
کے دہانے بند کر دیئے اور عام اعلان کے ذریعہ سے تمام صحابہ آئے، اور پانی پی کر سیراب ہوئے
لیکن مشکوں کے پانی میں کوئی کمی نہیں ہوئی، عورت نے یہ معجزہ دیکھا تو اپنے قبیلہ میں آکر
بیان کیا کہ خدا کی قسم آسمان و زمین کے درمیان یہ شخص عجوبہ روزگار اور خدا کا سچا پیغمبر ہے،[1]
رسول اللہ صلعم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبد اللہ بن سلامؓ حاضر خدمت
ہوئے اور چند غیبی امور کے متعلق سوالات کیے، آپ نے ان کے جوابات دیئے تو انھوں نے
فوراً اسلام قبول کر لیا،[2]

فتح مکہ کا اثر اگرچہ صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی تعداد جن میں تمام اکابر صحابہ داخل ہیں
متذکرۂ بالا اسباب سے اسلام قبول کیا، تاہم ایک جماعت اسلام کے عام غلبہ کا انتظار
کر رہی تھی، اس لیے جب مکہ فتح ہوا تو عام اہل عرب نے بطوع و رضا خود بخود اسلام
قبول کر لیا، صحیح بخاری میں ہے،

[1] بخاری کتاب التیمم باب الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیہ من الماء، [2] بخاری باب ہجرۃ النبی صلعم و اصحابہ الی
المدینۃ مع فتح الباری،

وكانت العرب تلوم باسلامهم
الفتح، فيقولون اتركوه وقومه
فانه ان ظهر عليهم فهو نبي
صادق فلما كانت وقعة اهل
الفتح بادر كل قوم باسلامهم[1]

تمام عرب اپنے اسلام کے لیے فتح مکہ کا منتظر
تھا، وہ کہتے تھے کہ محمدؐ کو اپنی قوم سے نپٹ لینے
دو، اگر وہ ان پر غالب آگئے تو وہ سچے پیغمبر ہیں،
چنانچہ جب فتح مکہ کا واقعہ ہوا تو ہر قبیلہ کے لوگ
نہایت سرعت کے ساتھ اسلام کی طرف دوڑے،

---

[1] بخاری کتاب المغازی ذکر فتح مکہ،

قوّتِ ایمان

طمع وترغیب سے برگشتہ از اسلام نہ ہونا

ابتدائے اسلام میں صحابۂ کرامؓ اس قدر مفلوک الحال تھے کہ افلاس کی وجہ سے بعض مسلمان خاندانوں کے مرتد ہو جانے کا خطرہ تھا[1]، لیکن مخالفین اسلام یعنی یہود و کفار دولت و ثروت سے مالا مال تھے، بالخصوص یہود کے پاس یہ ایک ایسا زرین آلہ تھا کہ جس کے ذریعہ سے وہ صحابہ کی روحانی طاقت پر زد لگا سکتے تھے، اس افلاس پر صحابہ کرام کو صدقہ و زکوٰۃ بھی ادا کرنا پڑتا تھا اور بظاہر یہ ایک ایسا بار تھا جس سے سبکدوش ہونے کے لیے نہایت آسانی کے ساتھ اسلام سے برگشتہ ہونے کی ترغیب دی جا سکتی تھی، چنانچہ حبیب محمد ابن مسلمہؓ نے کعب بن اشرف سے حیلۃً گرانباری صدقہ کی شکایت کی اور اس غرض کے لیے اس سے قرض لینا چاہا تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس نے کہا، "تم محمد سے گھبرا اٹھو گے"[2] اس کے ساتھ صحابہ کو اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہونا پڑتا تھا اور اس حالت میں ان سے نجات دلانے کا وعدہ ایک ضعیف الایمان دل کو ڈانواں ڈول کر سکتا تھا، لیکن صحابۂ کرام نے ان میں سے کسی چیز کے اثر کو قبول نہیں کیا، بلکہ ان کی قوت ایمان نے یہودیوں کی مالی ترغیبات کو اس قدر بے اثر کر دیا کہ حضرت محیصہؓ جس یہودی تاجر سے مالی فائدہ اٹھاتے تھے، جوش اسلام میں خود اسی کو قتل کر دیا، جس پر ان کے بڑے بھائی نے جو اب تک کافر تھے ان کو یہ طعنہ دیا کہ "او خدا کے دشمن تیرے پیٹ کی کل چربی اسی کے مال سے پیدا ہوئی ہے"[3]۔

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب البیوع باب السلف فی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم، [2] بخاری کتاب المغازی باب قتل کعب بن اشرف [3] ابوداؤد کتاب الخراج باب کیف کان اخراج الیہود من المدینہ،

مصیبتون سے نجات دلانے کی توقعات کو صحابۂ کرام نے اس بے پروائی کے ساتھ ٹھکرا دیا کہ جب غزوۂ تبوک مین شریک نہ ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلعم حضرت کعب بن مالک رضؓ سے ناراض ہو گئے اور آپ کے حکم سے تمام صحابہؓ نے ان سے معاشرتی تعلقات منقطع کر لیے تو شاہِ غسان نے ان کو لکھا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھارے آقا نے تم پر ظلم کیا ہے لیکن خدا تم کو ذلت اور کس مپرسی کی زمین مین نہ رہنے دیگا، آؤ اور ہم سے ملجاؤ، ہم اپنے مال کے ذریعہ تمھاری غمخواری کرین گے" لیکن انھون نے اس خط کو خود تنور مین ڈالدیا، اور حسرت سے کہا "انا للہ اب کفار مجھ کو حریصانہ نگاہون سے دیکھنے لگے"[1]

انسان دوسرون کے مال و دولت سے بے نیاز ہو سکتا ہے، لیکن خود اپنی ذاتی مال و جائداد کو نہین چھوڑ سکتا لیکن صحابۂ کرام نے اپنے مال و جائداد کو بھی اسلام پر قربان کر دیا، اور ان مین کسی چیز کی محبت انکو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکی عاص بن وائل پر حضرت خبابؓ کی اجرت باقی تھی لیکن جب انھون نے اس کا تقاضا کیا تو ملعون نے کہا کہ جب تک محمد کی نبوت سے انکار نہ کروگے نہ دونگا، لیکن انھون نے کہا کہ "یہ تو قیامت تک بھی نہ ہوگا"[2]

صحابۂ کرام نے ہجرت کی تو اپنے تمام مال و متاع کو خیرباد کہا، اور وراثت سے جو مال ملتا اس سے اس لیے محروم ہو گئے کہ مسلمان کافر کا وارث نہین ہو سکتا لیکن ان چیزون مین ایک چیز بھی اُن کے رشتۂ ایمان کو ڈھیلا نہ کر سکی، ہجرت کرنے کے بعد بھی ابتلا و امتحان کے مختلف مواقع پیش آئے لیکن صحابۂ کرام نے عارضی فوائد کیلیے اپنے عقائد کے اظہار مین کسی قسم کی مداہنت نہین کی، چنانچہ جب صحابۂ کرام ہجرت کرکے حبش کو گئے، تو نجاشی کے ظلِ عاطفت مین نہایت امن و سکون کی زندگی بسر کرنے لگے، لیکن قریش کو یہ گوارا نہ ہوا اور انھون نے دو ممتاز آدمیون کو کچھ

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ تبوک مع فتح الباری [2] بخاری کتاب التفسیر تفسیر کہیعص؛

کے بہترین تحف و ہدایا کے ساتھ روانہ کیا، کہ وہ نجاشی کو اسپر آمادہ کرین کہ وہ صحابہ کو مکہ مین واپس بھیجدے، قریش کی بڑی خواہش یہ تھی کہ نجاشی اور صحابہ کے درمیان کسی قسم کی گفتگو نہ ہونے پائے، لیکن نجاشی نے اس کو منظور نہین کیا اور کہا کہ جب تک مین اس معاملہ کے متعلق اُن سے گفتگو نہ کرونگا ان کو واپس نہین کرسکتا، اس غرض سے اس نے صحابہؓ کو طلب کیا، اور صحابہؓ نے باہمی مشورہ سے یکزبان ہوکر کہا کہ نتیجہ جو کچھ بھی ہو لیکن ہم وہی بات کہین گے جس کا ہم کو یقین ہی اور جس کا ہمکو رسول اللہ صلعم نے حکم دیا ہی، چنانچہ اس قرارداد کے بموجب حضرت جعفر بن ابی طالب نے اسلام کی پاک تعلیمات کو نجاشی کے سامنے بیان کیا تو اس پر نہایت عمدہ اثر پڑا اور کفار کی تمام کوششین ناکامیاب رہین، اب انھون نے نجاشی کو اشتعال دلانے کے لیے دوسری تدبیر اختیار کی اور کہا کہ اے بادشاہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک بڑی بات کہتے ہین یعنی ان کو خدا کا بندہ سمجھتے ہین خود ان کو بلاکر پوچھ لے" صحابہ نے مشورہ کیا کہ اس سوال کا کیا جواب دیا جائیگا؟ سب نے کہا کہ "جو کچھ بھی ہو ہم حضرت عیسیٰ کے بارہ مین وہی کہین گے جو خدا نے کہا ہی، اور رسول اللہ صلعم نے اسکی تعلیم دی ہے" نجاشی ایک عیسائی بادشاہ تھا اور اسی وجہ سے ان دونون آدمیون نے اس سوال پر اس کو آمادہ کیا تھا لیکن جب اُس نے سوال کیا تو صحابہ نے صاف صاف کہا کہ "وہ خدا کے بندے ہین، اس کے رسول ہین، اسکی روح ہین اور اس کے کلمہ ہین" اب نجاشی نے زمین پر ہاتھ مار کر ایک تنکا اُٹھایا اور کہا کہ "اسکے سوا عیسیٰ بن مریم اس تنکے سے بھی زیادہ نہین ہین"[۱]

تحمل شدائد | ضعیف القلب انسان مصائب کے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہی لیکن صحابہ کرام نے اسلام کے لیے ہر قسم کی تکلیفین برداشت کین اور ان کے ایمان مین ذرہ برابر تزلزل واقع نہین ہوا حضرت بلالؓ کو کفار نے لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ مین ڈالدیا، لڑکے ان کو مکہ کی پہاڑیون مین گھسیٹتے پھرتے

۱؎ مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۲۰۲،

لیکن ان کی قوت ایمان میں کسی قسم کا ضعف نہیں آیا[1]، حضرت خباب رضؓ ام انمار کے غلام تھے، وہ اسلام لائے تو ام انمار نے لوہا گرم کرکے ان کے سر پر رکھا، ایک دن حضرت عمر رضؓ نے ان کی پیٹھ دیکھی تو کہا کہ آج تک ایسی پیٹھ میری نظر سے نہیں گذری، حضرت خباب رضؓ نے جواب دیا کہ کفار نے انگاروں پر لٹا کر مجھ کو گھسیٹا تھا[2]، حضرت صہیب رضؓ اور حضرت عمار رضؓ کو کفار لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں چھوڑ دیتے تھے[3] لیکن دھوپ کی شدت سے انکی حرارت اسلام میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی تھی،

کفار حضرت ابو فکیہہ رضؓ کے پاؤں میں بیڑی ڈال کر دھوپ میں لٹا دیتے، پھر پشت پر پتھر کی چٹان رکھ دیتے، یہاں تک کہ وہ مختل الحواس ہو جاتے، ایک دن امیہ نے ان کے پاؤں میں رسی باندھی اور آدمیوں کو ان کے گھسیٹنے کا حکم دیا، اس کے بعد ان کو تپتی ہوئی زمین پر لٹا دیا، اتفاق سے راہ میں ایک گبریلا جا رہا تھا، امیہ نے استہزاءً کہا "تیرا پروردگار یہی تو نہیں؟" بولے "میرا اور تیرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے"، اس پر اس نے زور سے ان کا گلا گھونٹا لیکن اس کے بیدرد بھائی کو جو اس وقت اس کے ساتھ تھا اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی اور اس نے کہا کہ "اس کو اور اذیت دو"[4]

حضرت سمیہ رضؓ حضرت عمار رضؓ کی والدہ تھیں، ایک دن کفار نے ان کو دھوپ میں لٹا دیا تھا، اسی حالت میں رسول اللہ صلعم کا گذر ہوا تو فرمایا، "صبر کرو، صبر، تمہارا ٹھکانا جنت میں ہے" لیکن ابو جہل کو اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی، اور اس نے برچھی مار کر ان کو شہید کر دیا، چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے شرف شہادت ان ہی کو نصیب ہوا[5]،

حضرت عمر رضؓ کی بہن جب اسلام لائیں اور حضرت عمر رضؓ کو معلوم ہوا تو اس قدر مارا کہ تمام بدن لہولہان ہو گیا، لیکن انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جو کچھ کرنا ہو کرو میں تو اسلام لاچکی[6]،

---

[1] سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۳ فضل سلمان وابی ذر والمقداد، [2] اسد الغابہ تذکرہ خباب بن ارت رضؓ [3] اسد الغابہ تذکرہ صہیب رضؓ [4] ایضاً تذکرہ ابو فکیہہ [5] اسد الغابہ تذکرہ سمیہ رضؓ [6] ایضاً تذکرہ عمر رضؓ

حضرت ابوذر غفاری ؓ نے جب خانہ کعبہ مین اپنے اسلام کا اعلان کیا تو ان پر کفار ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے زمین پر لٹا دیا،[۱]

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے جب اول اول خانہ کعبہ مین قرآن مجید کی چند آیتین باواز بلند پڑھین تو کفار نے ان کو اس قدر مارا کہ چہرے پر نشان پڑ گئے، لیکن انھون نے صحابہ سے کہا کہ، "اگر کہو تو کل پھر اسی طرح باواز بلند قرآن کی تلاوت کرآؤن"[۲]

ان اذیتون کے علاوہ کفار ان غریبون کو اور بھی مختلف طریقون سے ستاتے تھے، پانی مین غوطے دیتے تھے، مارتے تھے، بھوکا پیاسا رکھتے تھے، یہان تک کہ ضعف سے بیچارے بیٹھ نہین سکتے تھے[۳]

یہ وہ لوگ تھے جن مین اکثر یا تو لونڈی غلام تھے، یا غریب الوطن لیکن ان کے علاوہ بہت سے دولتمند اور معزز لوگ بھی کفار کے دست تطاول سے محفوظ نہ رہ سکے،

حضرت عثمان ؓ نہایت معزز شخص تھے لیکن جب اسلام لائے تو خود ان کے چچا نے ان کو رسی مین باندھ دیا،[۴]

حضرت زبیر بن عوام ؓ جب اسلام لائے تو ان کا چچا ان کو چٹائی مین لپیٹ کر لٹکا دیتا تھا، پھر نیچے سے ان کی ناک مین دھوان دیتا تھا[۵]

حضرت عمر ؓ کے چچا زاد بھائی سعید بن زید اسلام لائے تو حضرت عمر ؓ نے ان کو رسیون مین باندھ دیا،[۶]

حضرت عیاش بن ابی ربیعہ اور حضرت سلمہ بن ہشام ؓ اسلام لائے تو کفار نے دونون کے پاؤن کو ایک ساتھ باندھ دیا،[۷]

۱؎ مسلم کتاب مناقب فضائل حضرت ابوذر غفاری ؓ ۲؎ اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن مسعود ؓ ۳؎ ایضاً تذکرہ خباب ۴؎ طبقات ابن سعد ترجمہ عثمان بن عفان ۵؎ ریاض النضرہ محب الطبری تذکرہ حضرت زبیر بن عوام ۶؎ بخاری کتاب الاکراہ باب من اختار الضرب والقتل والہوان علی الکفر ۷؎ ایضاً ابن سعد تذکرہ ولید بن ولید

حضرت ابوبکرؓ اسلام لائے تو ایک تقریر کے ذریعہ سے دعوت اسلام دی کفار نے یہ نامانوس آواز سنی تو ان پر دفعۃً ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ حضرت ابوبکرؓ کے قبیلہ بنو تیم کو ان کی موت کا یقین آگیا، اور وہ ان کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر گھر لے گئے، شام کے وقت ان کی زبان کھلی تو بجائے اسکے کہ اپنی تکلیف بیان کرتے رسول اللہ صلعم کا حال پوچھا اب خاندان کے لوگ بھی ان سے الگ ہو گئے لیکن ان کو اسی محبوب کے نام کی رٹ لگی رہی، بالآخر لوگوں نے ان کو آپ تک پہنچا دیا، آپ نے یہ حالت دیکھی تو ان کے اوپر گر پڑے، ان کا بوسہ لیا، اور سخت رقت طبع کا اظہار فرمایا،[۱]

صبر و استقامت کی یہ بہترین مثالیں تھیں، اور صحابہ کرام کے زمانے میں خود اہل کتاب تک ان کے معترف تھے، چنانچہ استیعاب میں ہے کہ جب صحابہ کرام شام میں گئے تو ایک اہل کتاب نے ان کو دیکھ کر کہا کہ عیسیٰ ابن مریم کے وہ اصحاب جو آروں سے چیرے اور سولی پر لٹکائے گئے، ان سے زیادہ تکلیف برداشت کرنے والے نہ تھے،[۲]

قطع علائق انسان مال و دولت سے بے نیاز ہو سکتا ہے، اگر عزم و استقلال سے کام لے تو ابتلاء و امتحان پر بھی صبر کر سکتا ہے، لیکن ماں باپ، بھائی بہن، اعزہ و اقارب اور اہل و عیال کے تعلقات کو منقطع نہیں کر سکتا، یہی لوگ غربت و افلاس کی حالت میں اس کی دستگیری کرتے ہیں، تکلیف و مصیبت میں تسکین دیتے ہیں، عیش و عشرت میں لطف زندگی بڑھاتے ہیں، غرض کسی حالت میں ان کے تعلقات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، لیکن جو لوگ اپنا رشتہ حضرت خدا سے جوڑتے ہیں ان کو کبھی کبھی یہ رشتہ بھی توڑنا پڑتا ہے،

صحابہ کرامؓ اسلام لائے تو حالات نے انکو اس رشتے کے توڑنے پر مجبور کیا، اور ایمان و اسلام

---

[۱] اسد الغابۃ تذکرہ ام الخیر [۲] استیعاب جلد ۲ صفحہ ۱۷

کے لیے اُنھون نے آسانی کے ساتھ اسکو گوارا کرلیا، حضرت سعد بن ابی وقاص رض اسلام لائے تو ان کی ماں نے قسم کھائی کہ جب تک وہ اسلام کو نہ چھوڑین گے وہ اُن سے نہ بات چیت کرین گی، نہ کھانا کھائین گی، نہ پانی پئین گی، چنانچہ اُنھون نے یہ قسم پوری کی یہان تک کہ تیسرے دن کے فاقہ مین بیہوش ہوگئین [1] لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رض پر اس کا کچھ اثر نہ پڑا، اور انھون نے اپنی ماں سے صاف صاف کہدیا کہ اگر تمھارے قالب مین ہزار جانین بھی ہون اور ایک ایک کرکے ہر جان نکل جائے تب بھی مین اپنے اس دین کو نہ چھوڑون گا، [2]

حضرت خالد بن سعید اسلام لائے تو ان کے باپ نے انکو سخت سرزنش کی، کوڑے مارے قید کیا، کھانا پینا بند کردیا، اور اپنے دوسرے لڑکون کو اُن سے بات چیت کرنے کی ممانعت کردی، لیکن انھون نے رسول اللہ صلعم کی معیت نہ چھوڑی، اور آخر کار حبش کی طرف ہجرت کرگئے، اب ان کے باپ کو اور بھی رنج ہوا، اور کہا کہ مجھے ان صابیون سے الگ ہوجانا پسند ہے لیکن یہ گوارا نہین کہ اپنے باپ دادا اور معبودون کے معائب سنون، چنانچہ وہ طائف کے ایک مقام مین جہان انکی کچھ جائداد تھی چلے گئے [3]

دین وایمان کے معاملہ مین صحابہ کرام نے صرف معاشرتی بے تعلقی کو گوارا نہین کیا بلکہ ان کو اعزہ واقارب کے رشتہ حیات کے منقطع کردینے مین بھی تامل نہ ہوا، ایک غزوہ مین عبداللہ بن سلول نے انصار کو مہاجرین کے خلاف اشتعال دلایا، تو اس کے بیٹے عبداللہ نے کہا کہ "یا رسول اللہ صلعم، اگر آپ اجازت دین تو مین اسکو قتل کر ڈالون" [4]

عتبہ غزوۂ بدر مین شمشیر بکف میدان مین آیا تو مقابلے کیلیے اسکے لخت جگر حضرت ابو حذیفہ رض نکلے، چنانچہ عتبہ کی بیٹی ہند نے اس پر ان کی ہجو مین یہ اشعار لکھے،

---

[1] مسلم کتاب المناقب مناقب سعد بن ابی وقاص رض [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعد بن ابی وقاص رض [3] طبقات ابن سعد تذکرہ عمرو بن سعید وخالد بن سعید رض [4] استیعاب تذکرہ عبداللہ بن ابی سلول،

فما شکرت ابا دباك من صغر — حتی شببت شبابا غیر مجنون

تونے اس باپ کا شکرادا نہین کیا — جس نے تجھے لڑکپن مین پالا یہانتک کہ توجوان ہوا

الا احول الا ثغل المشئوم طائرہ — ابو حذیفة شر الناس فی الدین

او! احول، کج دندان، بدبخت، — ابو حذیفہؓ جو مذہبی حیثیت سے بدترین شخص ہے[۱]

اسی غزوہ مین حضرت عبدالرحمنؓ (اس وقت وہ کافر تھے) صف جنگ سے نکلے توان کے والد بزرگوار حضرت ابوبکرؓ نے ان کا مقابلہ کیا،[۲]

اسیران بدر گرفتار ہوکرآئے اور رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے اُنکے متعلق مشورہ کیا توحضرت عمرؓ نے کہا کہ "آپ علی کو ان کے بھائی عقیل کی گردن مارنے کا حکم دیجیے اور مجھ کو میرے ایک عزیز کو حوالہ کیجیے کہ مین اسکی گردن اڑادون"[۳]، یہود بنو قریظہ قبیلہ اوس کے حلیف تھے[۴]، اور عرب مین حلیفون مین بالکل برادرانہ تعلقات پیدا ہوجاتے تھے، لیکن جب رسول اللہ صلعم نے ان کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذؓ پر رکھدیا جو قبیلۂ اوس کے سردار تھے تو انھون نے اس تعلق کی کچھ پرواہ نہ کی اور بے لاگ فیصلہ کردیا کہ لڑنے والے قتل کردیئے جائین، عورتون اور بچون کو لونڈی غلام بنالیا جائے اور ان کا مال واسباب مسلمانون پر تقسیم کردیا جائے[۵]،

صلح حدیبیہ کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی :-

ولا تمسکوا بعصم الکوافر — کافرہ عورتون کو نکاح مین نہ رکھو،

اور اس کے ذریعہ سے صحابہ کو حکم دیا گیا کہ مکہ مین انکی جو کافرہ عورتین ہین، اُن کو چھوڑدین تو[۶]

---

[۱] استیعاب تذکرہ ابو حذیفہ، [۲] ایضاً تذکرہ عبدالرحمن، [۳] مسلم کتاب الجہاد باب الامداد فی الملئکة فی غزوہ بدر واباحة الغنائم، [۴] اسد الغابہ تذکرہ سعد بن معاذ وطبقات ابن سعد ذکر غزوہ بنو قریظہ، [۵] بخاری کتاب المغازی ذکر غزوہ بنو قریظہ [۶] بخاری کتاب التفسیر سورہ ممتحنہ،

حضرت عمرؓ نے اسی وقت اپنی دو کافرہ بیویوں کو طلاق دیدی، بہت سی صحابیات اپنے اپنے شوہروں کو چھوڑ کر ہجرت کر آئیں اور ان میں سے ایک بھی اپنے دین سے برگشتہ نہیں ہوئی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں؛

ما نعلم ان احدا من المہاجرات ارتدت بعد ایمانہا۔[1]	ہم کو کسی ایسی مہاجرہ عورت کا حال معلوم نہیں جو ایمان لا کر پھر مرتد ہو گئی ہو۔

اعزہ واقارب کے علاوہ قبائل کی یکجہتی بھی عرب کی سب سے بڑی طاقت تھی لیکن بعض صحابہ نے اسلام کیلیے قبیلہ کے تعلق کو بھی منقطع کر دیا حضرت سعد بن معاذؓ اسلام لائے تو اپنے قبیلہ سے تمام تعلقات منقطع کر لیے اور کہا کہ مجھ پر تمھارے مردوں اور عورتوں سے بات چیت کرنا حرام ہے[2] لیکن ان تمام واقعات سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اسلام نے صحابہ کرام میں قساوت و سنگدلی پیدا کر دی تھی، اور اسی سنگدلی کی وجہ سے انھوں نے تمام اعزہ واقارب سے تعلقات منقطع کر لیے تھے، بلکہ اس کے برعکس اسلام نے صحابہ کرام کے جذبۂ محبت کو اور بھی زیادہ مشتعل کر دیا تھا، اس لیے جب وہ اپنے اعزہ واقارب بالخصوص اپنی اولاد اور اپنی شریک زندگی بی بی کو دیکھتے تھے کہ وہ کفر کی بدولت جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں تو فطری محبت کی بنا پر ان کا دل جلتا تھا اور نہایت اضطراب کی حالت میں خدا سے دعا کرتے تھے کہ

ربنا ہب لنا من ازواجنا	اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں کی طرف
وذریتنا قرۃ اعین	سے اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی
واجعلنا للمتقین اماما	ٹھنڈک عنایت فرما اور ہم کو پرہیزگاروں
	کا پیشوا بنا۔[3]

---

[1] بخاری کتاب التفسیر ... [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعد بن معاذؓ [3] تفسیر ...

یعنی ہماری ہی طرح ہماری بیبیون اور بچون کو بھی ایمان واسلام کی دولت عطا کر اور وہ اس معاملہ مین ہماری پیروی کرین تا کہ ان کو دیکھ کر ہماری آنکھین ٹھنڈی ہون اور ہم پرہیزگارون کے پیشوا بین سکین[1]

ہجرت | صحابہ کرام رضنے اسلام کے لیے جو مصائب برداشت کیے، ان مین ہجرت کی داستان نہایت درد انگیز ہے، خود حدیث شریف مین آیا ہے

ان الهجرة شانها شديد[2] — ہجرت کا معاملہ نہایت سخت ہے،

یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ہمیشہ مصائب برداشت کرنے کے خوگر تھے، وہ بھی اس مصیبت کو برداشت نہ کرسکے، چنانچہ ایک بدو مدینہ مین ہجرت کر کے آیا اور رسول اللہ صلعم کے دست مبارک پر بیعت کی سوء اتفاق سے اسلام لانے کے بعد اس کو بخار آگیا، اس لیے اس نے اصرار کے ساتھ بیعت فسخ کرالی، اس موقع پر آپ نے فرمایا:-

انما المدينة كالكير تنفي — مدینہ منورہ آگ کی بھٹی کے مثل ہے جو میل کچیل کو باہر

خبثها وتنصع طيبها[3] — پھینک دیتی ہے اور خالص سونے کو الگ کر دیتی ہے

یہ زر خالص صحابہ کرام ہی تھے، جو مدتون مدینہ مین نعل در آتش رہے، لیکن اسلام کے لیے ان تمام سختیون کو گوارا کر لیا، چنانچہ صحابہ کرام ہجرت کر کے آئے تو مدینہ کی آب وہوا اس نا آئی، او متعدد بزرگ بخار مین مبتلا ہو گئے، اس عالت مین حضرت ابوبکر رض یہ شعر پڑھتے تھے،

كل امرئ مصبح في اهله — والموت ادنى من شراك نعله

حضرت بلال رض مکہ کی وادیون، چشمون، وہ پہاڑیون کو یاد کر کے چیخ اٹھتے تھے، اور اپنے

---

[1] تفسیر ابن کثیر جلد ٤ صفحہ ١٥٩، [2] بخاری باب ہجرۃ النبی صلعم واصحابہ الی المدینۃ، [3] بخاری کتاب الاحکام باب من بایع ثم استقال البیعۃ مع فتح الباری

رنج وغم کا اظہار ان حسرت ناک اشعار میں کرتے تھے،

الا لیت شعری هل ابیتن لیلة	بواد وحولی اذخر وجلیل
کاش میں ایک رات اس میدان میں بسر کرتا	جسمیں میرے گرد اذخر وجلیل ہوتے (گھاس کی قسم کی گھاس کا نام ہے)
وهل اردن یوما میاه مجنة	وهل یبدون لی شامة وطفیل[1]
کیا میں پھر کبھی کوہ مجنہ کے چشموں سے سیراب ہونگا	کیا پھر سامنے پھر شامہ وطفیل (دو پہاڑیاں) ہونگی

حضرت عامرؓ کی زبان پر یہ شعر تھا،

انی وجدت الموت قبل ذوقه	ان الجبان حتفه من فوقه[2]
مجھے موت سے پہلے ہی موت آگئی	نامردون کی موت اوپر سے آتی ہے

ایک صحابی ہجرت کرکے آئے تو بیمار ہوگئے، حالتِ مرض میں رسول اللہ صلعم نے حال پوچھا بولے بیمار ہوں، اگر بطحان کا پانی پی لیتا تو اچھا ہوجاتا، فرمایا تو کون روکتا ہے؟ بولے ہجرت، ارشاد ہوا، جاؤ، تم ہر جگہ مہاجر ہی رہوگے[3]،

سخت سے سخت رکاوٹیں بھی صحابہ کرام کو ہجرت سے باز نہیں رکھ سکتی تھیں، کفار نے حضرت ابوجندلؓ کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالدی تھیں، لیکن حدیبیہ کا معاہدہ صلح ہو رہا تھا کہ وہ بیڑیاں پہنے ہوئے پہنچے اور اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے ڈالدیا، اگرچہ معاہدہ میں یہ شرط تھی کہ جو مسلمان مدینہ جائیگا وہ واپس کردیا جائیگا، تاہم چونکہ معاہدہ ابتک مکمل نہیں ہوا تھا اس لیے رسول اللہ صلعم کو بھی ان کی حالت پر رحم آیا، اور فرمایا کہ "ابتک ہمنے مصالحت نہیں کی ہے"، لیکن ابوجہل نے کہا کہ "سب سے پہلے ان ہی کو واپس کرنا ہوگا"، مصلحۃً آپ نے ان کو واپس کرنا چاہا، تو انھوں نے کہا مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف پھر واپس کردیا جاؤنگا؟

---

[1] بخاری کتاب الحج فضائل مدینہ [2] مسند ج ۶ ص ۶۵ [3] اسد الغابہ تذکرہ مرارہ بن الربیع (؟)

حالانکہ مسلمان ہو کر آیا ہون، کیا تم میری مصیبتون کو نہین دیکھتے، اس وقت اگرچہ وہ واپس کردئے گئے، تاہم دوبارہ بھاگ کر آئے، اور حضرت ابو بصیرؓ نے سمندر کے ساحل پر اس قسم کے مہاجرین کی جو جماعت قائم کرلی تھی اسمین شامل ہوگئے،[۱]

حضرت صہیبؓ نے ہجرت کرنا چاہی تو کفار نے سخت مزاحمت کی، اور کہا کہ "تم مکہ مین محتاج آئے تھے لیکن یہان آکر دولتمند ہوگئے، اب یہ مال لیکر کہان جاتے ہو؟ انھون نے کہا "اگر مین سب مال تم کو دیدون تو مجھے جانے دوگے؟ کفار راضی ہوگئے، اور انھون نے تمام مال ان کو دیدیا،[۲]

ان تمام تکلیفون اور مزاحمتون مین صحابہ کیلیے صرف یہ خیال مسرت خیز تھا کہ انھون نے کفر کے گہوارہ سے باہر قدم نکالا اور اسلام کے دائرہ مین آگئے، حضرت ابو ہریرہؓ نے ہجرت کی تو گو طول سفر سے اکتا گئے، تاہم یہ شعر زبان پر تھا،

یالیلۃ من طولھا وعنائھا　　　علی انھا من دارۃ الکفر نجت[۳]

کتنی لمبی اور تکلیف دہ یہ رات ہے، تاہم یہ بات تسکین بخش ہے کہ اس نے دار الکفر سے نجات دلائی

فتح مکہ کے بعد اگرچہ تمام عرب مین امن و امان قائم ہوگیا تھا، اور ہر شخص آزادی سے فرائض اسلام بجا لاسکتا تھا، تاہم بعض مسلمانون کے دلون مین اب بھی ہجرت کا شوق باقی تھا، چنانچہ چند لوگ یمن سے ہجرت کرکے مدینہ کو چلے جحفہ تک پہنچے تو راستہ مین معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم کا وصال ہوچکا،[۴] لوگ سمجھتے ہین کہ صحابہ کرام نے صرف جان و مال کی حفاظت کیلیے ہجرت کی تھی، لیکن در حقیقت یہ خیال صحیح نہین بلکہ ہجرت کا اصلی مقصد یہ تھا کہ دین کی حفاظت ہو اور ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنے خدا کی عبادت کرسکے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ وہ ہر مسلمان اپنے دین کو

---

[۱] بخاری کتاب الشروط ذکر صلح حدیبیہ [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت صہیبؓ [۳] بخاری کتاب العتق [۴] بخاری کتاب المغازی ذکر وفات النبی و بعث اسامہ

لیکر خدا اور خدا کے رسول کی طرف بھاگ آتا تھا، تاکہ دینی فتنہ مین نہ مبتلا ہو[1] لیکن یہ ذوق اس قدر ترقی کرگیا کہ جس سرزمین مین برائی نظر آتی تھی صحابہ کرام اسکو چھوڑ کر رسول اللہ صلعم کے دامن مین پناہ لیتے تھے تاکہ ان کے گناہون کا کفارہ ہو، چنانچہ ایک بار حضرت لبابہ بن عبدالمنذر سے ایک گناہ سرزد ہوگیا، اور ان پر اس کا اس قدر اثر پڑا کہ جب انکی توبہ قبول ہوئی تو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین عرض کی یا رسول اللہ مین چاہتا ہون کہ جس سرزمین مین مین نے گناہ کیا ہے چھوڑ دون، اور آپ کے پاس آرہون، اور اپنا کل مال اللہ و رسول کو صدقہ مین دیدون[2]

اسلامی اوج حکومت کے زمانۂ شباب مین بھی جب کہین صحابۂ کرام کو بدی کا احساس ہوتا تو فوراً اس مقام کو چھوڑ کر مدینہ کا رخ کرتے تھے،

ایک بار غزوۂ روم مین حضرت عبادہ بن صامت انصاری نے دیکھا کہ لوگ سونے کے ٹکڑے اشرفیون سے اور چاندی کے ٹکڑے درہمون سے بیچ رہے ہین فرمایا "لوگو تم سود کھارہے ہو" رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی کہ سونے کو سونے کے برابر خرید و اس مین نہ زیادتی ہو، نہ ادھار" اسپر حضرت معاویہ رض نے کہا "میرے نزدیک صرف ادھار کی صورت مین سود ہے" بولے "مین حدیث بیان کرتا ہون اور تم اپنی رائے ظاہر کرتے ہو، اگر خدا نے توفیق دی، تو جس سرزمین مین مجھپر تمھاری حکومت ہے اس مین قیام نہ کرونگا" چنانچہ پلٹے تو سیدھے مدینہ چلے آئے[3]،

ثواب آخرت کی تمنا نے دارالہجرت یعنی مدینہ کو صحابۂ کرام کی نگاہون مین اس قدر محبوب بنا دیا تھا کہ حضرت عثمان محصور ہوئے تو بعض لوگون نے مشورہ دیا کہ شام کو نکل چلیں، وہان امیر معاویہ کی حمایت حاصل ہوگی، بولے "مین دارالہجرت اور جوار رسول کا فراق ہرگز گوارا نہ کرونگا"[4]

[1] بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینہ [2] موطا امام مالک باب لا یجوز من النذور باب جامع الایمان [3] سنن ابن ماجہ باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلعم والتغلیظ علی من عارضہ [4] مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۶۶ مسند عثمان بن عفان رض،

جب حضرت سعد بن ابی وقاص مکہ مین سخت بیمار ہوکر اپنی زندگی سے مایوس ہوگئے تو ان کو صرف یہ افسوس ہوا کہ وہ دار الہجرت سے دور ایسی سرزمین مین مررہے ہین جس سے اُنھون نے ہجرت کرلی ہے[۱]۔ حضرت عبد اللہ بن عمر یہ دعا کرتے تھے کہ خداوندا مکہ مین مجھے موت نہ آئے، مکہ مین ان کا انتقال ہونے لگا تو اپنے بیٹے سالم کو وصیت کی کہ مرنے کے بعد میری لاش حدود حرم سے باہر دفن کی جائے، کیونکہ مجھے یہ پسند نہین کہ جہان سے ہجرت کی، اور وہین دفن ہون[۲]۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف مکہ مین آتے تھے تو اپنے زمانۂ جاہلیت کے قدیم مکان مین جس سے وہ ہجرت کرچکے تھے اترنا نہین پسند کرتے تھے[۳]۔

۱؎ مسلم کتاب الوصایا باب الوصیۃ بالثلث لا یتجاوز ۲؎ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ۳؎ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ

عقائد

توحید صحابۂ کرام رضؓ نے اگرچہ اپنی زندگی مین بہت سے نیک کام کیے تھے لیکن ان سب مین کلمۂ توحید کو راس الاعمال سمجھتے تھے، حضرت عمرو بن العاص رضؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضؓ نے پوچھا کہ آپ کیون روتے ہین؟ کیا موت کے ڈر سے؟ بولے خدا کی قسم نہین، صرف واقعات ما بعد الممات کا خوف ہی، انھون نے تسکین دی اور کہا "آپ عمر بھر نیک کام کرتے رہے، آپ نے رسول اللہ صلعم کا فیضِ صحبت پایا، اور آپ نے مصر و شام مین فتوحات کین" بولے "تم نے ان سب سے بہتر چیز یعنی شہادت لا الٰہ الا اللہ کو تو چھوڑ ہی دیا"[1]

کفار حضرت بلال رضؓ کو کس قدر اذیت دیتے تھے، لیکن ان کی زبان سے صرف احد احد نکلتا تھا[2]، حضرت ابو فکیہ رضؓ بھی اسی مصیبت مین مبتلا تھے، لیکن اس حالت مین بھی جب ان کے آقا امیہ نے ایک گبریلے کی طرف اشارہ کرکے حقارت آمیز لہجہ مین کہا کہ "تمھارا پروردگار یہی تو نہین" تو بولے کہ "میرا اور تیرا دونون کا پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہی"

حضرت ام شریک رضؓ ایمان لائین تو اُن کے اعزہ و اقارب نے ان کو دھوپ مین کھڑا کر دیا اور اس حالت مین روٹی کے ساتھ شہد جیسی گرم چیز کھلاتے تھے اور پانی تک نہین پلاتے تھے، جب اس طرح تین دن گذر گئے تو ظالمون نے کہا کہ "جس مذہب پر تم ہو اب اس کو چھوڑ دو" وہ اس قدر بدحواس ہو گئی تھین کہ ان جملون کا مطلب ہی نہ سمجھ سکین، اب ان لوگون نے

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرو بن العاص رضؓ، [2] سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۴ فضل سلمان و ابی ذر و المقداد،

آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بتایا تو سمجھین کہ توحید کا انکار مقصود ہی، بولین "خدا کی قسم مین تو اسی عقیدہ پر قائم ہون[1]"

تنزہ عن الشرک

لیکن توحید کی تکمیل کے لیے صرف اسی قدر کافی نہ تھا بلکہ اہل عرب مین جو مشرکانہ خیالات پھیلے ہوے تھے ان کا انکار بھی توحید کا ایک جزو تھا، اس لیے صحابۂ کرام اسلام لانے کے ساتھ ہی اس گورکھ دھندے سے بھی نکل گئے، مثلاً عرب کا خیال تھا کہ جو بتون کی برائیان بیان کرتے ہین ان کو برص یا جذام یا جنون ہو جاتا ہی لیکن حضرت ضمام ابن ثعلبہؓ جب رسول اللہ صلعم کی خدمت بابرکت سے اسلام کے نشہ مین چور ہو کر واپس گئے اور اپنی قوم کے سامنے لات وعزی کو برا بھلا کہنا شروع کیا، تو اس خیال کی بنا پر سب نے کہا کہ "ضمام برص جذام اور جنون سے ڈرو"، بولے "خدا کی قسم یہ دونون بت کچھ بھی نفع ونقصان نہین پہنچا سکتے[2]"

حضرت زنیرہؓ اسلام لانے کے بعد اندھی ہو گئین، تو کفار نے کہنا شروع کیا کہ لات وعزی نے ان کو اندھا کر دیا ہی، بولین کہ لات وعزی کو پوجنے والون کی کیا خبر ہے یہ مصیبت تو آسمان سے آئی ہے[3]"

زمانۂ جاہلیت مین جھاڑ پھونک کا عام رواج تھا لیکن چونکہ اسمین عموماً شرک کی آمیزش پائی جاتی تھی، اس لیے وہ ایک مشتبہ چیز تھی، لیکن ایک سفر مین اتفاق سے چند صحابہ عرب کے ایک قبیلے کے یہان اترے اور ان لوگون نے ان کے مذہبی تقدس کی بنا پر درخواست کی کہ ہمارے رئیس کو بچھو نے ڈنک مار دیا ہی، کیا آپ لوگ اسکو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہین، ان مین

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ ام شریکؓ، اصابہ مین یہ واقعہ کسی قدر اختلاف کے ساتھ مذکور ہی، [2] مسند دارمی کتاب الصلوۃ باب فرض الوضوء والصلوۃ، [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت زنیرہؓ،

ایک بزرگ رئیس کے پاس آئے اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا، تو وہ بھلا چنگا ہوگیا، ان لوگوں نے صحابہ کو اس کا معاوضہ دیا، جس کو ان لوگوں نے تقسیم کرنا چاہا، لیکن جن بزرگ نے سورۂ فاتحہ دم کیا تھا اس سے اختلاف کیا، اور کہا کہ اس کے متعلق چل کر رسول اللہ صلعم سے مشورہ کرلینا چاہیے، چنانچہ آپکی خدمت میں آکر واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا "تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ یہ جھاڑ پھونک ہے؟ معاوضہ تقسیم کرلو، اور میرا بھی ایک حصہ لگاؤ"[1]

زمانۂ جاہلیت میں تعویذ گنڈے کا عام رواج تھا لیکن ایک دن حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا کہ بی بی نے گلے میں گنڈا ڈال رکھا ہے، توڑ کے پھینکدیا، اور کہا کہ آل عبداللہ شرک سے بے نیاز ہیں، رسول اللہ صلعم نے منع فرمایا ہے کہ تعویذ گنڈا شرک ہے[2]"

عرب کے لوگ بچوں کے بچھونے کے نیچے استرا رکھ دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس طرح بچے آسیب سے محفوظ رہتے ہیں، حضرت عائشہؓ نے ایک بار کسی بچے کے سرہانے استرا دیکھا تو منع فرمایا، اور کہا کہ "رسول اللہ ٹوٹکے کو سخت ناپسند فرماتے تھے"[3]

بت شکنی

عرب میں شرک کا اصلی مظہر بت تھے، اس لیے صحابۂ کرام اسلام لائے تو سب سے پہلے راہ توحید سے اسی سنگ گراں کو دور کیا، عرب میں دستور تھا، کہ سرداران قبائل خاص طور پر اپنے لیے بت بناتے تھے، اور ان کو گھر میں رکھتے تھے اس طریقہ کے مطابق قبیلہ بنو سلمہ کے سردار عمرو بن الجموح نے ایک لکڑی کا بت بنوا کر گھر میں رکھا تھا، نوجوانان بنو سلمہ یعنی حضرت معاذ بن جبلؓ، اور حضرت معاذ بن عمرؓ وغیرہ اسلام لائے، تو رات کو خفیہ طور پر آتے تھے، اور اس بت کو اٹھا کر ایک گڑھے میں جس کے اندر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا، پھینک آتے تھے عمرو بن الجموح صبح کو اٹھتا تو بت کو وہاں سے ڈھونڈھ کے اٹھا لاتا اور پاک صاف کر کے گھر میں رکھدیتا

[1] ابوداؤد کتاب الطب باب کیف الرقی [2] سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب تعلیق التمائم [3] ادب المفرد باب الطیرۃ من الجن صفحہ ۱۸۰،

اور کہتا کہ "اے بُت جس نے تیرے ساتھ یہ بدسلوکی کی ہی، اگر مین اسکو پا جاتا تو اسکی بڑی فضیحت کرتا، دوسرے دن یہ پرجوش نوجوان بُت کے ساتھ پھر یہی سلوک کرتے، اس طرح جب یہ واقعہ پے درپے ہوا، تو عمرو بن الجموح نے بت کے گلے مین ایک تلوار لٹکا دی اور کہا کہ "اگر تجھ مین کچھ بھلائی ہے تو خود اپنی حفاظت کر" رات کو یہ نوجوان حسب معمول پھر آئے اور بت کو ایک مردہ کتے کے ساتھ رسی مین باندھکر گڑھے مین ڈالدیا، عمرو بن الجموح نے بت کو اس حالت مین پایا تو خود بخود مسلمان ہوگیا[۱]،

قبیلہ سعد کا ایک بُت تھا جس کا نام قراض تھا، حضرت ذباب بن حارث اسلام لائے تو اس کو چکنا چور کردیا، اور اس کے متعلق یہ اشعار کہے :۔

تبعت رسول اللہ اذ جاء بالھدی ۔۔۔ وخلفت قراضا بدار ھوان

جب رسول اللہ صلعم ہدایت لائے تو مین نے آپکا اتباع کیا، اور قراض کو ذلیل ترین مقام مین چھوڑدیا

شددت علیہ شدۃ فکسرتہ ۔۔۔ کان لم یکن والدھر ذو حدثان[۲]

مین نے اس پر حملہ کیا، اور اس کو اس طرح چورچور کردیا، کہ گویا اس کا وجود ہی نہ تھا،

حضرت ہند بن عتبہ رضؓ جب ایمان لائین تو گھر مین جو بُت نصب تھا اس کو توڑ پھوڑ ڈالا، اور کہا کہ "ہم تیری نسبت بڑے دھوکے مین مبتلا تھے"[۳]

حضرت ابوطلحہ رضؓ نے جب حضرت ام سلیمؓ سے نکاح کی خواہش کی تو انھون نے کہا "ابوطلحہ کیا یہ خبر نہین کہ جس خدا کو تم پوجتے ہو وہ زمین سے اُگا ہی؟" بولے "مجھے معلوم ہے"، بولین "تو کیا تمھین ایک درخت کی عبادت سے شرم نہین آتی؟" چنانچہ جب تک انھون نے بت پرستی سے

[۱] یہ تفصیل ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۴۸ مین ہی، اسدالغابہ تذکرہ معاذ بن جبل رضؓ مین اجمالاً صرف اسی قدر مذکور ہی کان معاذ ممن یکسر اصنام بنی سلمہ یعنی معاذ ان لوگون مین تھے جو بنی سلمہ کے بت کو توڑا کرتے تھے [۲] اسدالغابہ تذکرہ ذباب رضؓ، [۳] اصابہ تذکرہ ہند بنت عتبہ رضؓ،

توبہ کرکے کلمۂ توحید نہیں پڑھا، انھوں نے اُن سے نکاح کرنا پسند نہیں کیا، [۱]

ایمان بالرسالۃ

رسول اللہ صلعم کی نبوت کا اعتقاد صحابۂ کرام کے لوحِ دل پر کالنقش فی الحجر ہو گیا تھا، اس لیے وہ کسی حالت میں اسکو مٹنے نہیں دیتے تھے، غزوۂ حدیبیہ میں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مصالحت نامہ لکھا تو کفار نے اصرار کیا کہ اس پر "رسول اللہ" کا لفظ نہ لکھا جائے، رسول اللہ صلعم نے یہ شرط منظور کرلی اور حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اس فقرے کو مٹا دیں، صحابۂ کرام اگرچہ کبھی آپکی نافرمانی نہیں کرتے تھے، تاہم اس موقع پر انھوں نے صاف کہہ دیا کہ "میں اس کو نہیں مٹا سکتا" بالآخر آپ نے خود دستِ مبارک سے اس کو مٹا دیا، [۲]

ایمان کا درجۂ کمال یہ ہے کہ پیغمبر کے اقوال پر اس وثوق کے ساتھ ایمان لایا جائے کہ محال ممکن مستقبل حال اور غائب حاضر بن جائے صحابۂ کرام رسول اللہ صلعم کی ہر بات پر اسی شدت کے ساتھ ایمان لائے تھے، اور اسی درجۂ کمال نے حضرت ابوبکرؓ کو صدیق کا خطاب دیا تھا،

ایک بار آپ نے فرمایا کہ بکری کے ایک گلے پر بھیڑیئے نے حملہ کیا، اور ایک بکری اٹھا لے چلا، چرواہے نے اسکو بلایا، تو بھیڑیئے نے جواب دیا کہ یوم السبع میں بکری کا نگران کون ہوگا جبکہ میرے سوا ان کا کوئی چرواہا نہ ہوگا؟ آپنے فرمایا کہ ایک شخص بیل پر بوجھ لادے ہوئے جا رہا تھا، بیل نے مڑکر کہا میں اس کے لیے نہیں بنایا گیا، بلکہ صرف کھیتی باڑی کیلیے پیدا ہوا ہوں" بہت سے صحابہ نے اس کو استعجاب سے سنا اور کہا "سبحان اللہ" لیکن آپ نے فرمایا، "ہم، ابوبکرؓ اور عمر بن الخطاب اس پر ایمان لائے ہیں" [۳]

ایک بار حضرت عمران بن حصینؓ نے یہ حدیث بیان کی، کہ "اہل و عیال کے رونے سے مُردے پر عذاب ہوتا ہے" اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ "اگر ایک آدمی خراسان میں مر جائے اور

---

[۱] اصابہ تذکرہ حضرت ام سلیمؓ، [۲] مسلم کتاب الجہاد باب صلح الحدیبیۃ فی الحدیبیۃ، [۳] بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکرؓ،

اہل وعیال بیان پر ماتم کو بن تو کیا آپکے خیال مین اس پر خراسان مین عذاب ہوگا؟
بولے "رسول اللہ صلعم نے جو فرمایا وہ سچ ہی اور تو جھوٹ بکتا ہی"[۱]

ایک بار رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آیندہ زمانے مین تمھاری مختلف جماعتین قائم ہوجائینگی، کوئی جماعت شام مین رہیگی، کوئی یمن مین اقامت پذیر ہوگی، اور کوئی عراق مین سکونت اختیار کرے گی" اس پیشین گوئی پر حضرت ابن حوالہؓ اس وثوق کے ساتھ ایمان لائے کہ آپ سے درخواست کی کہ "مبادا مین بھی اس زمانہ تک زندہ رہون، اس لیے آپ خود میری اقامت گاہ متعین فرمادیجیے"[۲]

ایک بار آپ نے کسی بدو سے گھوڑا خریدا، اور قیمت ادا کرنے کے لیے اسکو ساتھ لیچلے۔ لیکن آپ تیزی سے آگے بڑھ گئے، اور بدو پیچھے رہ گیا لیکن جن لوگون کو معلوم نہ تھا کہ آپ نے اسکو خرید لیا ہی، وہ بدو سے بھاؤ تاؤ کرنے لگے، خریدارون کو دیکھکر بدو نے آپ کو پکار کر کہا۔ لینا ہو تو لیجیے، ورنہ مین گھوڑے کو فروخت کرڈالتا ہون" آپ نے فرمایا کہ "تم نے تو اسکو میرے ہاتھ فروخت کر دیا ہے" بولا "نہین، اگر گواہ ہو تو لائیے، حضرت خزیمہؓ ابن ثابت اگرچہ بیع کے موقع پر موجود نہ تھے تاہم کہا کہ "مین شہادت دیتا ہون کہ تم نے آپ کے ہاتھ گھوڑا فروخت کر دیا ہی" ارشاد ہوا "تم نے کیون کر شہادت دی"؟ بولے "آپکی تصدیق کی بنا پر" اس موقع پر ان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ نے انکی شہادت کو دو شہادتون کے برابر قرار دیا[۳]

صحابۂ کرام کے عہد مین بچہ بچہ یہ راسخ عقیدہ رکھتا تھا کہ رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے

---

[۱] نسائی کتاب الجنائز باب النیاحۃ علی المیت [۲] ابوداؤد کتاب الجہاد فی سکنی الشام [۳] ابوداؤد کتاب الاقضیہ باب اذا علم الحاکم صدق الشاہد الواحد یجوز لہ الحکم،

جو لفظ نکل جائیگا، اسکے خلاف نہ ہوگا، ایک بار آپ نے ایک لڑکی کو بددعا دی کہ "تیرا سن زیادہ نہ ہو" وہ روتی ہوئی حضرت ام سلیمؓ کے پاس آئی" اور کہا کہ "آپ نے مجھ کو یہ بددعا دی ہے اب میرا سن ترقی نہ کریگا" وہ فوراً حاضر خدمت ہوئیں اور کہا کہ "آپ نے میری یتیم کو بددعا دیدی" آپ ہنس پڑے اور فرمایا "میں بھی آدمی ہوں اور آدمیوں کی طرح خوش اور رنجیدہ ہوتا ہوں، پس جسکو میں ایسی بددعا دوں جس کا وہ مستحق نہیں تو یہ اسکے لیے پاکی، تزکیہ اور نیکی ہوگی"[1]

جب رسول اللہ صلعم سے کوئی معجزہ صادر ہوتا تھا تو صحابۂ کرام کی قوت ایمانیہ میں اور اضافہ ہو جاتا تھا، حضرت جابرؓ کو اپنے باپ کی جانب سے بہت سے لوگوں کا قرض ادا کرنا تھا، اور کھجوروں کے باغ کے سوا ادا کرنے کا کوئی سامان نہ تھا لیکن قرضدار باغ کے پھل لینے پر آمادہ نہ تھے، بالآخر رسول اللہ صلعم خود باغ میں آئے اور اسکی کھجوروں کیلیے دعائے برکت فرمائی، نتیجہ یہ ہوا کہ جب کھجوریں توڑی گئیں تو سب کا قرض بھی ادا ہو گیا اور بہت کچھ کھجوریں بچ بھی رہیں، حضرت جابرؓ نے آپ کو اسکی خبر کی تو آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا سنتے ہو؟ بولے "ہم کو تو یقین ہی تھا کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں، خدا کے پیغمبر ہیں"[2]

غزوۂ خیبر میں ایک شخص نہایت بیجگری سے لڑ رہا تھا، لیکن رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ "دوزخی ہے"، اس پر تمام صحابہ کو سخت تعجب ہوا اور ایک صحابی اسکی تصدیق کے لیے اس کے ساتھ ہو لیے، سوء اتفاق سے وہ زخمی ہو کر زندگی سے تنگ آگیا، اور خودکشی کرلی، اس حالت کو دیکھکر وہ آپکی خدمت میں آئے، اور کہا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں"[3]

یہ قوت ایمانیہ جس طرح رسول اللہ صلعم کی زندگی میں قائم تھی، اسی طرح آپکی وفات کے بعد بھی قائم رہی، رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا تو تمام صحابہ نے رو کر کہا کہ "کاش ہم آپ سے پہلے ہی مرجاتے، ایسا نہ ہو کہ آپ کے بعد ہمارے دین میں کوئی خلل آئے"، لیکن حضرت معن بن عدیؓ

---

[1] مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب من لعنہ النبی صلعم وسبہ ودعا علیہ۔ [2] بخاری کتاب الہبۃ باب اذا وہب دینا علی رجل،
[3] بخاری کتاب المغازی ذکر غزوۂ خیبر،

نے کہا کہ "مین آپ سے پہلے مرنا پسند نہین کرتا تاکہ جس طرح مین نے آپکی زندگی مین آپکی تصدیق کی اسی طرح بعد وصال بھی آپکی تصدیق کرون[۱]"

ایمان بالغیب شریعت مین صرف ایمان بالغیب معتبر ہی اور صحابۂ کرامؓ کو غیب کی تمام چیزون پر اس شدت کے ساتھ یقین تھا کہ گویا ان کو یہ چیزین علانیہ نظر آتی ہین،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت حارثؓ سے پوچھا کہ کیا حال ہی؟ بولے "یا رسول اللہؐ! خدا پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہون" فرمایا "ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہی تمھارے ایمان کی کیا حقیقت ہی؟" بولے "دنیا سے میرا دل بھر گیا ہی، اسلیے رات کو جاگتا ہون، دنکو بھوکا پیاسا رہتا ہون، گویا مجھ کو خدا کا عرش علانیہ نظر آتا ہی، گویا مین اہل جنت کو باہم ملتے جلتے دیکھ رہا ہون، اور گویا اہل دوزخ مجھے چیختے ہوئے نظر آرہے ہین، آپ نے فرمایا "تم نے جان لیا، اب اس پر قایم رہو[۲]"

رسول اللہ صلعم کے فیض صحبت سے یہ ایمان اور بھی تازہ رہتا تھا حضرت حنظلہؓ کا بیان ہی کہ جب ہم آپکی خدمت مین ہوتے تھے اور آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تھے تو گویا ہمارے سامنے ان کی تصویر پھر جاتی تھی[۳]،

ایمان بالقدر صحابۂ کرامؓ مسئلہ تقدیر پر شدت کے ساتھ یقین رکھتے تھے، طاؤس یمانی کا بیان ہی کہ مین نے متعدد صحابہ سے ملاقات کی ہی سب کہتے تھے کہ کل چیزین تقدیر سے وجود مین آئی ہین[۴]، ابن دیلمی کہتے ہین کہ میرے دل مین مسئلہ تقدیر کے متعلق خدشہ پیدا ہوا، انھون نے حضرت ابی بن کعبؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو انھون نے کہا کہ خدا کی راہ مین کوہ احد کے برابر بھی سونا صرف کردگے تو خدا اسوقت تک قبول نہ کریگا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لاؤگے، اور اگر اس

---

[۱] اسد الغابہ تذکرہ معن بن عدیؓ [۲] اسد الغابہ، تذکرہ حضرت حارث بن مالکؓ، [۳] ترمذی ابواب الزہد صفحہ ۴۱۳ [۴] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۱۰،

عقیدہ کے خلاف تم کو موت آئی تو جہنم مین داخل ہو گے، اسکے بعد وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
حضرت حذیفہ بن الیمانؓ اور زید بن ثابت کے پاس آئے تو سب نے یہی کہا حضرت عبادہ بن الصامتؓ
نے ابو حفصہؓ کو نصیحت کی کہ بیٹے تم کو اسوقت تک حقیقت ایمان کی لذت نہ ملے گی جب تک تمکو
یہ یقین نہ ہو، کہ جو کچھ ہوا اس کا ہونا لازمی تھا، اور جو کچھ نہین ہوا اس کا نہ ہونا ضروری تھا،
اس بنا پر جب کوئی شخص مسئلہ تقدیر کا انکار کرتا تھا تو صحابۂ کرام شدت کے ساتھ اس سے
تحاشی کرتے تھے،

بصرہ مین جب معبد جہنی نے مسئلہ تقدیر کا انکار کیا تو یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمن نے
اس مسئلہ مین صحابۂ کرام کی طرف رجوع کرنا چاہا حسن اتفاق سے ایک سفر حج مین حضرت عبداللہ
ابن عمرؓ سے ملاقات ہو گئی، دونون نے انکو داہین بائین سے گھیر لیا، اور کہا کہ کچھ مسلمان
ایسے پیدا ہو گئے ہین جو تقدیر کے منکر ہین" فرمایا" ان سے ملنا تو کہدینا کہ مین ان سے
الگ ہون، اور وہ مجھ سے الگ ہین، خدا کی قسم جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہ لائین گے، اگر وہ اُحد
کے برابر بھی سونا خیرات کرین گے تو خدا اسکو قبول نہ کریگا"[۲] ان کا ایک دوست شام مین رہتا تھا،
اور باہم اس قدر تعلقات تھے کہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہتا تھا، لیکن یکبار انھون نے اسکو
لکھ بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا ہی کہ تم نے مسئلہ تقدیر کے متعلق کچھ قیل و قال شروع کی ہی، اس لیے
اب خط و کتابت کا سلسلہ بند کر دو کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی کہ میری امت مین کچھ لوگ
پیدا ہو جائین گے جو تقدیر کا انکار کرین گے"[۳]

یہ صرف اعتقاد ہی اعتقاد نہ تھا، بلکہ بعض صحابہ سخت سے سخت مصیبت مین اسی پر
عمل بھی کرتے تھے، طاعون عمواس کے زمانے مین حضرت عمرؓ نے سرغ تک پہنچکر واپس آنا

---

[۱] ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی القدر۔ [۲] مسلم کتاب الایمان باب ما جاء فی الایمان والاسلام و ذکر القدر وغیرہ،
[۳] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۹۰،

چاہا تو حضرت ابو عبیدہ جراحؓ نے فرمایا :-

افرار من قدر اللہ — کیا آپ تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہین،

بولے "کاش تمھارے سوا کوئی دوسرا اختلاف کرتا، ہان تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہین،

مگر تقدیر الٰہی ہی کی طرف"[1]

بصرہ مین طاعون آیا تو کسی نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے کہا کہ "ہم کو مقام وابق

مین لیکر نکل چلیے"، بولے :-

الی اللہ آبق لا الی وابق[2] — خدا کی طرف بھاگون گا نہ کہ وابق کی طرف

---

[1] مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ والکہانۃ ونحوہا [2] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ،

عبادات

(ابواب الطہارۃ)

پنجوقتہ نیا وضو کرنا ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا بڑی پاکی اور بڑے ثواب کا کام ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اول اول رسول اللہ صلعم پر پنجوقتہ نماز کے ساتھ پنجوقتہ وضو بھی فرض کردیا تھا، بعد کو اگرچہ اسکی فرضیت منسوخ ہوگئی لیکن بعض صحابہ عملاً اس کے پابند رہے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ہر نماز نئے وضو کے ساتھ ادا فرماتے تھے[1]۔

ہمیشہ باوضو رہنا بعض صحابہ ہمیشہ باوضو رہتے تھے حضرت عدی بن حاتمؓ کا قول ہے:-

مَا اقیمت الصّلوٰۃ منذ اسلمت — جب سے میں اسلام لایا ہر نماز کے وقت

الا وانا علی وضوءٍ[2]، — باوضو رہتا تھا،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ "کل تم مجھ سے پہلے کیونکر جنت میں داخل ہوگئے؟" بولے "یا رسول اللہ! میرا معمول یہ ہے کہ جب اذان کہتا ہوں تو دو رکعت نماز لازمی طور پر پڑھ لیتا ہوں، اور جس وقت وضو ٹوٹ جاتا ہے، اسی وقت فوراً وضو کر لیتا ہوں[3]۔"

پنجوقتہ مسواک کرنا رسول اللہ صلعم کمال طہارت و نظافت کی وجہ سے پنجوقتہ مسواک کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ "اگر امت پر شاق نہ ہوتا تو میں پنجوقتہ نماز کے ساتھ مسواک کرنیکا بھی حکم دیتا" لیکن صحابہ کرامؓ کے جوش عمل کے سامنے کون سا کام شاق تھا، حضرت زید بن خالدؓ جہنی نے اس شدت

[1] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب السواک۔ [2] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۲۵ [3] اصابہ تذکرۂ حضرت عدی بن حاتمؓ [3] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۸۵ تذکرۂ حضرت بلالؓ۔

کے ساتھ اس کا التزام کیا کہ ہمیشہ قلم کی طرح کان پر مسواک رکھے رہتے تھے،[1]

(ابواب الصلوٰۃ)

نماز پنجگانہ

صحابۂ کرام جس مستعدی و سرگرمی کے ساتھ نماز پنجگانہ ادا فرماتے تھے، اس کے متعلق احادیث میں نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہیں، بخاری میں ہے کہ جب جماعت کھڑی ہوتی تھی تو تمام صحابہ اس تیزی کے ساتھ دوڑتے تھے کہ شور ہو جاتا تھا[2] سخت سے سخت مصروفیت کی حالت میں بھی جب نماز کا وقت آتا تھا تو تمام کاروبار چھوڑ کر سیدھے مسجد کی طرف روانہ ہو جاتے تھے،

حضرت سفیان ثوری سے روایت ہے:-

کانوا یتبایعون ولا یدعون	صحابہ بیع و شرا کرتے تھے، لیکن نماز مفروضہ کو
الصلوات المکتوبات فی الجماعۃ	جماعت کے ساتھ کبھی نہیں چھوڑتے تھے،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ "ایک بار میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا تمام صحابہ دوکانیں بند کر کے مسجد میں چلے گئے، چنانچہ قرآن مجید کی یہ آیت:-

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع	صحابہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت کے
عن ذکر اللہ،	کاروبار خدا کی یاد سے نہیں روکتے،

ان ہی لوگوں کی شان میں نازل ہوئی،[3]

سخت سے سخت تکلیف میں بھی صحابہ کرام کی نماز قضا نہیں ہو سکتی تھی جس دن حضرت عمرؓ کو زخم لگا اسی رات کی صبح کو لوگوں نے نماز فجر کے لیے جگایا تو بولے، "ہاں جو شخص نماز چھوڑ دے اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں"، چنانچہ اسی حالت میں کہ زخم سے مسلسل خون جاری تھا نماز پڑھی[4]

---

[1] ابوداؤد کتاب الطہارت باب السواک [2] بخاری کتاب الاذان باب قول الرجل فاتتنا الصلوٰۃ [3] فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۵۳، [4] موطا امام مالک کتاب الصلوٰۃ باب العمل فیمن غلبہ الدم من جرح او رعاف،

اگر کسی رکاوٹ کی وجہ سے نماز قضا ہو جاتی تو صحابہ کرامؓ کو سخت برہمی پیدا ہوتی، غزوۂ خندق میں حضرت عمرؓ کی نماز عصر قضا ہو گئی تو کفار کو برا بھلا کہتے ہوئے آئے اور کہا کہ "یا رسول اللہؐ سورج غروب ہو رہا ہے اور میں نے اب تک نماز عصر نہیں پڑھی"[۱]،

نماز جمعہ | صحابہ کرامؓ نماز جمعہ کو نہایت اہم سمجھتے تھے، اور اس اہمیت کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتے تھے، اسلام کی تاریخ میں حضرت اسعد بنؓ زرارہ پہلے شخص تھے جنھوں نے مدینہ میں جمعہ کو قائم کیا تھا، اُن کے انتقال کے بعد جب جمعہ کی اذان ہوتی تھی تو حضرت کعب بن مالکؓ ان پر رحمت کی دعا کرتے تھے، اُن کے بیٹے نے ایک روز اس کی وجہ پوچھی تو بولے کہ "وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے ہم کو جمعہ کیلیے جمع کیا، اس وقت ہماری تعداد صرف چالیس تھی"[۲]،

ایک صحابیہ تھیں جو اپنے کھیتوں میں چقندر بو دیا کرتی تھیں، جب جمعہ کا دن آتا تھا تو اس کو پکاتی تھیں، اور جمعہ کے بعد تمام صحابہ کو کھلاتی تھیں[۳]،

تمام صحابہؓ غسل جمعہ کا نہایت اہتمام کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہے کہ غسل جنابت کی طرح غسل جمعہ بھی فرض ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بغیر غسل کیے ہوئے، اور بغیر خوشبو لگائے ہوئے کبھی شریک جمعہ نہیں ہوتے تھے[۴]،

ایک بار حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے کہ اسی حالت میں حضرت عثمانؓ آ گئے، بولے "بھلا یہ کون سا وقت ہے"؟ فرمایا "بازار سے پلٹا تو اذان سنی، اور صرف وضو کر کے چلا آیا" فرمایا یہ بھی قابل اعتراض بات ہے کہ صرف وضو کیا، حالانکہ تمھیں معلوم ہے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلعم غسل کا حکم دیتے تھے[۵]،

---

[۱] بخاری کتاب الصلوٰۃ ابواب صلوٰۃ الخوف باب الصلوٰۃ عند مناھضۃ الحصون ولقاء العدو، [۲] ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ فی القری [۳] بخاری کتاب الجمعہ، باب فی قول اللہ عزوجل "فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ"، [۴] موطائے امام محمد باب الاغتسال یوم الجمعہ و باب وقت الجمعہ وما یستحب من الطیب والدھان للرجل [۵] ایضاً باب الاغتسال یوم الجمعہ،

اگرچہ صحابۂ کرامؓ عموماً پابندیٔ اوقات نماز کا لحاظ رکھتے تھے، لیکن جمعہ کے دن خاص طور پر یہ اہتمام کیا جاتا تھا کہ مسجد کی مغربی دیوار پر ایک چادر تان دیجاتی تھی، اور جب دیوار کا سایہ اس کو پورے طور پر ڈھک لیتا تھا، تو حضرت عمرؓ فوراً نماز کیلیے گھر سے نکل کھڑے ہوتے تھے،[1] عہد نبوت مین اگرچہ جہاد افضل الاعمال سمجھا جاتا تھا، لیکن جمعہ کا شوق اس پر بھی غالب آتا تھا، ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو ایک سریہ مین جانے کا حکم دیا، لیکن اور لوگ تو روانہ ہوگئے وہ ٹھہر گئے، جمعہ کا دن تھا، آپ نے جماعت مین دیکھا تو فرمایا کیون رک گئے؟ بولے "مین نے چاہا کہ آپکے ساتھ جمعہ پڑھ لون تو جاؤن"[2]،

نوافل، اشراق اور صلوٰۃ کسوف صحابۂ کرامؓ جس شوق و مستعدی کے ساتھ نماز مفروضہ ادا فرماتے تھے، اسی طرح نوافل، اشراق، اور صلوٰۃ کسوف وغیرہ بھی پڑھتے تھے، بخاری مین حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے:-

لقد ادرکت کبار اصحاب النبی صلعم یبتدرون السواری عند المغرب[3]	مین نے کبار صحابہ کو دیکھا کہ مغرب کے وقت مسجد کے ستونون کی طرف نماز کیلیے دوڑتے تھے،

اور شراحِ حدیث نے تصریح کی ہے کہ یہ نفل کی نماز ہوتی تھی جس کو مغرب کی نماز شروع ہونے سے پہلے صحابۂ کرام ادا فرماتے تھے، خود اس حدیث مین ہے:-

حتی یخرج النبی صلعم،	یعنی صحابہؓ نفل اس وقت تک پڑھتے تھے جب تک رسول اللہ صلعم امامت کے لیے نکل نہ آئین،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سفر مین ہوتے تھے تو سواری کے

[1] موطاء امام محمد باب وقت الجمعہ وما یستحب من الطیب والدہان، [2] ترمذی ابواب الجمعہ باب ماجاء فی السفر یوم الجمعۃ، [3] بخاری کتاب الصلوٰۃ الی الاسطوانۃ۔

اوپر ہی بیٹھے بیٹھے نفل کی نمازیں پڑھ لیتے تھے، اور اس کو رسول اللہ صلعم کی سنت سمجھتے تھے[۱]،

نماز اشراق اگرچہ رسول اللہ صلعم نے بہت کم پڑھی ہے لیکن بہت سے صحابہ نے اس کا التزام کر لیا تھا، حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ میں نے اگرچہ رسول اللہ صلعم کو کبھی نماز اشراق پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، لیکن میں خود پڑھتی ہوں، کیونکہ آپ بہت سی چیزوں کو پسند فرماتے تھے لیکن اس پر اسلیے عمل نہیں کرتے تھے کہ مبادا امت پر فرض نہ ہوجائے"، حضرت ابو ہریرہ رض اور حضرت ابو الدرداء رض کو آپ نے نماز اشراق کی وصیت فرمائی تھی، اسلیے یہ دونوں بزرگ اسکو کبھی نہیں چھوڑتے تھے[۲]،

چاند اور سورج میں جب گہن لگتا تھا تو تمام صحابہ صلوۃ الکسوف ادا فرماتے تھے، ایک بار مدینہ میں گہن لگا تو حضرت عبد اللہ بن زبیر رض نے دو رکعت نماز پڑھی[۳] ایک بار اور گہن لگا تو حضرت عبد اللہ رض ابن عباس رض نے صفۂ زمزم میں لوگوں کو جمع کیا اور با جماعت نماز ادا فرمائی[۴]،

تہجد و نماز شب | رات جس میں ہم نیند کا لطف اٹھاتے ہیں، اس میں صحابہ کرام رض عبادت الٰہی اور گدازی تہجد میں مصروف رہتے تھے، ایک صحابی نے رات کو نماز میں نہایت بلند آہنگی سے قرأت کی، صبح ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا "خدا اس پر رحم کرے مجھے بہت سی آیتیں یاد دلادیں جنکو میں بھول گیا تھا، ایک بار آپ مسجد میں معتکف تھے، اور صحابہ کرام رض بھی مصروف نماز تھے اور اس قدر بلند آہنگی کے ساتھ قرأت کرتے تھے، کہ آپ نے پردہ اٹھا کر فرمایا "تم میں ہر شخص خدا کے ساتھ سرگوشی کر رہا ہے اتنا نہ چلاؤ کہ ایک سے دوسرے کو تکلیف پہنچے[۵]" حضرت ابو الدرداء رض رات کے اکثر حصے میں نماز پڑھا کرتے تھے، چنانچہ حضرت سلمان فارسی رض نے ان کی بی بی کی شکایت پر اس سے ان کو باز رکھا[۶]،

صحابۂ کرام رض راتوں کو نہ صرف خود نمازیں پڑھتے تھے، بلکہ غیروں بالخصوص اپنے اہل و عیال

---

۱ مسلم کتاب الصلوۃ باب جواز الصلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجہت ۲ ایضاً باب استحباب صلوۃ الضحیٰ ۳ بخاری ابواب صلوۃ الکسوف باب خطبۃ الامام فی الکسوف ۴ بخاری باب صلوۃ الکسوف جماعۃ، ۵ ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت بالقرأۃ ۶ بخاری کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیہ لیفطر فی التطوع،

کو بھی بیدار کرکے شریک نماز کرتے تھے، ایک روز آپ رات کو گھر سے نکلے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ پست آواز کے ساتھ نماز مین قرات کر رہے ہین[1] آگے بڑھے تو حضرت عمرؓ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ نماز مین قرأت کرتے ہوئے نظر آئے، دونون بزرگ آپکے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ "ابوبکرؓ نماز مین تمھاری آواز پست تھی"، بولے کہ "مین جس سے (خدا سے) سرگوشی کر رہا تھا، اس کے کان مین میری آواز پہنچ گئی، حضرت عمرؓ سے ارشاد ہوا کہ "تمھاری آواز نہایت بلند تھی"، بولے کہ "یارسول اللہ[2] مین سونے والون کو جگاتا اور شیطان کو دور کرتا ہون" موطائے امام مالک مین ہے کہ حضرت عمرؓ رات کو نماز پڑھتے تھے تو اخیر شب مین اپنے اہل وعیال کو بھی نماز کے لیے جگاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے تھے،

وامر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا لا نسئلک رزقا نحن نرزقک والعاقبة للتقوی[3]،

حضرت ابوہریرہؓ اور ان کی بی بی اور خادم نے نماز کیلیے رات کے تین حصے کر لیے تھے اور ان مین جب ایک نماز سے فارغ ہو چکتا تھا تو دوسری کو نماز کے لیے جگا دیتا تھا[4]،

یہ ذوق نماز صرف چند صحابہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا، بلکہ عموماً تمام صحابہ مین پایا جاتا تھا، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہین کہ صحابۂ کرامؓ مغرب سے عشا تک بیدار رہ کر نماز مین پڑھتے تھے، چنانچہ خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے:۔

کانوا قلیلا من اللیل	یہ لوگ (عبادت مین مشغول رہنے کے سبب سے)
ما یھجعون[5]،	راتون کو بہت ہی کم سوتے تھے۔

اس مین صحابۂ کرامؓ کو سخت سے سخت تکلیفین برداشت کرنی پڑتی تھین، اول اول سورۂ مزمل

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب رفع الصوت بالقرأۃ فی صلوٰۃ اللیل، [2] موطا کتاب الصلوٰۃ باب فی صلوٰۃ اللیل

[3] بخاری کتاب الاطعمہ باب [4] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب وقت قیام النبی صلعم من اللیل،

کی ابتدائی آیتین نازل ہوئین، تو صحابہ کرام تراویح کی طرح راتون کو نماز پڑھتے تھے، یہانتک کہ پاؤن پھول جاتے تھے[۱]،

قرآن مجید نے صحابہ کرامؓ کی فضیلت کو ان الفاظ مین بیان فرمایا ہی :-

تتجافی جنوبھم عن المضاجع — اُنکے پہلو بستر سے الگ رہتے ہین وہ لوگ

یدعون ربھم خوفا وطمعا — خوف ورجا سے خدا کو پکارتے ہین اور جو کچھ

ومما رزقنٰھم ینفقون، — ہم نے دیا ہی اسمین سے صرف کرتے ہین،

رسول اللہ صلعم کے ساتھ تہجد اور نوافل مین شرکت

رسول اللہ صلعم رات کی نمازون مین لمبی لمبی سورتین مثلاً سورہ بقرہ، آل عمران، مائدہ اور انعام پڑھتے تھے، اور جس قدر وقت قیام مین صرف ہوتا تھا، اتنا ہی وقت رکوع وسجود مین بھی صرف فرماتے تھے، اسلیے اس قدر طویل اور پر سکون نماز مین وہی شخص شریک ہو سکتا تھا جس کا دل شوق عبادت اور شوق اقتداے رسولؐ سے لبریز ہو، صحابہ کرامؓ اسی قسم کا شوق عبادت اور شوق اقتداے رسول رکھتے تھے، اس لیے آپ کے ساتھ شریک نماز ہو کر اس دولت سے بہرہ اندوز ہوتے تھے، چنانچہ حضرت عوف بن مالکؓ ایکبار آپکے ساتھ تہجد مین شریک ہوئے، آپ نے پہلی رکعت مین سورۂ بقرہ اور دوسری مین آل عمران پڑھی اور وہ ذوق عبادت مین کھڑے رہے،

ایک بار حضرت حذیفہؓ کو بھی یہ شرف حاصل ہوا[۲]،

آپ نماز شب مین بقرہ، آل عمران اور نسار کی سورتین پوری پوری پڑھتے اگر کوئی خوف کی آیت آجاتی تو خدا سے دعا کرتے، اور اس سے پناہ مانگتے، اسی طرح اگر کوئی بشارت آمیز آیت آتی تو دعا کرتے، اور اس کی خواہش فرماتے، حضرت عائشہؓ بھی آپ کے ساتھ اس

---

[۱] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب نسخ قیام اللیل وباب فی صلوۃ اللیل [۲] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب یقوم الرجل فی رکوعہ وسجودہ

نماز مین شریک ہتین[1]،

یہ شوق صرف چند صحابہؓ کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ عموماً تمام صحابہ مین پایا جاتا تھا،
ایک بار چند صحابہؓ نے آپ کو شب مین نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور شریک ہوگئے، صبح کو
اور لوگون سے ذکر کیا تو وہ بھی شریک ہوئے اور متصل دو تین شب برابر شریک ہوتے رہے آپ نے
یہ حالت دیکھی تو ایک شب گھر سے نہ نکلے لیکن صحابہ کرامؓ نے مختلف طریقون سے اپنے شوق کا اظہار
کیا، کھانسے کھنکارے، چلائے، اور دروازے پر کنکریان مارین، آپ اندر سے غصہ مین نکلے اور
فرمایا کہ تمھاری ان حرکتون سے مجھے خیال پیدا ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے[2]،
آپ شب مین چٹائی کو گھیر کر حجرے کی صورت پیدا کر لیتے تھے، اور اس مین نماز ادا فرماتے
تھے، صحابہ کرامؓ کو خبر ہوئی تو وہ بھی شریک نماز ہونے لگے، لیکن آپ نے ان کو اس سے روک دیا[3]،
یہ شوق اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچون کا دل بھی اس سے خالی نہ تھا حضرت
عبد اللہ بن عباسؓ عہد نبوت مین نہایت صغیر السن تھے لیکن اس شوق مین ایک رات اپنی خالہ
حضرت میمونہؓ کے پاس سوئے، آدھی رات ہوئی تو آپ نے اٹھ کر پہلے آل عمران کی چند آیتین تلاوت
فرمائین، پھر وضو کر کے نماز شروع کی، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے بھی ان اعمال کی تقلید کی
اور آپ کے پہلو مین کھڑے ہو کر نماز ادا کی[4]،

قیام رمضان | صبح سے شام تک کی بھوک پیاس کے بعد ہم لوگ بمشکل تراویح پڑھنے کے لیے
آمادہ ہوتے ہین، لیکن صحابہ کرامؓ اس کے بھوکے تھے، اس لیے ان کو کبھی اس سے سیری نہین
ہوتی تھی،

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۹۲، [2] بخاری کتاب الصلوۃ باب اذا کان بین الامام وبین القوم حائط او سترۃ
[3] ابو داؤد و باب التطوع ابواب شہر رمضان باب فی فضل التطوع فی البیت، [4] بخاری کتاب الصلوۃ باب صلوۃ اللیل،
[5] ابواب صلوۃ الوتر،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے تراویح ادا فرمائی تو چند صحابہؓ شریک ہوئے، دوسرے روز اس تعداد میں اور اضافہ ہوا لیکن تیسرے روز اس مقصد سے جمع ہوئے تو آپ گھر سے نہ نکلے اور فرمایا کہ "مجھے خوف ہے کہ وہ تم پر کہیں وہ فرض نہ ہو جائے"!

آپ نے ایک بار اخیر رمضان میں تراویح شروع کی اور پہلے دن ثلث شب تک پڑھی، دوسرے دن ناغہ فرما دیا، تیسرے دن آدھی رات تک پڑھی، لیکن ابو ذر غفاریؓ کو اس سے تسکین نہیں ہوئی اور آپ کی خدمت میں گذارش کی کہ کاش آپ اس کو رات بھر ادا فرماتے[1]،

حضرت انیس جہنیؓ صحرا میں رہتے تھے، اس لیے مستقل مسجد نبوی میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، لیکن رسول اللہ صلعم کے حکم سے رمضان کی تیئسویں شب کو صحرا سے آ کر نماز عصر پڑھ کر مسجد میں داخل ہوتے، صبح تک مصروف نماز رہتے اور نماز فجر ادا کر کے صحرا کو روانہ ہو جاتے[2]،

صحابۂ کرام کو تراویح کے ادا کرنے میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی تھیں لیکن ان کے شوق میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی حضرت عمرؓ نے جب تراویح کو باجماعت کر دیا، تو امام ایک ایک رکعت میں سو سو آیتیں پڑھتا تھا، اس لیے صحابۂ کرام کھڑے کھڑے اسقدر تھک جاتے تھے کہ لکڑی کے سہارے کی ضرورت ہوتی تھی، اور سحر کے وقت فارغ ہو کر واپس آتے تھے[3]،

پابندی اوقات نماز نماز اکثر مسلمان پڑھتے ہیں، لیکن ان میں کتنے ہیں جو اوقات نماز کی ٹھیک طور پر پابندی کرتے ہیں، لیکن سخت سے سخت خطرہ اور مستعدی کی حالت میں بھی صحابۂ کرامؓ کی نماز کا وقت فوت نہیں ہو سکتا تھا، ایک صحابی کو رسول اللہ صلعم نے ایک پرخطر کام کیلیے ایک جگہ روانہ فرمایا جب وہ منزل مقصود کے قریب پہنچے تو عصر کا وقت ہو چکا تھا، انھوں نے دل میں کہا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں نماز میں ...... دیر ہو جائے،، اس لیے منزل مقصود کی طرف بڑھتے اشارہ ہی میں نماز پڑھتے

---

[1] ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب فی قیام شہر رمضان، [2] ایضاً باب تفریع ابواب شہر رمضان باب فی لیلۃ القدر، [3] موطائے امام مالک کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی قیام رمضان مع زرقانی شرح موطا،

ہوئے بڑھے[1]، غزوۂ احزاب سے واپسی کے بعد آپ نے صحابہ کو بنو قریظہ کی طرف بھیجا، اور حکم دیا کہ عصر کی نماز جاکر وہین پڑھین، لیکن راستے مین عصر کا وقت آگیا، تو بہت سے صحابہ نے فوراً نماز پڑھائی[2]،

ایک دن ظہر کے بعد کچھ لوگ حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے، وہ اٹھ کر عصر کی نماز پڑھنے لگے، تو ان لوگون نے کہا "آپ نے بڑی عجلت کی"، بولے کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو کہ "یہ منافقین کی نماز ہی، منافقین کی نماز ہی، منافقین کی نماز ہو کہ گھر مین بیٹھے رہتے ہین، اور جب سورج زرد ہونے لگتا ہو تو چار رکعت پڑھ لیتے ہین، اور خدا کو اسمین بہت کم یاد کرتے ہین[3]"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ مکہ مین حجاج کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، لیکن جب اس نے تاخیر کرنا شروع کی، تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا چھوڑ دیا، اور مکہ سے نکل گئے[4]،

پابندی جماعت

صحابہ کرامؓ نماز با جماعت کو نہ صرف ذریعۂ ازدیاد ثواب خیال کرتے تھے بلکہ اسکو اسلام و نفاق اور ایمان و کفر کے درمیان حد فاصل سمجھتے تھے حضرت معاذؓ اپنی قوم کے امام تھے، لیکن ان کا معمول یہ تھا کہ پہلے رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز ادا کر لیتے تھے، پھر اپنی مسجد مین جاکر نماز پڑھاتے تھے، لیکن ایک روز دیر مین واپس آئے اور نماز مین سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کی، ایک کاروباری آدمی تھک کر جماعت سے علحدہ ہو گیا، اور الگ نماز پڑھ لی، تو ایک صحابی نے فوراً کہا کہ تم منافق ہو گئے[5]،

ایک صحابی کہتے ہین کہ نماز با جماعت سے صرف مشہور منافق ہی الگ رہتا تھا، ورنہ بعض لوگون کی حالت یہ تھی کہ وہ دو آدمیون کے سہارے مسجد مین آکر شریک جماعت ہوتے تھے[6]،

اگرچہ رسول اللہ صلعم نے عام حکم دیدیا تھا کہ بارش اور اندھیری مین لوگ اپنے اپنے گھرون

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الطالب [2] بخاری باب صلوۃ الخوف باب صلوۃ الطالب والمطلوب راکباً وایماءً: [3] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب وقت صلوۃ العصر [4] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [5] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب تخفیف الصلوۃ للامر یحدث [6] نسائی کتاب الامامۃ والجماعۃ باب المحافظۃ علی الصلوۃ حیث ینادی بہن،

ہی مین نماز پڑھ لیا کرین، لیکن صحابہ کرامؓ کو آپ کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ ایک دن پانی برس رہا تھا اور سخت اندھیری چھائی ہوئی تھی کہ اسی حالت مین چند صحابہؓ اس غرض سے نکلے کہ چل کے آپکے ساتھ نماز ادا کرین[1]،

ایک صحابی کا گھر مدینہ کے انتہائی کنارے پر تھا لیکن ہر وقت کی نماز رسول اللہ صلعم کے ساتھ پڑھتے تھے، ایک صحابی کو انکی حالت پر رحم آگیا اور کہنے لگے کہ کاش تم ایک گدھا خرید لیتے جو زمین کی تمازت، ٹھوکر، اور سانپ بچھو سے تم کو محفوظ رکھتا، بولے "مین رسول اللہ صلعم کے گھر کے قریب رہنا نہین چاہتا، کیونکہ مجھ کو اپنے ہر نقش قدم کے ثواب کی توقع ہی"،

مدینہ مین قبیلہ بنو سلمہ کا محلہ مسجد سے بہت دور تھا، لیکن وہ لوگ نماز با جماعت کو اس قدر ضروری سمجھتے تھے کہ اپنا محلہ چھوڑ کر مسجد نبوی کے آس پاس آباد ہو جانا چاہا، لیکن چونکہ اس سے ایک محلہ ویران ہوا جاتا تھا آپ نے فرمایا کہ "تم کو ہر اس قدم کا ثواب ملے گا جو مسجد کی جانب اُٹھے گا"[2]،

جماعت کے انتظار مین صحابہ کرام سخت تکلیفین برداشت کرتے تھے، لیکن اس کی پابندی مین کوئی فرق نہین آتا تھا، ایک رات رسول اللہ صلعم کو کوئی کام پیش آگیا، اسلیئے عشاء کی نماز مین بہت تاخیر ہوگئی، یہانتک کہ صحابہ کرامؓ سو گئے لیکن نماز کا روحانی خواب کیونکر بھلایا جا سکتا تھا، پھر جاگے، پھر سوئے، پھر اُٹھے، پھر نیند آگئی، آپ کاشانۂ نبوت سے برآمد ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ آج دنیا مین تمھارے سوا کوئی دوسرا نماز کا انتظار نہین کرتا،،

حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ صحابہ کرامؓ عشاء کا انتظار اتنی دیر تک کرتے تھے کہ نیند کے مارے ان کی گردنین جھک جھک جاتی تھین[3]،

---

[1] ابوداؤد کتاب الادب باب ما یقول اذا اصبح [2] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب الابعد فالابعد من المسجد اعظم اجر،
[3] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من النوم،

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک شب نماز عشا کے لئے رسول اللہ صلعم کا انتظار کر رہے تھے، ایک تہائی رات گذر گئی تو آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ "اگر امت پر شاق نہ گذرتا تو مین اسی وقت نماز عشا ادا کرتا"

ایک دن نماز عشار کے وقت رسول اللہ صلعم کے انتظار مین اس قدر دیر ہوئی کہ بعض صحابہ نے خیال کیا کہ آپ نماز ادا کر چکے اور اب گھر سے نہ نکلین گے، آپ تشریف لائے اور لوگون نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو فرمایا کہ "اس نماز کو اسی وقت پڑھو تم کو تمام امتون پر اسی کی وجہ سے فضیلت ہے، تمھارے پہلے کسی اُمت نے اس نماز کو ادا نہین کیا"[1]

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہم نے نماز عشار کے لیے آدھی رات تک آپ کا انتظار کیا، آپ گھر سے نکلے تو فرمایا کہ "اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ"، ہم لوگ بیٹھ گئے تو ارشاد ہوا کہ "اور لوگ تو نماز پڑھ کر سو گئے، لیکن تمھارے انتظار کی گھڑیان بھی نماز مین داخل تھین"[1]

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور اُن کے رفقائے سفر جب مدینہ آئے، تو بقیع بطحان مین قیام کیا، وہان سے اگرچہ تمام لوگ نماز عشار مین شریک نہین ہو سکتے تھے، تاہم باری باندھ لی تھی، اور اپنی اپنی باری پر لوگ آکر آپ کے ساتھ عشار پڑھتے تھے[2]

نماز مین خشوع و خضوع صحابہ کرامؓ کی نمازون مین نہایت محویت، استغراق، خشوع، خضوع اور تضرع و زاری پائی جاتی تھی حضرت ابو بکرؓ اس خشوع و خضوع کے ساتھ نماز اور قرآن پڑھتے کہ اُن پر شدت سے گریہ طاری ہو جاتا، اور کفار کی عورتون اور بچون پر اسکا اثر پڑتا[3] حضرت عمرؓ نماز مین اس شدت سے روتے کہ پچھلی صف کے لوگ رونے کی آواز سنتے حضرت عبد اللہ بن شدادؓ کا

---

[1] ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب فی وقت العشار الآخرۃ، [2] بخاری کتاب مواقیت الصلوۃ باب فضل العشار،

[3] بخاری کتاب الصلوۃ باب المسجد یکون فی الطریق من غیر ضرر بالناس،

بیان ہو کہ میں باوجودیکہ پچھلی صف میں رہتا تھا، لیکن حضرت عمرؓ کے رونے کی آواز سنتا تھا۔[۱]

حضرت تمیم داریؓ ایک رات تہجد کے لیے کھڑے ہوئے تو صرف ایک آیت یعنی ام حسب الذین اجترحوا السئیات الخ کی قرأت میں صبح کر دی، اسی کو بار بار پڑھتے تھے، رکوع کرتے تھے سجدے میں جاتے تھے، اور روتے تھے،[۲]

سخت سے سخت تکلیف کی حالت میں بھی صحابۂ کرامؓ کی یہ محویت قائم رہتی تھی دو بہادر صحابی ایک پہاڑ کے درّے میں رسول اللہ صلعم کی حراست پر مامور تھے، ان میں ایک بزرگ مصروف نماز ہوئے تو اسی حالت میں ایک انتقام کیش مشرک آیا اور ان کے جسم میں تین تیر لگائے، لیکن انھوں نے نماز کو برابر قائم رکھا، ان کے دوسرے رفیق سو گئے تھے، بیدار ہوئے اور اُن کے خون آلود زخم دیکھے تو کہا "مجھے پہلے ہی کیوں نہیں جگایا" بولے کہ میں نماز میں ایک سورہ پڑھ رہا تھا جس کو ناتمام چھوڑنا مجھ کو پسند نہ آیا۔[۳]

محبوب سے محبوب چیز بھی اگر صحابہ کی حضوری نماز میں خلل انداز ہوتی تو وہ ان کی نگاہ میں مبغوض ہو جاتی، ایک دن حضرت ابو طلحہ انصاریؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، ایک چڑیا اڑتی ہوئی آئی، اور چونکہ باغ بہت گھنا تھا، اور کھجوروں کی شاخیں باہم ملی ہوئی تھیں، پھنس گئی اور نکلنے کی راہیں ڈھونڈھنے لگی، ان کو باغ کی شادابی اور اس کی اچھل کود کا یہ منظر بہت پسند آیا، اور اس کو تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے، پھر نماز کی طرف توجہ کی تو یہ یاد نہ آیا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں، دل میں کہا کہ اس باغ نے یہ فتنہ پیدا کیا، فوراً رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آئے اور واقعہ بیان کرنے کے بعد کہا "یا رسول اللہ صلعم میں اس باغ کو صدقہ کرتا ہوں"۔

۱؎ بخاری کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجماعۃ والامامۃ باب اذا بکی الامام فی الصلوٰۃ، ۲؎ اسد الغابہ تذکرہ حضرت تمیم داریؓ، ۳؎ ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من الدم،

ایک اور صحابی اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے فصل کا زمانہ تھا دیکھا تو کھجوریں پھل سے لدی ہوئی ہیں اس قدر فریفتہ ہوئے کہ نماز کی رکعتیں یاد نہ رہیں نماز سے فارغ ہو کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ "اس باغ کی وجہ سے میں فتنہ میں مبتلا ہو گیا، اس کو اموال صدقہ میں داخل کر لیجیے" چنانچہ انھوں نے اس کو ۵۰ ہزار پر فروخت کیا، اور اس مناسبت سے اس کا نام خمسین پڑ گیا۔[1]

اسی خشوع و خضوع کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے حضرت انسؓ رکوع کے بعد قیام میں دونوں سجدوں کے درمیان اس قدر دیر لگاتے کہ لوگ سمجھتے کہ کچھ بھول گئے ہیں[2] حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نماز کیلیے کھڑے ہوتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ ستون کھڑا ہے، ایک دن رکوع میں اس قدر جھکے رہے کہ ایک شخص نے بقرہ، آل عمران، نسا اور مائدہ جیسی طویل سورتوں کی تلاوت کر ڈالی لیکن انھوں نے اس درمیان میں سر اٹھایا۔[3]

(ابواب الزکوٰۃ)

زکوٰۃ مفروضہ صحابہ کرام اگرچہ سخت مفلس اور نادار تھے، تاہم خدا کی راہ میں وہ اپنا مال سیکڑوں طریقے سے صرف کرتے تھے جہاد کے سامان، اور نومسلموں کی کفالت کے علاوہ صدقہ و خیرات سے کوئی دن خالی نہیں جاتا تھا، زکوٰۃ سب سے مقدم اور ضروری چیز تھی، یعنی غلہ پر الگ، سامان تجارت سے الگ گھوڑوں پر الگ، اونٹوں پر الگ، باغوں پر الگ غرض کوئی چیز ایسی نہ تھی جسمیں خدا کا حق نہ ہوتا، تاہم اس سے وہ نہ گھبراتے تھے نہ تنگدل ہوتے تھے، بلکہ نہایت فیاضی کے ساتھ خدا کے اس حق کو ادا کرتے تھے جب کھجوروں کی فصل تیار ہوتی تو تمام صحابہ زکوٰۃ کی کھجوریں لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت

---

[1] موطا امام مالک کتاب الصلوۃ النظر فی الصلوۃ الی ماشغلک عنہا [2] بخاری کتاب الصلوۃ ابواب صفۃ الصلوۃ باب المکث بین السجدتین [3] اسد الغابہ و اصابہ تذکرہ عبداللہ بن زبیرؓ

میں حاضر ہوتے اور آپ کے گرد کھجوروں کا ڈھیر لگا دیتے،[1]

حضرت عدی بن حاتم رضؓ اپنے قبیلہ[2] کا صدقہ لیکر حاضر ہوئے تو چونکہ اسلام میں یہ پہلا صدقہ تھا، اس لیے اس کو دیکھ کر رسول اللہ صلعم اور صحابہ کے چہرے فرط مسرت سے چمک اٹھے[3] جو لوگ اپنے قبیلہ کی زکوۃ لیکر آتے، رسول اللہ صلعم اُن کے لیے دُعاے خیر فرماتے حضرت ابواوفیؓ اپنی قوم کی زکوۃ لیکر آئے تو آپ نے دعا دی،[3]

اللھم صل علی آل ابی اوفی — خداوندا آل ابی اوفی پر رحمت نازل فرما،

جو لوگ زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجے جاتے صحابہ کرام ہمیشہ ان کو راضی رکھتے، ایکبار رسول اللہ صلعم کی خدمت میں چند بدوؤں نے محصلین زکوۃ کے ظلم کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا، ان کو راضی رکھو حضرت جریر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ جب سے میں نے یہ سُنا میرے پاس سے محصل زکوۃ ہمیشہ خوش گیا[4]

زیور عورتوں کو سب سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں لیکن صحابیاتؓ کو خدا کی مرضی ان سے بھی زیادہ عزیز تھی، ایک بار آپکی خدمت میں ایک صحابیہ اپنی لڑکی کے ساتھ حاضر ہوئیں جس کے ہاتھ میں سونے کے موٹے موٹے کنگن تھے، آپ نے کنگن دیکھ کر فرمایا "کیا تم اس کی زکوۃ دیتی ہو" بولیں "نہیں" فرمایا "کیا تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا قیامت کے دن ان کے بدلے تمھارے ہاتھ میں آگ کے کنگن پہنائے"؟ اُنھوں نے فوراً کنگن آپ کے سامنے ڈالدیے کہ یہ خدا اور خدا کے رسول کے ہیں"[5]

صدقہ فطر ادا کرنا

صدقہ فطر واجب ہے اس لیے صحابہ کرامؓ ہر چھوٹے بڑے غلام آزاد کی طرف سے نہایت التزام کے ساتھ صدقہ فطر ادا فرماتے تھے، یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے غلام نافع کے بچوں بلکہ کافر غلاموں کی جانب سے بھی صدقہ فطر دیتے تھے[6]، رسول اللہ صلعم نے حکم دیا تھا کہ نماز عید سے

---

[1] بخاری کتاب الزکوۃ باب اخذ صدقۃ التمر عند صرام النخل، [2] مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل غفار و اسلم وغیرہا، [3] ابوداود، کتاب الزکوۃ باب الصدق لاہل الصدقۃ، [4] مسلم کتاب الزکوۃ باب رضا السعاۃ، [5] ابوداود کتاب الزکوۃ باب الکنز ماہو و زکوۃ الحلی [6] بخاری مع فتح الباری ابواب صدقۃ الفطر باب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوک،

پہلے صدقہ فطر ادا کر دیا جائے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کرتے تھے کہ دو ایک دن پیشتر ہی صدقہ فطر دیتے تھے[1]، ان ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام صحابہ ایسا کرتے تھے[2] عہد رسالت میں ایک صاع جو یا کھجور یا منقے صدقہ فطر میں دیا جاتا تھا لیکن جب حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں گیہوں کی پیداوار میں اضافہ ہوا تو انھوں نے ان چیزوں کے بجائے نصف صاع گیہوں کر دیا[3] حضرت امیر معاویہؓ کے حکم سے لوگوں نے دو مد شامی گیہوں کے دینے کا التزام کیا[4]

زکوٰۃ کی طرح صدقہ فطر وصول کرنے کے لیے بھی اشخاص مقرر ہوئے تھے، جو اس کو وصول کرکے ایک جگہ جمع کرتے تھے، بخاری کتاب الوکالہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے جو مروی ہے:

وکلنی رسول اللہ صلعم بحفظ زکوٰۃ رمضان	رسول اللہ صلعم نے زکوٰۃ رمضان کا مجھ کو وکیل بنایا،

اس میں زکوٰۃ رمضان سے صدقہ فطر ہی مراد ہے، جو ادا کرنے کے لیے ایک جگہ جمع کیا گیا تھا، اور اس کی حفاظت کے لیے رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوہریرہؓ کو مقرر کیا تھا[5]،

صدقہ وخیرات اگرچہ صحابہ کرامؓ سخت تنگدست تھے، تاہم ان کو تھوڑا بہت جو کچھ ملتا تھا اس کو صدقہ وخیرات کر دیتے تھے، حضرت ابومسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ بازاروں میں جاتے اور حمالی کرتے، محنت و مزدوری میں جو کچھ ملتا، اس کو صدقہ کر دیتے[6]،

حضرت اسماءؓ نے ایک لونڈی فروخت کی اور اس کی قیمت گود میں لیے بیٹھی تھیں کہ انکے

---

[1] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب متی تودی صدقۃ الفطر [2] بخاری ابواب صدقۃ الفطر باب صدقۃ الفطر علی الحر والملوک [3] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب کم یودی فی صدقۃ الفطر، [4] بخاری مع فتح الباری ابواب صدقۃ الفطر باب صدقۃ الفطر علی الحر والملوک [5] بخاری مع فتح الباری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئا، فاجازہ الموکل فھو جائز [6] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرہ،

شوہر حضرت زبیرؓ آئے اور قیمت دیکھ کر کہا "مجھے دیدو" بولیں "میں نے تو اس کو صدقہ کردیا"[1]۔

حضرت حکیم بن حزامؓ زمانہ جاہلیت ہی میں نیک کاموں کے کرنے میں مشہور تھے، اسلام لائے تو زمانہ جاہلیت میں جو جو نیک کام کیے تھے، اسلام میں بھی اسی قسم کے نیک کام کیے، دار الندوہ جو قریش کا ایک قابل فخر یادگار تھا، ان ہی کے قبضہ میں تھا، انھوں نے اس کو حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم پر فروخت کیا اور اس کی کل قیمت خیرات کردی[2]۔

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے اور پانچ ہزار وظیفہ پاتے تھے لیکن جب بیت المال سے وظیفہ کی رقم ملتی تھی تو کل کی کل خیرات کردیتے تھے اور خود اپنے کسب سے روزی پیدا کرتے تھے[3]۔

حضرت زبیر بن عوامؓ کے ہزار غلام تھے وہ کماتے تھے تو کل رقم صدقہ کردیتے تھے، گھر میں ایک حبہ بھی آنے نہیں پاتا تھا[4]۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سرے سے مال کا جمع کرنا ہی ناجائز سمجھتے تھے[5]۔

بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جو چیز صدقہ میں دیدے اسکو دوبارہ نہ خریدے اس لیے حضرت ابن عمرؓ اگر صدقہ کا مال دوبارہ خریدتے تو اسکو اپنی ملک میں نہ رکھتے بلکہ صدقہ کردیتے[6]۔

رسول اللہ صلعم کی ترغیب و تحریص سے صحابہ کرامؓ اور بھی زیادہ صدقہ و خیرات کی طرف مائل ہوجاتے تھے، ایک بار آپ نے خطبہ عید میں صدقہ کی ترغیب دی، عورتوں کا مجمع تھا حضرت بلالؓ دامن پھیلائے ہوئے تھے، اور عورتیں اپنے کان کی بالیاں اور ہاتھ کی انگوٹھیاں پھینکتی جاتی تھیں[7]، ایک بار قبیلہ مضر کے بہت سے فاقہ زدہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان کی حالت دیکھی تو چہرے کا رنگ بدل گیا، اور نماز کے بعد ایک خطبہ دیا جس میں ان پر

[1] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب جواز ارداف المرأۃ الاجنبیہ اذا اعیت فی الطریق۔
[2] اسد الغابہ تذکرہ حکیم بن حزامؓ [3] استیعاب حضرت سلمان فارسیؓ [4] اصابہ تذکرہ حضرت زبیر بن عوامؓ
[5] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب ما ادی زکاتہ فلیس بکنز۔ [6] ایضاً باب ہل یشتری صدقتہ [7] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الخطبہ یوم العید

صدقہ کرنے کی ترغیب دی ایک صحابی کے پاس درہم و دینار کی ایک تھیلی اس قدر وزنی تھی کہ اس کو بشکل اٹھا سکتے تھے، لیکن انھون نے اس کو آپ کے سامنے ڈال دیا، اس کے بعد اور تمام صحابہ نے کپڑے اور غلہ کا ڈھیر لگا دیا[1]،

ایک بار آپ نے دیکھا کہ انصار نے اپنے باغون کے گرد چار دیواریان قایم کردی ہین، حالانکہ پہلے ایسا نہین کرتے تھے، فرمایا کہ "نماز جمعہ کے بعد چلے نہ جانا مین کچھ کہون گا" جب نماز ہوچکی تو تمام انصار منبر کے گرد جمع ہوگئے، آپ نے فرمایا کہ "تم پہلے قوم کا تاوان دیتے تھے، یتیمون کی پرورش کرتے تھے، اور دوسری نیکیان کرتے تھے لیکن جب اسلام آیا تو مال کی اس قدر حفاظت کرتے ہو؟ انسان جو کچھ کھالیتا ہے اس کا ثواب ملتا ہے، اور چڑیا مین جو کچھ کھالیتی ہین اس کا ثواب ملتا ہے" انصار پر اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ پلٹے تو سب نے اپنے اپنے باغ کی دیوارون مین ایک ایک دو دو شگاف کردئیے، کہ ان کا فائدہ سب کو پہنچے[2]،

ایک بار مسجد نبوی مین ایک سائل آیا، آپ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اپنے اپنے کپڑے زمین پر ڈالدین، سب نے اپنے اپنے کپڑے ڈال دیئے، اور ان مین سے آپ نے سائل کو دو کپڑے دیدیئے، پھر آپ نے صدقہ کی ترغیب دی اب خود سائل نے دو کپڑون مین سے ایک کپڑا پھینک دیا[3]،

ایک بار آپ نے فرمایا کہ "آج تم مین کسی نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟" حضرت ابو بکرؓ مسجد مین آئے جہان ان کو ایک سائل ملا، ان کے بیٹے حضرت عبد الرحمانؓ کے ہاتھ مین روٹی کا ایک ٹکڑا تھا ان سے لیکر سائل کو دیدیا[4]،

صحابۂ کرام جو ہر قسم کی چھوٹی بڑی چیز خالصۃً لوجہ اللہ صدقہ مین دیتے اس کو دیکھکر

---

[1] نسائی کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ [2] اسد الغابہ تذکرہ خالد بن صخرؓ [3] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب الرجل یخرج من مالہ [4] ایضاً باب المسألۃ فی المساجد،

(صحابہ) ۱ ص ۷ ج

منافقین طعنہ دیتے، بدگمانی کرتے، لیکن اُن پر اس کا کچھ اثر نہ پڑتا، ایک بار حضرت عبدالرحمن رض بن عوف نے آٹھ ہزار صدقہ میں دیئے تو منافقین نے کہا کہ "یہ ریاکار آدمی ہیں" لیکن ایک صحابی نے ڈول کھینچنے کی اُجرت میں ایک صاع پایا اور اس کو صدقہ میں دیا تو منافقین نے کہا "خدا اس حقیر خیرات سے بے نیاز ہے" اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

والذین یلمزون المطوعین من المومنین فی الصدقات والذین لا یجدون الا جهدهم فیسخرون منهم سخر الله منهم ولهم عذاب الیم ۝ (توبہ)	یہ (منافق ہی تو ہیں کہ) مسلمانوں میں جو لوگ دیا مقدور ہیں اور) خوشدلی سے خیرات کرتے ہیں ان پر (ریاکاری) کا عیب لگاتے ہیں اور جو لوگ اپنی محنت (کی کمائی) کے سوا (زیادہ) کا مقدور نہیں رکھتے (اور اس پر بھی جو میسر آجاتا ہے خدا کی راہ میں دینے کو موجود ہو جاتے ہیں) اُن پر (ناحق کی شیخی کا) عیب لگاتے ہیں، غرض ان (سب) پر ہنستے ہیں۔ جو اللہ ان منافقوں پر ہنستا ہے اور ان کے لئے عذاب دردناک (تیار) ہے۔

مردوں کی جانب سے صدقہ کرنا صحابہ کرام رض نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے مردوں کی جانب سے بھی صدقہ کرتے تھے، اور ان کو اس کا ثواب پہنچاتے تھے حضرت سعد بن عبادہ رض کی والدہ نے انتقال کیا تو اُنھوں نے اُن کی جانب سے بطور صدقہ جاریہ کے ایک کنواں کھدوایا[۲]۔ ایک صحابی کی والدہ نے انتقال کیا تو اُنھوں نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ

[۱] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ مع فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۲۴، [۲] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی فضل سقی الماء،

میری ماں دفعۃً مرگئی اور کوئی وصیت نہیں کی لیکن اگر اس کو بات چیت کرنے کا موقع ملتا تو
صدقہ کرتی، اب اگر میں اسکی جانب سے صدقہ کروں تو اس کو ثواب ملیگا؟ آپ نے فرمایا "ہاں ملیگا" [1]

اعزہ واقارب پر صدقہ کرنا

عام خیال ہے کہ صدقہ وخیرات صرف فقرا ومساکین کے ساتھ مخصوص ہیں لیکن درحقیقت اعزہ واقارب کی اعانت کرنا سب سے بڑا صدقہ ہے، اور سب سے پہلے اسلام نے اس دقیق نکتہ کو بتایا، اور صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا،

حضرت ابوطلحہ رض نے اپنا کنواں بیرحا خدا کی راہ میں وقف کرنا چاہا تو رسول اللہ صلعم کے حکم سے اپنے اعزہ واقارب پر تقسیم کر دیا، ایک بار رسول اللہ صلعم نے عورتوں کو صدقہ وخیرات کی ترغیب دی، تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رض کی بی بی حضرت زینب رض نے اُن سے کہا کہ "تم نادار آدمی ہو رسول اللہ کے پاس جاؤ، اگر آپ اجازت دیں تو میں جو صدقہ کرنا چاہتی ہوں تم ہی پر کروں لیکن حضرت عبد اللہ ابن مسعود رض نے کہا "تمہیں جاؤ"، وہ آئیں تو آستان مبارک پر اسی غرض سے ایک دوسری بی بی موجود تھیں، دونوں بی بیوں نے حضرت بلال رض کے ذریعہ سے دریافت کرایا کہ "دو عورتیں اپنے شوہروں اور چند یتیموں پر جو ان کی کفالت میں ہیں صدقہ کرنا چاہتی ہیں کیا یہ جائز ہے؟" آپ نے فرمایا "ان کو دوہرا ثواب ملیگا، ایک قرابت کا دوسرا صدقہ کا"، ایک بار حضرت ام سلمہ رض نے پوچھا کہ "یا رسول اللہ! میں ابوسلمہ کے لڑکوں کے مصارف برداشت کرتی ہوں کیا مجھ کو اس کا ثواب ملیگا، میں اُن کو چھوڑ نہیں سکتی، کیونکہ وہ میرے لڑکے ہیں"، فرمایا "ہاں تم کو ثواب ملیگا" [2]

ایک صحابیہ نے اپنی ماں کو ایک لونڈی صدقہ دی تھی، ان کا انتقال ہوگیا، تو رسول اللہ صلعم سے اس کی نسبت دریافت کیا، فرمایا "صدقہ کا ثواب تمہیں مل چکا، اور اب وہ لونڈی

---

[1] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب وصول ثواب الصدقۃ عن المیت الیہ [2] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب النفقۃ علی الاقربین والزوج والاولاد والوالدین ولو کانوا مشرکین

تمھاری وراثت مین داخل ہوگئی"[1]

صدقہ دینے پر اصرار | صرف یہی نہین کہ صحابہ کرامؓ صدقہ دیتے تھے بلکہ صدقہ دینے پر اصرار کرتے تھے، ایک بار ایک صحابی انڈے کے برابر سونا لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہا کہ "یا رسول اللہ مین نے اس کو ایک کان مین پایا ہے قبول فرمائیے، یہ صدقہ ہے، اس کے سوا میرے پاس کچھ نہین" آپ نے اعراض فرمایا، پھر داہنے جانب سے آئے اور یہی درخواست کی آپ نے منھ پھیر لیا، پھر بائین جانب سے آئے، آپ نے پھر روگردانی کی، پھر پیچھے سے آئے اب کی بار آپ نے اس کو لیکر ان کی طرف اس زور سے پھینکا کہ اگر ان پر پڑا ہوتا، تو چوٹ آتی اور فرمایا کہ "تم لوگ اپنا تمام سرمایہ صدقہ مین دیدیتے ہو پھر بھیک مانگنے لگتے ہو، بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی انسان کے پاس کچھ مال رہ جائے"[2]

آپ نے ایک بار صدقہ دینے کا حکم دیا، تو ایک صحابی نے کہا "میرے پاس ایک دینار ہے" فرمایا "اس کو اپنے اوپر صدقہ کرو" بولے "ایک دینار اور بھی ہے" فرمایا "اپنے لڑکے پر صدقہ کرو" بولے "ایک اور بھی ہے" فرمایا "اپنی بی بی پر صدقہ کرو" بولے "ایک اور بھی ہے" فرمایا "اپنے خادم پر صدقہ کرو" بولے "ایک اور بھی ہے" فرمایا "اب تمھین سمجھو"[3]

صدقہ دینے مین مسابقت | اسلام نے اگرچہ قماربازی کو حرام کر دیا تاہم صحابہ کرام بازی لگانے سے باز نہین آتے تھے لیکن اس بازی مین جو شخص کامیاب ہوجاتا تھا، اس کے ہاتھ ناجائز مال نہین آتا تھا، بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول آتے تھے،

ایک دن رسول اللہ صلعم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا، حسنِ اتفاق سے اس وقت حضرت عمرؓ کے پاس مال تھا، اُنھون نے دل مین کہا "آج مین ابوبکرؓ سے بازی لیجاؤن گا، نصف مال

[1] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب من تصدق بصدقۃ ثم ورثہا۔ [2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب الرجل یخرج من مالہ [3] ایضاً باب فی صلۃ الرحم،

لیکر حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا، کچھ اہل و عیال کے لیے بھی رکھا ہے" بولے "اسی قدر، اسی اثنا میں حضرت ابوبکرؓ اپنا کل سرمایہ لیکر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا، اہل و عیال کیلیے کیا چھوڑا" بولے "اللہ اور اللہ کا رسول"۔ اب حضرت عمرؓ نے کہا "میں تم سے کبھی بازی نہ لیجا سکونگا"۔[1]

اخفاء صدقہ | صدقہ و خیرات اگرچہ ہر حال میں نیکی کا کام ہے، لیکن چھپا کر صدقہ دینا اور بھی افضل ہے اس لیے قرآن مجید میں آیا ہے :-

ان تبدوا الصدقات فنعما ھی وان — اگر علانیہ صدقہ دو تو یہ بھی بہتر ہے لیکن اگر چھپا کر

تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فھو خیر لکم — دو تو یہ اور بھی اچھا ہے،

اس لیے بعض صحابہ مخفی طور پر صدقہ دینا زیادہ پسند کرتے تھے، چنانچہ جب یہ آیت

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما — تم نیکی کو اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک

تحبون، — اپنے محبوب ترین مال کو خیرات نہ کرو،

یا یہ آیت :-

من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا — وہ کون ہے جو خدا کو اچھا قرض دے،

نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ انصاریؓ نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ "اگر ممکن ہوتا تو میں اپنے فلاں باغ کو صدقہ میں دیتا، اور اس کو بالکل مخفی رکھتا اسکا اعلان نہ کرتا"،[2]

بہترین مال کا انفاق | ہم ہیں کہ صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ میں ادنیٰ درجہ کی چیز بھی نہیں دیسکتے لیکن صحابہ کرامؓ ان میں ہمیشہ اپنا بہترین مال صرف کرتے تھے جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :-

لن تنالوا البر حتی تنفقوا — تم لوگ جب تک اپنا بہترین مال نہ خیرات کرو

مما تحبون — نیکی کو نہیں پا سکتے،

---

[1] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب الرخصۃ فی ذالک۔ [2] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۴۱،

توحضرت ابوطلحہؓ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین آئے اور کہا "یا رسول اللہ خدا کہتا ہی کہ جب تک تم لوگ اپنا بہترین مال خیرات نہ کروگے نیکی کو نہ پاؤ گے، میرا محبوب ترین مال بیرحا ہی جسکو مین خدا کی راہ مین صدقہ کرتا ہون اور خدا سے اس کے ثواب کی امید کرتا ہون[۱]"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا معمول تھا کہ ان کو اپنی چیز جو پسند آتی اس کو خدا کی راہ مین دیدیتے، ایک بار سفر حج مین تھے، اونٹنی کی چال پسند آئی، تو اس سے اتر گئے اور اپنے غلام نافع سے کہا کہ اسکو قربانی کے جانورون مین داخل کرلو[۲]

اگرچہ رسول اللہ صلعم نے مصدقین زکوٰۃ کو حکم دیا تھا کہ زکوٰۃ مین مال کا بہترین حصہ لین، لیکن صحابہ کرامؓ بخوشی اپنے مال کا بہترین حصہ دیتے تھے، ایک صحابی نے ایک محصل زکوٰۃ کو اپنی بہترین اونٹنی دی، لیکن اس نے لینے سے انکار کیا، تو کہا کہ "میری خواہش ہے کہ آپ میرا بہترین اونٹ لین" پھر اس سے کم درجہ کی اونٹنی دی، لیکن اس نے اب بھی انکار کیا، بالآخر اس سے بھی کم درجہ کی اونٹنی لینے پر راضی ہوا۔

ایک دن ایک صحابی پہاڑ کے درے مین بکریان چرا رہے تھے، دو مصدقین زکوٰۃ آئے اور کہا کہ "ہم کو رسول اللہ صلعم نے تمھاری بکریون کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا ہے" بولے "مجھکو کیا دینا پڑیگا؟" انھون نے کہا "ایک بکری" انھون نے ایک نہایت فربہ گابھن بکری دی تو بولے کہ "ہم اس کو نہین لے سکتے، آپ نے ہم کو اس سے منع فرمایا ہے"

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت ابی بن کعبؓ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا، وہ ایک صحابی کے پاس آئے اور انھون نے اپنے تمام اونٹ حاضر کر دیئے، وہ سب کا جائزہ لیکر بولے کہ "تم کو صرف ایک بچہ دینا ہوگا" بولے "نہ تو وہ سواری کے قابل ہی، نہ دودھ دیتا ہے، یہ

[۱] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الاقارب [۲] طبقات ابن سعد و اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

جوان فربہ اونٹنی حاضر ہے"، بولے "جب تک مجھ کو حکم نہ دیا جائے میں اس کو قبول نہیں کر سکتا
رسول اللہ صلعم تم سے قریب ہی ہیں، اگر تم چاہو تو خود آپ کی خدمت میں اس اونٹنی کو پیش کر سکتے
ہو، اگر آپ نے قبول فرما لیا تو میں بھی قبول کر لوں گا"، وہ اونٹنی لیکر حاضر خدمت ہوئے اور
عرض کی کہ "یا نبی اللہ میرے پاس صدقہ وصول کرنے کے لیے آپ کا محصل آیا، اور آج سے پہلے
رسول اللہ یا رسول اللہ کا کوئی محصل میرے پاس صدقہ وصول کرنے کے لیے نہیں آیا تھا میں نے
اپنے تمام اونٹ اس کے سامنے حاضر کر دیئے، تو اس نے کہا کہ "تم پر صرف ایک بچہ فرض ہے" لیکن
وہ نہ تو دودھ دیتا تھا، نہ سواری کے قابل تھا، اس لیے میں نے اس کو جوان اور فربہ اونٹنی
دی لیکن اس نے انکار کر دیا، اب میں اس کو آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں" آپ نے ارشاد فرمایا
"فرض تو تم پر وہی ہے، اس سے زیادہ دو تو صدقہ ہوگا، اور ہم اس کو قبول کر لیں گے" انھوں نے کہا
"تو یہ حاضر ہے"، آپ نے اس کے قبول کرنے کی اجازت دی اور ان کے مال میں برکت کی دعا فرمائی[۱]،

(ابواب الصیام)

صوم رمضان | رمضان کے روزے فرض ہوئے تو ابتدا میں عشاء کے بعد کھانا پینا حرام ہو جاتا
تھا، اس پابندی کی وجہ سے اگرچہ بعض اوقات صحابہؓ کو سخت زحمتیں برداشت کرنی پڑیں لیکن
با این ہمہ انھوں نے روزہ رکھنے میں کبھی سہل انگاری سے کام نہیں لیا، ایک دن رمضان
کے مہینے میں حضرت صرمہ بن قیسؓ انصاری نے بی بی سے کھانا مانگا، سو اتفاق سے گھر میں کچھ
نہ تھا، وہ باہر گئیں کہ کھانے پینے کی کوئی چیز تلاش کر کے لائیں، لیکن اس اثنا میں ان کی آنکھ
لگ گئی اور کھانا نہ کھا سکے، صبح کو پھر روزہ رکھے ہوئے کام دھندے کے لیے نکل گئے، دو دن کا
متصل فاقہ، اس پر کام کی محنت، دوپہر ہوئی تو بھوک کی شدت سے بیہوش ہو گئے[۲]

---

[۱] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی زکوٰۃ السائمۃ، [۲] ابوداؤد کتاب الصیام باب مبدء فرض الصیام،

اگر کسی غلطی سے صحابہ کرامؓ کا روزہ ٹوٹ جاتا تو اُن پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا، ایک صحابی نے رمضان میں دن کو اپنی بی بی سے مباشرت کرلی، ان کو اس قدر رنج ہوا کہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں بال نوچتے ہوئے، سینہ کوبی کرتے ہوئے آئے، اور کہا کہ میں ہلاک ہوگیا،[1]

سفر میں روزہ رکھنا

حالت سفر میں اگرچہ روزہ رکھنا فرض نہیں ہے، تاہم صحابہ کرامؓ اس حالت میں بھی سخت سے سخت تکلیف برداشت کرتے، لیکن افطار کرنا پسند نہ کرتے، ایک صحابی نے سفر میں روزہ رکھا تو دھوپ کی شدت سے محفوظ رکھنے کے لیے لوگوں نے اُن کے سر پر چادر تان دی، رسول اللہ صلعم نے اُن کے گرد لوگوں کا ہجوم دیکھا تو فرمایا، سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں۔[2]

رسول اللہ صلعم ایک سفر میں تھے، دھوپ اس قدر تیز تھی کہ لوگ اس کی شدت سے سروں پر ہاتھ رکھتے تھے، لیکن اس حالت میں بھی حضرت عبداللہ بن رواحہ روزے سے تھے،[3]

ایک بار صحابہ کرامؓ ایک نہایت گرم دن میں سفر کر رہے تھے، ان میں جو لوگ روزے سے تھے منزل پر پہنچکر ضعف سے گر پڑے اور بے روزہ داروں نے خیمے وغیرہ کھڑے کیے،[4]

رسول اللہ صلعم نے مکہ کا سفر کیا تو تمام صحابہ روزہ سے تھے، منزل پر پہنچکر فرمایا کہ "تم لوگ دشمن کے قریب پہنچ گئے، اور افطار تمہارے لیے ازدیاد قوت کا سبب ہوگا" اس پر بھی بہت سے صحابہ نے روزہ افطار نہیں کیا، دوسری منزل آئی تو آپ نے اور بھی تاکید کے ساتھ افطار کی ترغیب دی، اب تمام صحابہ نے روزہ توڑ دیا،[5]

صوم عاشورا

رمضان کے روزوں کے علاوہ صحابہ کرامؓ اور بھی مختلف قسم کے روزے رکھتے تھے، اول اول عاشورا کا روزہ فرض تھا، اس لیے عاشورا کی صبح کو رسول اللہ صلعم منادی کرادیتے کہ

---

[1] موطا امام مالک کتاب الصیام باب من افطر فی رمضان، [2] ابوداؤد کتاب الصیام باب اختیار الفطر [3] بخاری کتاب الصوم باب اذا صام ایاما من رمضان ثم سافر [4] مسلم کتاب الصوم باب جواز الصوم والفطر فی شہر رمضان للمسافر [5] ایضاً باب اجر المفطر فی السفر اذا تولی العمل،

جن لوگون نے روزہ رکھا ہے وہ اپنے روزے پورے کرلین، اور جو لوگ کھا پی چکے ہین، وہ بقیہ دن کا روزہ رکھین" اس اعلان کے بعد صحابۂ کرامؓ نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ نہ صرف خود روزے رکھتے بلکہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچون سے بھی روزے رکھواتے اور جب بچے کھانے کے لیے روتے تو بہلانے کے لیے اُن کو رنگین اون کی گڑیان دیدیتے،[1] فرضیتِ صوم رمضان کے بعد اگرچہ یہ روزہ فرض نہین رہا، تاہم بعض صحابہ نے اس کو قائم رکھا، ایک بار حضرت معاویہؓ نے مدینہ مین خطبہ دیا، جس مین فرمایا، کہ "اس دن کا روزہ اگرچہ فرض نہین ہے تاہم مین روزے سے ہون، جس کا جی چاہے روزہ رکھے جس کا جی چاہے افطار کرلے"[2]

صوم داؤدی حضرت عبداللہ بن عمرؓ و صائم الدہر رہا کرتے تھے، رسول اللہ صلعم نے ان کو منع فرمایا، اور کہا کہ "ہر مہینہ مین صرف تین دن رکھا کرو"، لیکن اُن کے شوق کو اس سے کیا تسکین ہوسکتی تھی؟ بولے "مجھ مین اس سے زیادہ طاقت ہے" ارشاد ہوا تو صوم داؤدی کا التزام کرلو، یعنی ایک دن کا ناغہ دیکر دوسرے دن کا روزہ رکھو"[3]

صوم وصال رسول اللہ صلعم متصل کئی کئی دن کے روزے رکھتے تھے، آپ کو دیکھ کر صحابۂ کرامؓ نے بھی متصل روزے رکھنے شروع کیے، لیکن آپ نے صحابہ کو روکدیا، اور فرمایا میری حالت تم سے مختلف ہے، مجھ کو خدا کھلاتا پلاتا ہے،[4] تاہم بعض صحابہ صوم وصال کے پابند تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ متصل ایک ایک ہفتہ کا روزہ رکھا کرتے تھے،[5]

دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزے رسول اللہ صلعم ان دونون دنون کے روزے رکھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ "ان دونون دنون مین اللہ تعالے کے سامنے بندون کے اعمال پیش کیے جاتے ہین" بعض صحابہ

---

[1] مسلم کتاب الصوم باب من اکل فی عاشورا فلیکف بقیۃ یومہ [2] ایضاً باب صوم یوم عاشورا [3] مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شہر [4] ایضاً باب النہی عن الوصال فی الصوم [5] اسد الغابہ تذکرہ ابن زبیر

نے بھی اس کا التزام کرلیا تھا، چنانچہ ایک دن حضرت اسامہؓ وادی قریٰ کو گئے، اور ان دنون کے روزے رکھے، غلام نے کہا "آپ تو بڈھے ہین، اِن دنون مین کیون روزہ رکھتے ہین" بولے "رسول اللہ صلعم ان دنون کے روزے رکھا کرتے تھے"[1]،

ایام بیض کے روزے

رسول اللہ صلعم ایام بیض یعنی ہر مہینے کی تیرھوین، چودھوین اور پندرھوین کے روزے رکھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ "یہ روزے صوم دہر کے مثل ہین" صحابۂ کرامؓ کو بھی یہی حکم تھا[2]،

صائم الدہر رہنا

ایک صحابی ایک سال آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر واپس چلے گئے، دوسرے سال پھر حاضر خدمت ہوے تو صورت اس قدر بدل گئی تھی کہ آپ نے اُن کو نہین پہچانا، اس بنا پر انھون نے خود اپنا تعارف کرایا، اور کہا کہ "مین وہی شخص ہون جو پہلے سال آیا تھا"، فرمایا تمھارا کیا حال ہوگیا؟ تمھاری صورت تو اچھی خاصی تھی" بولے "جب سے آپ سے جدا ہوا ہون رات کے سوا دن کو کبھی کھانا نہین کھایا"، لیکن آپ نے ان کو اس سے منع فرمایا[3]، باایہمہ بہت سے صحابہ ہمیشہ روزے سے رہتے تھے، حضرت ابوامامہؓ نے متعدد غزوات مین رسول اللہ صلعم سے بار بار دعاے شہادت کی درخواست کی، لیکن آپ نے سلامتی کی دعا فرمائی، اخیر مین عرض کی کہ "اچھا یہ نہی تو کسی ایسے عمل کی ہدایت فرمائیے کہ خدا مجھے اُس سے نفع دے" آپ نے روزے کا حکم دیا اور انھون نے متصل روزے رکھنے کا التزام کرلیا، خادم اور بی بی نے بھی اِس عمل صالح مین شرکت کی، اور روزہ اُن کے گھر کی امتیازی علامت ہوگئی، اگر کسی دن ان کے گھر مین دُھوان اٹھتا یا آگ جلائی جاتی تو لوگ سمجھتے، کہ آج ان کے گھر مین کوئی مہمان آیا ہے[4]، ورنہ اس گھر مین دن کا کھانا کیونکر پک سکتا تھا،

---

[1] ابوداؤد کتاب الصوم باب فی صوم الاثنین والخمیس [2] ایضاً باب فی صوم الثلاث من کل شہر [3] ابوداؤد کتاب الصیام باب فی صوم اشہر الحرام [4] مسند جلد ۵ صفحہ ۲۵۵،

حضرت زید بن سہل رضؓ عہدِ رسالت میں غزوات کی شرکت کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکتے تھے، اس لیے رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا تو اس کی تلافی کرنا شروع کی اور ۴۰ برس تک متصل روزے رکھے، اور عید کے سوا کہ اُس دن روزہ رکھنا حرام ہے کبھی بے روزہ نہ رہے[۱]،

حضرت حمزہ بن عُمرو الاسلمی رضؓ بھی ہمیشہ روزے سے رہتے تھے[۲]،

نفل کے روزے رکھنا

حضرت ابو الدرداؓ کو نفل کے روزہ کا اس قدر شوق تھا کہ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ آج گھر میں کچھ کھانے کو نہیں ہے تو کہتے کہ "میں آج روزے سے ہوں" حضرت ابو طلحہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت حذیفہؓ، اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا بھی یہی حال تھا[۳]،

بعض صحابیہ نفل کے روزے رکھتی تھیں، جس سے ان کے شوہر کو تکلیف ہوتی تھی اُنھوں نے روکا تو ان کو سخت ناگوار ہوا، اور رسول اللہ صلعم کی خدمت میں جا کر شکایت کی لیکن آپ نے حکم دیا کہ کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نفل کا روزہ نہیں رکھ سکتی[۴]،

مُردوں کی جانب سے روزہ رکھنا

صحابۂ کرامؓ نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے مُردوں کی جانب سے بھی روزے رکھتے تھے، ایک صحابی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا اور اس پر پورے مہینے کے روزے فرض تھے، کیا میں ان کو پورا کر دوں؟" آپ نے فرمایا "ہاں[۵]"

بچوں سے روزہ رکھوانا

صحابۂ کرامؓ نہ صرف خود روزہ رکھتے تھے بلکہ اپنے بچوں سے بھی روزہ رکھواتے تھے، اوپر گذر چکا ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلعم نے صوم عاشورا کے لیے منادی کروائی تو صحابہ

---

[۱] اسد الغابہ تذکرہ حضرت زید بن سہل رضؓ، [۲] مسلم کتاب الصوم باب التخییر فی الصوم والفطر فی السفر [۳] بخاری کتاب الصوم باب اذا نوی بالنہار صوما، [۴] ابو داؤد کتاب الصیام باب المراۃ تصوم بغیر اذن زوجہا، [۵] بخاری کتاب الصوم باب من مات وعلیہ صوم،

کرامؓ نے خود روزہ رکھا اور بچون سے بھی روزے رکھوائے، ایک بار حضرت عمرؓ نے رمضان مین ایک بدمست کو یہ کہہ کر سزا دی کہ "ہمارے بچے روزے رکھتے ہین اور تمھارا یہ حال ہی، افسوس"[۱]

اعتکاف ایک بار رسول اللہ صلعم نے رمضان کے آخری عشرہ مین اعتکاف کیا، تو تمام صحابہؓ بھی آپ کے ساتھ معتکف ہوئے[۲]

ازواج مطہرات کو اعتکاف کا اس قدر شوق تھا کہ ایک بار رسول اللہ صلعم نے اعتکاف کے لیے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا، حضرت عائشہؓ نے دیکھا تو اپنا خیمہ الگ نصب کروایا، اُنکی دیکھا دیکھی تمام ازواج مطہراتؓ نے خیمے نصب کرائے، آپ نے دیکھا تو اپنے ساتھ ازواج مطہرات کے خیمے بھی گروا دیئے[۳]، کہ اس سے آپ کے سکون و جمعیت خاطر مین فرق آتا تھا،

حضرت عمرؓ نے زمانۂ جاہلیت مین اعتکاف کی نذر مانی تھی، اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلعم سے اس کے پورا کرنے کی اجازت چاہی، آپ نے اجازت دی تو انھون نے اُس نذر کو پورا کیا[۴]،

(ابواب الحج)

حج فرائض اسلام مین اگرچہ حج تمام عمر مین صرف ایکبار فرض ہی، لیکن بعض صحابہ تقریباً ہر سال فریضۂ حج ادا فرماتے تھے، ایک بار حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلعم سے جہاد کی اجازت چاہی تو فرمایا "بہترین جہاد حج مبرور ہے"، اس کے بعد وہ کبھی حج کو چھوڑنا نہین چاہتی تھین[۵]، حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ مین فرمایا کہ "جب تم جہاد سے فارغ ہو تو حج کے لیے کجاوے کسو کہ حج بھی ایک جہاد ہے[۶]"،

---

[۱] بخاری کتاب الصوم باب صوم الصبیان [۲] مسلم کتاب الصوم باب فضل لیلۃ القدر [۳] ابوداؤد کتاب الصیام باب فی الاعتکاف [۴] ایضاً باب المعتکف یعود المریض [۵] بخاری کتاب الحج باب حج النساء [۶] بخاری مع فتح الباری کتاب الحج باب الحج علی الرحل

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سخت سے سخت خطرے کی حالت مین بھی حج کو قضا نہین فرماتے تھے، حجاج اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے درمیان جنگ شروع ہوئی اور خود مکہ محاصرہ مین آگیا تو انھون نے اس حالت مین بھی سفر حج کرنا چاہا، صاحبزادے نے روکا تو بولے کہ "ہمارے سامنے رسول اللہ صلعم کا نمونہ موجود ہے، آپ حج کے لیے چلے تو کفار نے روکدیا، اگر مجھے بھی روکا جائیگا تو مین بھی وہی کرون گا جو رسول اللہ صلعم نے کیا[1]"

صحابۂ کرام جس ذوق و شوق سے حج کرتے تھے اس کا مؤثر منظر حجۃ الوداع مین دنیا کو نظر آیا تھا، رسول اللہ صلعم نے اعلان حج کیا تو مدینہ مین کثرت صحابہ جمع ہوئے حضرت اسماء بنت عمیسؓ اگرچہ حاملہ تھین، اور اسی سفر مین بہ مقام ذوالحلیفہ ان کو وضع حمل بھی ہوگیا، تاہم وہ بھی شریک سفر ہوئین، آپ مقام بیداء مین پہنچے تو صحابہ کا اس قدر ازدحام ہوا کہ دائین بائین آگے پیچھے آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے[2]،

تمام خلفاء اپنے زمانۂ خلافت مین بالالتزام حج کرتے تھے، اور خود امیر الحاج ہوتے تھے، حضرت عثمانؓ کی مدت خلافت دس برس ہے اور اس مدت مین اُنھون نے متصل دس سال حج کیے، اخیر سال جب لوگون نے اُن کا محاصرہ کرلیا تو خود نہ جاسکے لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو امیر الحاج بناکر بھیجا[3]،

اسلام نے اگرچہ رہبانیت کو باطل کردیا تھا، تاہم بعض صحابہ فریضۂ حج کے ادا کرنے مین طرح طرح کا التزام مالایلزم کرتے تھے، ایک صحابیہ نے خانۂ کعبہ تک پاپیادہ جانے کی نذرمانی اور رسول اللہ صلعم سے دریافت کرایا، تو آپ نے کہا "پاپیادہ بھی چلین اور سوار بھی ہولین"، آپ نے ایک بوڑھے صحابی کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹون کے سہارے پاپیادہ چل رہے ہین،

---

[1] بخاری کتاب الحج باب طواف القارن۔ [2] مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلعم، [3] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت عثمانؓ،

فرمایا کیا معاملہ ہے؟ معلوم ہوا کہ پاپیادہ حج کرنے کی منت مانی ہے، آپ نے سوار ہونے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ "خدا اُس کی جان کو عذاب مین ڈالنے سے بے نیاز ہے[۱]"

اگر کسی معذوری سے حج کے فوت ہوجانے کا اندیشہ ہوجاتا تھا تو صحابۂ کرام کو سخت صدمہ ہوتا تھا، حجۃ الوداع مین حضرت عائشہ رضہ کو ضرورت نسوانی سے معذوری ہوگئی، رسول اللہ صلعم کا گذر ہوا تو دیکھا کہ رو رہی ہین، فرمایا کیا ماجرا ہے؟ بولین کہ "کاش مین اس سال حج نہ کرتی" فرمایا "سبحان اللہ، یہ تو فطری چیز ہی، تمام مناسک ادا کرو، صرف خانۂ کعبہ کا طواف نہ کرو[۲]"

باپ ماں کی طرف سے حج کرنا

صحابۂ کرام نہ صرف خود بلکہ اپنے ماں باپ کی جانب سے بھی حج ادا کرتے تھے، حجۃ الوداع کے زمانہ مین ایک صحابیہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین، اور کہا کہ میرے باپ پر حج فرض ہوگیا ہی، لیکن وہ بڑھاپے کی وجہ سے سواری پر بیٹھ نہین سکتے، کیا مین اُن کی جانب سے حج ادا کردون"؟ آپ نے اُن کو اس کی اجازت دیدی[۳]،

ایک صحابیہ کی ماں کا انتقال ہوچکا تھا، وہ آپ کی خدمت مین آئین اور کہا کہ میری ماں نے کبھی حج نہین کیا کیا مین اُن کی جانب سے اس فرض کو ادا کردون"؟ آپنے اُن کو بھی اجازت دیدی[۴]،

عمرہ

بعض صحابہ عمرہ کو فرض سمجھتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضہ کا خیال تھا کہ حج کی طرح عمرہ بھی ہر شخص پر فرض ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضہ اس کی فرضیت پر یہ استدلال کرتے تھے کہ قرآن مجید مین حج اور عمرہ دونون کا حکم ایک ساتھ آیا ہے،

اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰہِ[۵]

خدا کے لیے حج اور عمرہ کو پورا کرو،

بہرحال عمرہ فرض ہو یا نہ ہو، لیکن صحابۂ کرام رضہ اس کو نہایت پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے اور

---

[۱] بخاری کتاب الحج باب من نذر المشی الی الکعبۃ، [۲] ابوداؤد کتاب المناسک باب فی افراد الحج [۳] بخاری کتاب الحج باب وجوب الحج وفضلہ [۴] مسلم کتاب الصوم باب قضاء الصیام عن المیت، [۵] بخاری ابواب العمرۃ باب وجوب العمرۃ وفضلہا،

جب وہ فوت ہوجاتا تھا، تو ان کو سخت قلق ہوتا تھا، حجۃ الوداع کے زمانے مین رسول اللہ صلعم نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رض رو رہی ہین، وجہ پوچھی تو بولین کہ مین ضرورت نسوانی سے معذور ہون، لوگ دو دو فرض (حج اور عمرہ) کا ثواب لیکر جاتے ہین اور مین صرف ایک کا۔" فرمایا۔ کوئی حرج نہین، خدا تم کو عمرہ کا ثواب بھی عطا فرمائیگا، چنانچہ آپ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رض کو ساتھ کردیا، اور مقام تنعیم مین جاکر انھون نے عمرہ کا احرام باندھا، اور آدھی رات کو فارغ ہوکر آئین، [۱]

قربانی کرنا صحابہ کرام رض نہایت پابندی اور نہایت شوق کے ساتھ قربانی کرتے تھے، ایک بار حضرت ابو کباش رض تجارت کی غرض سے کچھ بکریون کے بچے لائے لیکن کسی نے نہین پوچھا، وہ حضرت ابوہریرہ رض سے ملے اور اس کے جواز و عدم جواز کے متعلق دریافت کیا تو انھون نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے:-

ونعمت الاضحیۃ الجذع، بکری کا بچہ قربانی کے لیے کس قدر موزون ہے،

یہ سننا تھا کہ صحابہ نے ہاتھون ہاتھ گلے کو خرید لیا، [۲]

ایک بار حضرت اسود بن ہلال رض مدینہ مین بہت سے اونٹ لیکر آئے، مسجد مین گئے تو دیکھا کہ حضرت عمر رض تقریر کررہے ہین اور لوگون کو حج کرنے اور ہدی لیجانے کی ترغیب دے رہے ہین، وہ مسجد سے نکلے تو ہر شخص نے ایک ایک اونٹ خرید لیا، اور وہ مالا مال ہوگئے، [۳]

(ابواب الجہاد)

شوق جہاد اسلام کے فرایض و اعمال مین جہاد سب سے زیادہ سخت ہے، لیکن صحابہ کرام رض کو جہاد کا اس قدر شوق تھا کہ حضرت زبیر رسول اللہ صلعم کے زمانہ سے حضرت عثمان رض کے عہد تک، برابر جہاد ہی مین مشغول رہے ہے، [۴]

---

[۱] بخاری ابواب العمرۃ کتاب الحج، [۲] ترمذی کتاب الاضاحی باب فی الجذع من الضان فی الاضاحی [۳] طبقات ابن سعد تذکرہ اسود بن ہلال رض، [۴] بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا و میتا،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے شرکت جہاد کے لیے عام منادی کرائی، ایک صحابی نہایت بوڑھے تھے اور خدمت کے لیے اُن کے پاس کوئی خادم بھی نہ تھا، تاہم اس قدر شوق جہاد رکھتے تھے کہ شریک جہاد ہوسکے اور خدمت کے لیے تین دینار کی اجرت پر ایک شخص کو ساتھ لیتے گئے،[۱]

بی بی اور جائداد سب کو عزیز ہوتے ہیں، لیکن شوقِ جہاد نے بعض صحابہ نے ان کو بھی الگ کردیا تھا حضرت سعد بن ہشامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دیدی اور مدینہ آیا کہ وہاں کی جائداد کو بیچ کر ہتھیار خریدوں اور جہاد کروں لیکن چند صحابہ ملے اور انھوں نے کہا کہ ہم میں بھی چھ شخصوں نے یہی ارادہ کیا تھا لیکن رسول اللہ صلعم نے منع فرمادیا،[۲]

شوق شہادت

عہد نبوت میں شہادت ایک ابدی زندگی خیال کی جاتی تھی، اس لیے ہر شخص اس آب حیات کا پیاسا رہتا تھا حضرت ام ورقہ بنت نوفلؓ ایک صحابیہ تھیں جب بدر کا معرکہ پیش آیا تو اُنھوں نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں عرض کی کہ "مجھ کو شریک جہاد ہونیکی اجازت عطا فرمایئے میں مریضوں کی تیمارداری کرونگی، شاید مجھے درجۂ شہادت حاصل ہوجائے، لیکن آپ نے فرمایا "گھر ہی میں رہو، خدا تمھیں وہیں شہادت دیگا" یہ معجزانہ پیشینگوئی کیونکر غلط ہوسکتی تھی؛ انھون نے ایک لونڈی اور ایک غلام مدبر[۳] کیے تھے جنھوں نے ان کو شہید کردیا کہ جلد آزاد ہوجائیں،[۴]

رسول اللہ صلعم پر ایک بدو ایمان لایا اور آپ کے ساتھ ہجرت کرنے پر آمادگی ظاہر کی لیکن آپ نے اس کو بعض صحابہؓ کے سپرد کردیا، جن کے اونٹ وہ چرایا کرتا تھا، لیکن جب ایک غزوہ میں مال غنیمت ہاتھ آیا، اور آپ نے اُس کا بھی حصہ لگایا، تو اس نے کہا "میں اس لیے ایمان نہیں لایا تھا میں اس لیے حلقۂ اسلام میں داخل ہوا ہوں کہ میرے حلق میں تیر لگے اور میں شہید ہوکر جنت میں

---

[۱] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الرجل یغزو باجیر لیخدم، [۲] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی صلوٰۃ اللیل، [۳] مدبر ان غلاموں کو کہتے ہیں جن سے آقا یہ کہدے کہ اس کی موت کے بعد آزاد ہوجائیں گے، [۴] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ النساء،

داخل ہون" تھوڑی دیر کے بعد معرکہ کا زور گرم ہوا تو وہ ٹھیک حلق پر تیر کھا کر شہید ہوا صحابۂ کرام
لاش کو آپ کے سامنے لائے، تو آپ نے فرمایا کہ "اس نے خدا کی تصدیق کی، تو خدا نے بھی اسکی
تصدیق کی" یہ کہکر خود اپنا جبہ کفن کے لیے عنایت فرمایا[1]

غزوۂ احد مین ایک صحابی نے آپ سے پوچھا "اگر مین شہید ہو جاؤن تو میرا ٹھکانا کہان
ہوگا؟" ارشاد ہوا کہ "جنت مین" کھجورین ہاتھ مین تھین، ان کو پھینکا اور لڑکر شہید ہوئے،

غزوۂ بدر مین جب مشرکین کہ قریب آ گئے تو آپ نے صحابۂ کرامؓ کی طرف خطاب کرکے فرمایا
"اٹھو اور وہ جنت لو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے" حضرت عمیر بن الحمام الانصاریؓ
نے کہا "یا رسول اللہؐ آسمان و زمین کے برابر" ارشاد ہوا "ہان" بولے "واہ واہ" فرمایا "واہ واہ
کیون کہتے ہو؟" بولے "صرف اس امید مین کہ شاید مین بھی اس مین داخل ہو سکون" ارشاد ہوا کہ "تم
داخل ہو گئے" اس سوال و جواب کے بعد اُنھون نے جھولی سے کھجورین نکالین اور کھانے لگے
پھر شوق شہادت نے جوش مارا، اور بولے کہ "اتنا توقف بھی جسمین یہ کھجورین کھا سکون میرے لیے
بہت ہے" یہ کہہ کر کھجورون کو پھینکا میدان مین گئے، لڑے اور شہید ہوئے،

حضرت انسؓ کے چچا غزوۂ بدر مین شریک نہ ہو سکتے تھے، اس لیے ہمیشہ یہ کانٹا ان کے
دل مین کھٹکا کرتا تھا، غزوۂ احد پیش آیا تو اس مین اس جانبازی کے ساتھ لڑکر شہید ہوئے کہ
ان کی بہن کا بیان ہے کہ تیر، نیزے اور تلوار کے اسی زخم سے زیادہ جسم پر تھے، مین نے
صرف انگلیون سے ان کو پہچانا،

ایک بار ایک صحابی نے معرکۂ جنگ مین یہ روایت کی کہ "جنت کے دروازے تلوار
کے سایہ کے نیچے ہین" ایک صحابی اٹھے اور کہا تم نے اس کو رسول اللہ صلعم سے سنا ہے؟" بولے

[1] نسائی کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی الشہداء

"ہاں" وہ وہاں سے اُٹھ کر اپنے رفقا کے پاس آئے، اور سلام کرکے اُن سے رخصت ہوئے، تلوار کا میان توڑ کر پھینک دیا، اور دشمن کی صف میں گھس کر لڑے اور شہید ہوئے[1]،

حضرت عبداللہ بن ثابت رضؓ کو طاعون ہوا، رسول اللہ صلعم عیادت کے لیے تشریف لائے تو آثارِ موت طاری ہو چکے تھے، عورتیں رونے پیٹنے لگیں، اُن کی صاحبزادی روتی تھیں اور کہتی تھیں کہ "مجھے تو توقع یہ تھی کہ آپ شہید ہوں گے، آپ نے جہاد کا سامان مکمل بھی کرلیا تھا، آپ نے فرمایا "ان کو نیت کا ثواب مل چکا"[2]،

حضرت عمرو بن الجموح رضؓ ایک بوڑھے اور لنگڑے صحابی تھے، غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلعم نے لنگڑاپن کی وجہ سے ان کو مدینہ ہی میں چھوڑ دیا تھا، لیکن غزوۂ اُحد میں اُنھوں نے بیٹوں سے کہا کہ "مجھے میدان جہاد میں جانے دو"، سب نے کہا "آپ کو تو رسول اللہ صلعم نے معاف کردیا ہے" بولے "افسوس تم نے مجھے بدر میں جنت سے محروم رکھا اور اب اُحد میں بھی محروم رکھنا چاہتے ہو"؟ یہ کہہ کر روانہ ہوئے، جب لڑائی کا وقت آیا تو بولے "یا رسول اللہ! اگر میں شہید ہو جاؤں تو اسی طرح لنگڑاتا ہوا جنت میں پہنچ جاؤں گا" ارشاد ہوا "ہاں" یہ سن کر آگے بڑھے لڑے اور شہید ہوئے[3]

خلوص فی الجہاد صحابہ کرامؓ کے فضائل ومناقب میں خلوص سب سے زیادہ نمایاں چیز ہے، حضرت ولید بن ولید رضؓ غزوۂ بدر میں گرفتار ہوئے اور فدیہ دیکر رہائی پائی[4]، فدیہ ادا کرنے کے بعد مکہ کو روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ تک پہنچ کر واپس گئے اور اسلام لائے، اس پر ان کے بھائی خالد نے کہا کہ "اگر اسلام ہی لانا تھا تو فدیہ دینے سے پہلے ہی اسلام لاتے کہ فدیہ سے بچ جاتے"، بولے "میں اس لیے فدیہ دینے کے بعد اسلام لایا کہ قریش یہ نہ کہیں کہ فدیہ سے بچنے کیلیے اسلام قبول کیا ہے"[5]۔

جہاد میں اس خلوص کا اظہار اور بھی شدت سے ہوتا تھا، حضرت عمرو بن اُقیش رضؓ غزوۂ اُحد کے

---

[1] مسلم کتاب الامارۃ باب ثبوت الجنۃ للشہید [2] ابوداؤد کتاب الجنائز باب فضل من مات فی الطاعون [3] اسد الغابہ تذکرہ سلیم مولی عمرو بن الجموح [4] طبقات ابن سعد تذکرہ ولید بن ولید،

کے زمانہ تک کافر تھے، احد کا معرکہ پیش آیا تو اللہ تعالی نے ان کو بھی ہدایت دی اور گھر مین آکر کہا کہ "میرے چچازاد بھائی کہان ہین؟ فلان کہان ہین؟ فلان کہان ہی"؟ لوگون نے احد کا نام لیا تو زرہ پہن کر گھوڑے پر سوار ہوے اور احد کا راستہ لیا صحابۂ کرام نے دیکھا تو کہا کہ "ہم سے الگ رہو"، بولے کہ مین تو ایمان لا چکا" یہ کہہ کر کفار پر حملہ شروع کر دیا، اور زخمی ہو کر گھر واپس آئے حضرت سعد بن معاذؓ نے ان کی بہن سے پچھوایا کہ جہاد کی شرکت حمیت قومی کے لیے تھی یا خدا کی راہ مین بولے "صرف خدا اور رسولؐ کی حمایت کیلئے"[1]۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کی شرکت کے لیے منادی کرائی تو حضرت واثلہ بن اسقعؓ تمام مدینہ مین پکارتے پھرے کہ کون اس شخص کو سواری دیتا ہی جو اپنی غنیمت کا حصہ اس کے صلے مین دینے کیلیے تیار ہے؟ ایک بڈھے انصاری نے جواب دیا کہ "مین دیتا ہون"، وہ راضی ہو گئے، اور ان کے ساتھ چل کھڑے ہوئے، مال غنیمت تقسیم ہوا تو ان کے حصہ مین چند نوجوان اونٹیان آئین اور اُنھون نے اونٹیون کو لاکر انصاری بزرگ کے سامنے کھڑا کر دیا، بولے "ذرا ادھر اودھر پھرا کے تو دکھاؤ"، اُنھون نے ان کو آگے بڑھایا، پھر پیچھے ہٹایا، دیکھ بھال کے بولے "نہایت عمدہ ہین"، اُنھون نے کہا "شرط کے موافق تو یہ آپ ہی کی ہین"، بولے "اپنی اونٹنیان لیجاؤ ہمارا مقصود تمھارا یہ حصہ نہ تھا، بلکہ اور کچھ تھا"[2] یعنی ثواب جہاد مین شرکت

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی من یسلم ویقتل مکانہ فی سبیل اللہ تعالی، [2] ابوداؤد کتاب الجہاد، باب الرجل یکری دابتہ علی النصف او السہم،

عمل بالقرآن

آج ہر مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہی عقائد، احکام، اخلاق، معاش اور معاد کے متعلق تمام آیتین اس کی نگاہ سے گذرتی ہین، لیکن چونکہ دل سے اثر پذیری کا مادہ مفقود ہو چکا ہی، اس لیے کانون پر جون بھی نہین رینگتی، لیکن صحابہ کرامؓ کی حالت اس سے بالکل مختلف تھی، ان پر قرآن مجید کی ایک ایک آیت کا اثر پڑتا تھا، اور اس شدت کے ساتھ پڑتا تھا کہ اُس کے خوف سے ہمیشہ کانپتے رہتے تھے،

ایک سفر مین حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلعم سے بار بار ایک سوال کیا، جواب نہ ملا تو آگے نکل گئے، اور دل مین خوف پیدا ہوا کہ کہین ان کے بارے مین کوئی آیت نہ نازل ہو جائے تھوڑی دیر کے بعد دربار نبوت سے پکار ہوئی، وہ گھبرا گئے کہ آیت نازل ہو گئی، حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے یہ آیت سنائی :-

انا فتحنا لك فتحا مبینا[1]	ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح دی،

رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا تو تمام صحابہ سخت اضطراب مین مبتلا تھے، حضرت عمرؓ کو آپ کے وصال کا یقین ہی نہین آتا تھا، لیکن جب حضرت ابو بکرؓ نے خطبہ دیا، اور اس مین یہ آیت

وما محمد الا رسول قد خلت	محمد صلعم صرف پیغمبر ہین اور ان کے پیغمبر بہت
من قبله الرسل، الخ	پیغمبر گذر چکے ہین،

---

[1] بخاری کتاب المغازی غزوۃ الحدیبیہ،

پڑھی تو صحابہؓ پر یہ اثر ہوا کہ گویا یہ آیت اس سے پیشتر نازل ہی نہیں ہوئی تھی، تمام صحابہ نے اس کو ازبر کرلیا اور سب کے سب اسکو پڑھنے لگے حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ "جب مین نے ابوبکر سے اس آیت کو سُنا تو زمین میرے پاؤن کے نیچے سے نکل گئی، اور مین زمین پر گر پڑا[1]"،

حضرت سعدؓ غزوۂ بدر مین ایک تلوار لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا کہ "آج دشمن کے خون سے خدا نے میرے کلیجہ کو ٹھنڈا کیا ہے، اس لیے یہ تلوار مجھے عطا فرمائیے" ارشاد ہوا کہ "یہ نہ تمھاری ہی نہ میری" وہ دل مین یہ کہتے ہوے چلے گئے کہ "یہ اس کو دیجائیگی جس نے مجھ جیسا مردانہ کام نہین کیا ہی" تھوڑی دیر کے بعد آپکا قاصد آیا، وہ گھبرائے کہ میری اس گفتگو پر کہین کوئی آیت تو نہین نازل ہوئی، آپکی خدمت مین آئے تو آپنے یہ آیت سنائی،

یسئلونک عن الانفال	لوگ تم سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے
قل الانفال للہ و	ہین، کہہ دو مال غنیمت تو خدا اور
الرسول،	رسولؐ کا ہے

اور فرمایا کہ "خدا نے یہ تلوار مجھ کو دی ہے، مگر مین تم کو دیتا ہون[2]"،

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا بیان ہی کہ عہد نبوت مین ہم لوگ اس خوف کے مارے عورتون سے ہنسی خوشی کی باتین نہین کرتے تھے کہ مبادا اس بارے مین کوئی آیت نازل نہ ہو جائے، لیکن آپ کے وصال کے بعد یہ مہر خموشی ٹوٹ گئی[3]،

ایک دن رسول اللہ صلعم خانۂ کعبہ کی دیوار کے سایہ مین بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابوذر غفاریؓ آگئے تو آپ نے اُن کو دیکھ کر فرمایا ھُم الاخسرون یعنی وہ لوگ گھاٹے مین ہین، وہ گھبرا گئے کہ میرے بارے مین کوئی آیت تو نازل نہین ہوئی[4]،

---

[1] بخاری جلد ۲ باب مرض النبی صلعم و وفاتہ [2] سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی النفل، [3] سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ذکر وفاتہ و دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم و بخاری کتاب النکاح، [4] نسائی کتاب الزکوٰۃ باب التغلیظ فی حبس الزکوٰۃ،

ایک بار آپ نے نماز صبح کے بعد فرمایا کہ "فلان قبیلے کا کوئی شخص موجود ہی؟" کسی نے جواب نہین دیا، دوسری بار اسی فقرہ کا اعادہ کیا، تو ایک شخص اُٹھا، آپ نے فرمایا کہ پہلی بار کیون نہین اُٹھے؟" بولا مجھے خوف پیدا ہوا کہ اس قبیلے کے متعلق کوئی آیت تو نہین نازل ہوئی، بالخصوص جن آیتون مین کسی فعل پر عذاب کی دھمکی دیجاتی تھی صحابہ کرامؓ ان سے اور بھی خوف زدہ ہوتے تھے، چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی :-

والذین یکنزون الذھب والفضۃ	جو لوگ چاندی اور سونا جمع کرتے ہین، اور
ولاینفقونھا فی سبیل اللہ	اس کو خدا کی راہ مین صرف نہین کرتے انکو
فبشرھم بعذاب الیم،	سخت عذاب کی بشارت دو،

تو تمام صحابہ پر گویا ایک مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا حضرت عمرؓ نے صحابہ کی بدحواسی کا یہ عالم دیکھ کر کہا مین تمھاری مشکل کو حل کرتا ہون" چنانچہ آپکی خدمت مین آئے اور کہا کہ "آپکے اصحاب پر یہ آیت نہایت گران گذری ہی،" آپ نے فرمایا "خدانے زکوٰۃ صرف اس لیے فرض کی ہی کہ تمھارے بقیہ مال کو اُس کے ذریعہ سے پاک کرے اور میراث اس لیے مقرر کی ہی کہ بعد کی نسل کے ہاتھ آئے" اس پر حضرت عمرؓ نے نعرہ مارا،[۲]

عہد رسالت مین حضرت مالکؓ بن ثعلبہ ایک دولتمند صحابی تھے، ایک دن رسول اللہ صلعم اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے :-

والذین یکنزون الذھب	جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہین اُن پر
والفضۃ الخ	یہ عذاب ہوگا،

اتفاق سے حضرت مالکؓ کا گذر ہوا تو آیت سُن کر ان پر غشی طاری ہوگئی، ہوش مین آئے تو

---

[۱] اسد الغابہ تذکرہ وہب و الدعثمان بن وہب، [۲] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی حقوق المال، روایت مین پوری آیت نہین ہے،

خدمتِ مبارک مین حاضر ہوکر عرض کی کہ "یا رسول اللہ میرے باپ مان آپ پر قربان، کیا یہ آیت اُن لوگون کی شان مین نازل ہوئی ہے جو سونا چاندی جمع کرتے ہین؟" ارشاد ہوا "ہان"، بولے "شام ہونے تک مالک کے پاس ایک درہم اور ایک دینار نہ ہوگا" چنانچہ شام تک اُنھون نے اپنی کل دولت خیرات کردی[1]،

ایک بار حضرت عائشہ رضؓ نے آپ سے فرمایا کہ قرآن مجید کی یہ آیت نہایت سخت ہی،

من یعمل سوءً یجز بہ — جو شخص ذرا بھی برائی کریگا اسکو اس کا بدلا دیا جائیگا'

ارشاد ہوا کہ "عائشہ تم کو یہ خبر نہین کہ مسلمان کے پاؤن مین اگر ایک کانٹا بھی چبھ جاتا ہی تو وہ اُس کے اعمال بد کا بدلا ہوتا ہی[2]"،

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی،

ان تبدو ا ما فی انفسکم — اپنے دل کی باتون کو ظاہر کرو۔ یا چھپاؤ خدا

او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ — تم سے اُن کا حساب لے گا،

تو تمام صحابہ آپ کی خدمت مین حاضر ہوے اور گھٹنون کے بل بیٹھکر عرض کی کہ "یا رسول اللہ نماز روزہ جہاد اور صدقہ کی تو ہم طاقت رکھتے ہین، لیکن اس آیت کے متحمل نہین ہو سکتے"، چنانچہ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی :-

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا[3] — خدا ہر شخص کو بقدر استطاعت تکلیف دیتا ہے

جب یہ آیت نازل ہوئی،

الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم — جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ

بظلم اولٰئک لھم الامن وھم — مخلوط نہین کیا، ان ہی کے لیے امن ہے، اور

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ مالک بن ثعلبہ [2] ابوداؤد کتاب الجنائز باب امراض المکفرۃ للذنوب [3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب فی قولہ ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ ۔ ہم نے روایت کی پوری آیتون کو نقل نہین کیا ہے،

مُهتَدُون، — وہی ہدایت یافتہ ہیں،

تو تمام صحابہ پریشان ہو گئے، اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم میں کون ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا، فرمایا "ظلم سے شرک مراد ہے"[1]

اس اثر پذیری کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ احکام قرآنیہ پر عمل کرنے کے لیے شدت کے ساتھ تیار ہو جاتے تھے، جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :-

لن تنالوا البر حتی تنفقوا — تم لوگ جب تک اپنی محبوب ترین چیزوں کو

مما تحبون — نہ صرف کرو گے نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے"

تو حضرت ابو طلحہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "خدا ہمارا مال مانگتا ہے، آپ گواہ رہیے کہ اریحا میں میری جو زمین ہے میں اس کے نام پر وقف کرتا ہوں"، لیکن آپ نے فرمایا کہ "اس کو اپنے رشتہ داروں پر تقسیم کر دو"[2]

حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ نے حضرت سالمؓ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا، اور زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق ان کو حقیقی بیٹوں کے حقوق حاصل ہو گئے تھے، لیکن جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ادعوھم لآبائھم الخ تو ان کی بی بی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ "ہم سالم کو اپنا لڑکا سمجھتے تھے اور وہ ہمارے ساتھ گھر میں رہتے تھے، اور ان سے کوئی پردہ نہ تھا، لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ کا کیا حکم ہے"؟ فرمایا کہ "ان کو دودھ پلا دو"، چنانچہ دودھ پلانے سے وہ ان کے رضاعی بیٹے کے مثل ہو گئے،[3]

سحری کے متعلق جب یہ آیت نازل ہوئی :-

کلوا واشربوا حتی — اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ رات کی کالی

---

[1] ترمذی ابواب تفسیر القرآن تفسیر سورہ انعام [2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی صلۃ الرحم [3] ابوداؤد کتاب النکاح، باب فی من حرم بہ

يتبين لكم الخيط الابيض	دھاری سے صبح کی سفید دھاری تم کو صاف
من الخيط الاسود،	دکھائی دینے لگے،

تو حضرت عدی بن حاتم ایک سیاہ اور سفید دھاگا سرہانے رکھ کر سوئے اور دیکھا کہ دونوں ممتاز ہوتے ہیں یا نہیں؟ کچھ پتہ نہ چلا، تو رسول اللہ صلعم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا، عجب سادہ لوح ہو، اس سے رات دن یعنی رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی مراد ہے[۵]۔

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :-

لا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل	اپنے مال باہم ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ، مگر یہ
الا ان تكون تجارة عن تراض منكم	کہ تم میں رضامندی کے ساتھ تجارت ہو،

تو یہ حالت ہوگئی کہ دولت مند لوگ اپنے اعزہ کو شریک طعام کرنا چاہتے تھے، مگر وہ لوگ انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ "غربا ہم سے زیادہ مستحق ہیں" چنانچہ سورۂ نور کی ایک دوسری آیت نے اس کو منسوخ کر دیا[۲]،

زمانۂ جاہلیت میں عرب کی عورتیں ڈوپٹہ اوڑھتی تھیں تو سینہ اور سر وغیرہ کھلا رہتا تھا لیکن خداوند تعالیٰ نے اس کے مخالف مسلمان عورتوں کو یہ ہدایت کی[۳] :-

وليضربن بخمرهن على	عورتوں کو چاہیے کہ اپنے ڈوپٹوں کو سینے پر
جيوبهن،	ڈالے رہیں،

اس کا یہ اثر ہوا کہ عورتوں نے اپنے تہ بندوں اور چادروں کو پھاڑ کر ڈوپٹے بنائے، اور اُن سے اپنے سروں کو اسطرح چھپا لیا کہ حضرت عائشہ رضؓ کے قول کے مطابق یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر کوّے بیٹھے ہوئے ہیں[۴]،

---

۱ ابوداؤد کتاب الصیام باب وقت السحور، روایت میں کلمہ او مفتراً نہیں ہے بلکہ ہم نے اضافہ کر دیا ہے ۲ ابوداؤد کتاب الاطعمہ باب نسخ الضیف یاکل من مال غیرہ ۳ تفسیر ابن کثیر تفسیر سورۂ نور ج ۳ ص ۱۸۱ ۴ ابوداؤد کتاب اللباس باب فی قولہ تعالیٰ یدنین علیہن من جلابیبہن

(باقی حاشیہ ص ۹۶ پر)

رسول اللہ صلعم مدینہ تشریف لائے تو لوگ ناپ جوکھ مین سخت خیانت کرتے تھے، اس پر سورہ ویل للمطففین نازل ہوئی، اور اب لوگ دیانت سے کام لینے لگے، [1]

اصحاب صفہ کی معاش کا زیادہ تر دارومدار صحابہ کی فیاضی پر تھا، چنانچہ انصار حسب مقدر کھجور کے خوشے لاکر مسجد مین لٹکا دیتے تھے، یہ لوگ آتے تھے تو چھڑی سے ان کو ہلاتے تھے، جو کھجورین ٹپک پڑتی تھین ان کو کھا لیتے تھے، لیکن ان مین بعض لوگ ایسے بھی تھے، جو سڑے گلے روکھے پھیکے خوشے لاکر لٹکا دیتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی :-

یاایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات	مسلمانو! اپنی بہترین کمائی اور بہترین پیداوار
ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من	سے صدقہ دو، بُرے مال کو خیرات نہ کرو حالانکہ
الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون	(وہی چیز کوئی تم کو دے، تو تم اس کو کبھی نہ لو
ولستم باٰخذیہ الا ان تغمضوا فیہ	مگر چشم پوشی کے ساتھ،

اس کے بعد اس حالت مین انقلاب پیدا ہوگیا، اور تمام لوگ بہترین کھجورین لانے لگے، [2]

جب یہ آیت نازل ہوئی :-

یاایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم	مسلمانو! پیغمبر کی آواز سے اپنی آواز بلند
فوق صوت النبی،	نہ کرو،

تو حضرت عمرؓ آپکے سامنے اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ اُن کی بات سننے مین نہین آتی تھی، [3]

حضرت ثابت بن قیسؓ پر اس آیت کا اور بھی زیادہ سخت اثر ہوا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ بالکل خانہ نشین ہوگئے، ایک روز آپ نے حضرت سعد بن معاذؓ سے فرمایا کہ "وہ کہین بیمار تو نہین

(بقیہ حاشیہ ص ۹۵) وفی قولہ تعالیٰ ولیضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن [1] سنن ابن ماجہ کتاب البیوع باب التوقی فی الکیل والوزن [2] ترمذی ابواب تفسیر القرآن، تفسیر سورۂ بقرہ [3] ترمذی ابواب القرآن تفسیر سورۂ حجرات و بخاری کتاب التفسیر،

ہیں" بولے "میں ان کا پڑوسی ہوں، مجھے کوئی شکایت معلوم نہیں ہوئی"، واپس آ کر ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو بولے کہ "یہ آیت نازل ہوئی ہے، اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں آپ کے سامنے نہایت بلند آہنگی سے گفتگو کرتا تھا، پس میں دوزخی ہو گیا" آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا نہیں وہ جنتی ہیں"[1]

حضرت مسطح حضرت ابوبکرؓ کے رشتہ دار تھے، اس لیے وہ ان کی کفالت کرتے تھے لیکن جب انھوں نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی تو انھوں نے ان کی کفالت سے ہاتھ کھینچ لیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی :۔

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة	تم میں دولتمند لوگ قرابتداروں، مسکینوں
ان یؤتوا اولی القربیٰ والمساکین	اور مجاہدوں کو دینے سے دریغ نہ کریں، اور
والمهاجرین فی سبیل الله ولیعفوا	عفو و درگذر کریں، کیا تم لوگ یہ پسند نہیں کرتے
ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله	کہ خدا تمھاری مغفرت کرے، اور خدا مغفرت
لکم والله غفور رحیم،	کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے،

اور اب حضرت ابوبکرؓ پھر اُن کے مصارف کے کفیل ہو گئے، اور کہا "ہاں مجھے یہی پسند ہے کہ خدا میری مغفرت کرے"[2]

اسلام کے فرائض و اعمال میں جہاد سب سے زیادہ خطرناک ہے، لیکن صحابہ کرام کو قرآن مجید ہی کے اثر نے جہاد پر آمادہ کیا تھا، اور اسی اثر کی بدولت وہ سخت سے سخت جنگی خطرات میں ثابت قدم رہتے تھے،

ایک بار قسطنطنیہ میں رومیوں سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا، رومی بالکل قسطنطنیہ کی دیوار کے متصل صف زن تھے، ایک مسلمان نے جرأت کر کے حملہ شروع کیا تو لوگ پکارے "ہاں ہاں! اپنی

[1] مسلم کتاب الایمان باب مخافة المؤمن ان یحبط عمله و بخاری کتاب التفسیر [2] بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضهن بعضا،

جان کو ہلاکت مین ڈالتے ہو" حضرت ابو ایوب انصاری جو ساتھ تھے، بولے "یہ آیت تو ہم انصار کے بارے مین نازل ہوئی ہی جب اسلام نے قوت حاصل کرلی تو ہم لوگ اپنی معاش کے کام دھندے مین مصروف ہوگئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی :-

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا	اور خدا کی راہ مین خرچ کرو اور اپنے ہاتھون
بایدیکم الی التھلکۃ	اپنے تئین ہلاکت مین نہ ڈالو،

اس لیے اصلی ہلاکت یہ ہے کہ ہم معاش کے کاروبار مین مصروف ہو جائین، اور جہاد کو چھوڑ دین" راوی کا بیان ہی کہ "جب سے یہ آیت نازل ہوئی حضرت ابو ایوب انصاری ہمیشہ مصروف جہاد رہے، یہان تک کہ قسطنطینہ مین شہید ہو کر مدفون ہوئے[1]،

ایک بار جب رومیون نے مسلمانون کے مقابل مین ایک لشکر گران جمع کیا، اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے حضرت عمرؓ کو اس خطرہ کی اطلاع کی تو اُنھون نے اُن کو لکھا کہ "مسلمان بندے پر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے، تو اس کے بعد خدا اس کو دور کردیتا ہے" ایک مشکل دو آسانیون پر غالب نہین آسکتی، خداوند تعالی اپنی کتاب مین لکھتا ہی:

یا ایھا الذین امنوا اصبروا	مسلمانو! مصیبتون پر صبر کرو اور صبر مین کفار
وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم	کا مقابلہ کرو، اور استقلال کے ساتھ جہاد کرو"
تفلحون[2]	اور خدا سے ڈرو یقین ہی کہ تم کامیاب ہو،

جنگ یمامہ مین جب حضرت سالمؓ کو علم عطا کیا جانے لگا تو دوسرون نے کہا کہ "ہم کو آپکے ثابت قدم رہنے کا یقین نہین، اس لیے جھنڈا دوسرے کے ہاتھ مین دینا چاہتے ہین" بولے "تو مین اس حالت مین قرآن مجید کا بدترین حامل ہونگا" چنانچہ اُنھون نے علم کو داہنے ہاتھ

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی قولہ تعالی ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ [2] موطائے امام مالک کتاب الجہاد باب الترغیب فی الجہاد،

مین لیا، لیکن جب وہ کٹ گیا تو بائین ہاتھ مین لیا، وہ بھی کٹ گیا تو علم کو آغوش مین لے لیا، اور یہ آیت پڑھنے لگے:۔

وما محمد الا رسول وکاین من	محمد صرف ایک پیغمبر ہین اور بہت سے پیغمبر گذرے
بنیٍ قتل معہ ربیون	ہین جن کے ساتھ ہوکر بہت سے علماء
کثیرؕ[1]	نے جہاد کیا،

ترغیب جہاد کے متعلق جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو جو لوگ کسی معذوری سے اس مین شریک نہین ہوسکتے تھے، ان کو اس پر سخت افسوس ہوتا تھا، ایک بار حضرت زید بن ثابت رضؓ آپکے پہلو مین بیٹھے ہوے تھے، آپ پر آثار وحی طاری ہوے، افاقہ ہوا تو آپ نے ان کو اس آیت کے لکھ لینے کا حکم دیا:۔

لا یستوی القاعدون من المومنین	خدا کی راہ مین جہاد کرنے والے اور گھر مین
والمجاھدون فی سبیل اللہ، الخ	بیٹھ رہنے والے مسلمان برابر نہین ہوسکتے،

حضرت ابن ام مکتومؓ آنکھون سے معذور تھے اس لیے شریک جہاد نہین ہوسکتے تھے لیکن جب انھون نے مجاہدین کی فضیلت سنی تو بولے کہ "یا رسول اللہ جو لوگ جہاد کی قدرت نہین رکھتے اُن کا کیا مآل ہوگا؟" اب آپ پر دوبارہ آثار وحی طاری ہوے، افاقہ ہوا تو دوبارہ وحی آسمانی نے غیر اولی الضرر (بجز معذور لوگون کے) کا اضافہ کرکے معذور لوگون کو مستثنی کردیا[2]

ایک طرف تو قرآن مجید کا یہ اثر تھا کہ جس طرف چاہتا تھا صحابہ کرامؓ کو جھونک دیتا تھا، دوسری طرف جس چیز سے چاہتا تھا، روک بھی دیتا تھا، ایک بار عیینہ بن حصن

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ سالم مولی ابی حذیفہ اسد الغابہ مین پوری آیتین نقل نہین کی ہین بیچ کی آیتین چھوڑ دی ہین اور ہم نے اسی کا اتباع کیا ہی، [2] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الرخصۃ فی القعود من العذر،

اپنے بھتیجے حر بن قیس کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "آپ ہم کو خوب عطیہ نہیں دیتے، ہمارے درمیان انصاف نہیں کرتے" اس پر حضرت عمرؓ سخت برہم ہوئے اور ان کو سزا دینی چاہی، لیکن حضرت حُر بن قیسؓ نے کہا یا امیرالمومنین خدا نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا تھا:-

خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عند الجاھلین،

درگذر کا شیوہ اختیار کرے اور نیکی کا حکم دے، جاہلوں سے کنارہ کش رہ،

اور یہ بھی ایک جاہل ہے" یہ آیت سن کر حضرت عمرؓ فوراً رک گئے، کیونکہ وہ عموماً

کان وقافا عند کتاب الله[1]،

خدا کی کتاب کے سامنے اسی طرح رک جاتے تھے،

---

[1] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ خذ العفو وامر بالعرف،

اتباعِ سنّت

قرآن مجید کے بعد صحابہ کرام کا محورِ عمل صرف رسول اللہ صلعم کی ذات تھی، اس لیے وہ تمام اعمال مین آپ کی سنت کا اتباع کرتے تھے،

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ جب غسل جنابت فرماتے تو داہین ہاتھ سے بائین ہاتھ پر سات بار پانی ڈالتے، پھر شرمگاہ کو دھوتے، اور ان تمام مراتب کے بعد وضو کرکے تمام جسم پر پانی ڈال کر کہتے کہ رسول اللہ صلعم اسی طرح غسل فرماتے تھے[۱]،

عہد نبوت مین معمول تھا کہ لوگ صدقۂ فطر مین ایک صاع گیہون، یا پنیر یا جو یا کھجور یا منقے دیتے تھے، لیکن اخیر زمانہ مین حضرت امیر معاویہؓ شام سے حج یا عمرہ ادا کرنے کے لیے آئے تو ایک خطبہ مین فرمایا کہ "میرے خیال مین دو مد شامی گیہون کھجور کے ایک صاع کے برابر ہے" اس کے بعد تمام لوگون نے اس طریقہ کو عملاً اختیار کر لیا لیکن حضرت ابو سعید خدریؓ نے عہد نبوت کی سنت کو بدلنا پسند نہین کیا، اور برابر ایک صاع صدقۂ فطر نکالتے رہے[۲]،

حالت سفر مین اگرچہ آپ نے روزہ بھی رکھا ہے اور افطار بھی کیا ہی، تاہم آپ نے زیادہ تر افطار کی ترغیب دی ہی، اس لیے اکثر صحابہ شدت سے اس پر عمل کرتے تھے، ایک بار حضرت ابو بصرہ غفاریؓ رمضان مین مصر سے کشتی مین سوار ہوے، ابھی مصر کے در و دیوار آنکھ سے اوجھل بھی نہ ہوئے تھے کہ کھانا طلب کیا، دسترخوان سامنے آیا تو بعض ہمراہیون نے کہا کہ "آپ مصر کے در و دیوار کو بھی نہین دیکھتے"، بولے "تم سنت نبوی سے اعراض کرتے ہو[۳]"،

---

[۱] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الغسل من الجنابۃ [۲] ایضاً کتاب الزکوٰۃ باب کم یؤدی فی صدقۃ الفطر [۳] ابوداؤد کتاب الصیام باب متی یفطر المسافر اذا خرج ۔

ایک بار حضرت دحیہؓ ابن خلیفہ رمضان مین دمشق کے ایک گاؤن سے دوسرے گاؤن کی طرف روانہ ہوئے، دونون گاؤن مین صرف تین میل کا فاصلہ تھا، لیکن اُنھون نے روزہ توڑ ڈالا اور اُن کے بہت سے ہمراہیون نے بھی روزے توڑ ڈالے لیکن اور لوگون نے اسکو پسند نہ کیا، وہ پلٹے تو فرمایا کہ آج مین نے وہ کچھ دیکھا ہے جس کی نسبت میرا خیال تھا کہ کبھی نہ دیکھون گا، ایک قوم نے سنت نبوی سے اعراض کیا (یعنی روزہ دار لوگ) خداوندا مجھے اب دنیا سے اُٹھا لے[۱]

رسول اللہ صلعم کی سنت کے اتباع مین تمام صحابہ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ خاص طور پر ممتاز تھے، رسول اللہ صلعم جب سفر حج سے واپس آئے تو مسجد کے دروازہ پر ناقہ کو بٹھا کر پہلے دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر گھر کے اندر تشریف لے گئے، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی یہی معمول کر لیا[۲]، وہ کعبہ کے صرف دونون یمانی رکنون کو چھوتے تھے، سبتی جوتے پہنتے تھے، زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے[۳]، اور لوگ چاند دیکھنے کے ساتھ ہی احرام باندھ لیتے تھے، لیکن وہ یوم الترویہ کو احرام باندھتے تھے، ایک شخص نے اُن سے پوچھا کہ صرف آپ ہی کیون ایسا کرتے ہین؟ آپ کے اور اصحاب نہین کرتے" بولے کہ" مین نے رسول اللہ صلعم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے، اس لیے مین بھی اسکو پسند کرتا ہون[۴]" حجۃ الوداع مین آپ نماز عشاء کے بعد تھوڑی دیر تک مقام بطحا مین سو کر مکہ مین داخل ہوئے تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی ہمیشہ اس مقام پر کسی قدر سوتے تھے، پھر مکہ مین داخل ہوتے تھے[۵]، اسی طرح آپ اس سفر مین جہان جہان اُترے تھے یا نماز پڑھی تھی وہ بھی وہان ضرور اُترتے اور نماز پڑھتے تھے،

ایک بار وہ سفر مین تھے، دیکھا کہ کچھ لوگ نفل پڑھ رہے ہین، رفیق سفر سے بولے کہ اگر مجھے نفل

---

[۱] ابوداود کتاب الصیام باب مسیرۃ ما یفطر فیہ [۲] ایضاً کتاب الجہاد باب فی الصلوۃ عند القدوم من السفر، [۳] ایضاً کتاب اللباس باب فی المصبوغ، [۴] ایضاً کتاب المناسک باب وقت الاحرام [۵] ابوداود کتاب المناسک باب التحصیب،

پڑھنا ہوتا تو مین نماز ہی پوری پڑھتا، مین نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ سفر کیا ہے آپ نے دو رکعت سے زیادہ کبھی نہین پڑھی، حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ سفر کیا ہے اُنھون نے بھی دو رکعت سے زیادہ کبھی نہین پڑھی حضرت عمرؓ کے ساتھ سفر کیا ہے، انھون نے بھی دو رکعت سے زیادہ کبھی نہین پڑھی، اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے :-

لقد کان لکم فی رسول اللہ — تمھارے لیے رسول اللہ صلعم ہی کی ذات پاک

اسوۃ حسنۃ[۱]، — مین تقلید کے لیے بہترین مثال ہی"

ایک بار حضرت سعید بن یسارؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ سفر مین تھے، ایک موقع پر اونٹ سے اتر کر پیچھے ٹھہر گئے، فرمایا "تم پیچھے کیون رہ گئے"؟ بولے "وتر پڑھتا تھا"، فرمایا "کیا تمھارے لیے رسول اللہ صلعم کی ذات مین اسوۂ حسنہ نہین ہی؟ آپ اونٹ ہی پر وتر ادا فرماتے تھے[۲]"

وہ صدقۂ فطر اسی پیمانہ کے مطابق ادا فرماتے تھے جس کو رسول اللہ صلعم نے مقرر فرمایا تھا[۳]۔

سنن عادیہ واتفاقیہ کا اتباع اگرچہ ضروری نہین لیکن بعض صحابہ اس کا اتباع بھی کرتے تھے، حضرت ابوالدرداؓ جب کوئی بات کہتے تھے تو مسکرا دیتے تھے، ام الدرداؓ نے کہا کہ "اس عادت کو ترک کر دیجیے، ورنہ لوگ آپ کو احمق بنا دین گے"، بولے "مینے رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہے کہ جب کوئی بات کہتے تھے تو مسکرا دیتے تھے[۴]"

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ سوار ہونے لگے تو رکاب مین بسم اللہ کہہ کر پاؤن رکھا، پشت پر پہنچے تو الحمد للہ کہا، پھر یہ آیت پڑھی سُبْحٰنَ الَّذِی سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مقرنین، وَاِنَّا اِلیٰ رَبِّنَا لمنقلبون، پھر تین بار اَلْحَمْدُ للہ اور تین بار اَللہُ اَکْبَرُ کہا،

---

[۱] ابوداؤد کتاب الصلوۃ ابواب صلوۃ السفر باب التطوع فی السفر [۲] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب ما جاء فی الوتر علی الراحلۃ، [۳] بخاری کتاب الایمان والنذور باب صاع المدینہ ومد النبی صلعم وبرکتہ [۴] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۹۸،

اس کے بعد یہ دعا پڑھی، سُبحَانَکَ اِنّی ظلمت نفسِی فاغفرلی انہ لا یغفر الذنوب اِلَّا انت پھر ہنس پڑے، لوگون نے ہنسنے کی وجہ پوچھی، بولے "ایک بار رسول اللہ صلعم ان ہی پابندیون کے ساتھ سوار ہوئے، اور اخیر مین ہنس پڑے، مین نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب بندہ علم و یقین کے ساتھ یہ دعا کرتا ہی تو خدا اس سے خوش ہوتا ہی[1]"

ایک صحابی آپکی خدمت مین بیعت کیلیے حاضر ہوئے دیکھا کہ آپکی قمیص کا تکمہ کھلا ہوا ہے، آپ کی تقلید مین اُنھون نے بھی عمر بھر قمیص کا تکمہ کھلا رکھا اور اس مین سردی اور گرمی کی کچھ پروا نہ کی،[2]

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب ما یقول الرجل اذا رکب [2] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۵،

محرماتِ شرعیہ سے اجتناب

اکل حرام سے اجتناب

صحابۂ کرامؓ اگرچہ تنگدست اور فاقہ مست تھے لیکن حلال طیب کے سوا اکلِ حرام سے ان کے کام و دہن کبھی آلودہ نہیں ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے غلام نے زمانہ جاہلیت مین فریب آمیز طریقہ پر کہانت کی اور اس کے معاوضہ مین کچھ مال پایا، اور حضرت ابوبکرؓ کو دیدیا، اُنھون نے اُس کو وجہِ معاش مین صرف کردیا، لیکن بعد کو جب معلوم ہوا کہ یہ ناجائز مال تھا تو منہ مین ہاتھ ڈالا، اور پیٹ مین جو کچھ تھا قے کر ڈالا[1]،

ایک بار وہ حالت سفر مین بدوؤن کے ایک خیمہ مین اُترے، اتفاق سے ان بدوؤن مین کسی کی بی بی حاملہ تھی، اور اس سفر مین ایک اور بدّو ساتھ تھا جس نے اس سے کہا کہ "کیا تم اولاد نرینہ چاہتی ہو؟ اگر تم مجھے ایک بکری دو تو تمھارے اولاد نرینہ پیدا ہوگی، اس نے بکری دیدی اور اس نے کاہنون کی طرح کچھ مسجّع فقرے پڑھے، پھر بکری ذبح کی، اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی گوشت کھایا، بعد کو جب معلوم ہوا کہ یہ کسب حرام تھا تو فوراً اُٹھے، اس فعل سے برأت ظاہر کی، اور جو کچھ کھایا تھا قے کر دیا[2]،

اکلِ حرام کی سب سے بدترین قسم یہ ہے کہ مذہب فروشی کی جائے، یہودیون کے مذہب کو اسی نے برباد کردیا تھا، جیسا کہ قرآن مجید مین خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

اشتروا بہ ثمنا قلیلا، یعنی یہودیون نے اس کے عوض مین تھوڑے سے

---

[1] بخاری باب ایام الجاہلیۃ، [2] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۵۱،

دام (یعنی دنیوی فائدے) حاصل کرے،

لیکن صحابۂ کرامؓ کے نزدیک مذہب سب سے زیادہ گران قیمت چیز تھی، اس لیے اُن کے نزدیک دُنیا کی کوئی چیز اس کی قیمت نہیں ہو سکتی تھی، مسلمانوں کو بیت المال سے سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا، ایک شخص نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے پوچھا کہ اس کی نسبت آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا "اس وقت تو لیتے رہو، لیکن جب وہ تمھارے دین کی قیمت بنجائے تو چھوڑ دو[1]"،

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بہت کچھ مال و جائداد دیکر یزید کی بیعت پر آمادہ کرنا چاہا، اور اس غرض سے ان کی خدمت میں حضرت عمرو بن العاصؓ کو بھیجا لیکن انھوں نے کہا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ، اور پھر کبھی نہ آؤ، میرا دین تمھارے دینار و درہم کے معاوضہ میں بک نہیں سکتا، میری صرف یہ خواہش ہے کہ دنیا سے جاؤں تو میرا ہاتھ پاک و صاف ہو[2]"،

یہ صرف مخصوص صحابہ کا حال نہ تھا، بلکہ تمام صحابہ میں یہ فضیلت مشترک طور پر پائی جاتی تھی، چنانچہ بہت سے صحابہ کی تولیت میں بہت سے یتیم بچے تھے، جن کے کھانے پینے کی چیزیں ان کے کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ مخلوط تھیں لیکن جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی[3]:-

ان الذین یاکلون اموال الیتٰمیٰ	جو لوگ ظلماً یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ
ظلماً انما یاکلون فی بطونھم نارا	اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں،

اُن صحابہ نے ان چیزوں کو اپنے کھانے پینے کی چیزوں سے الگ کر دیا، یہانتک کہ ان یتیموں کی یہ چیزیں بعض اوقات فاضل بچ کر خراب ہو جاتی تھیں، لیکن صحابہ کرام ان کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے[4]

زکوٰۃ و صدقہ سے اجتناب اہل استطاعت پر صدقہ و زکوٰۃ کا مال حرام ہے، اس لیے صحابہ کرام اس سے

---

[1] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فی الکانزین للاموال والتغلیظ علیہم، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [3] روایت میں صرف یہ آیت مذکور ہے، بھی ہے ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن، [4] ابوداؤد کتاب الوصایا باب مخالطۃ الیتیم فی الطعام،

شدت کے ساتھ اجتناب کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ کو ایک شخص نے دودھ پلایا جو اُن کو نہایت لذیذ معلوم ہوا، دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں سے لائے ہو؟ بولا کہ میں ایک گھاٹ پر گیا، لوگ صدقے کے اونٹوں کو پانی پلا رہے تھے، سب نے پانی پلا کر میرے لیے دودھ دوہا، جس کو میں نے اپنے مشکیزے میں بھر لیا، اور یہ وہی دودھ ہے، حضرت عمرؓ نے فوراً منہ میں ہاتھ ڈالا اور قے کر دی[۱]،

ایک بار حضرت عبد اللہ بن ارقمؓ نے حضرت ام اسلم عدویؓ سے کہا کہ "مجھے سواری کا ایک اونٹ بتاؤ میں اس کو امیر المومنین سے مانگوں گا"، بولے "ہاں صدقہ کا اونٹ ہے" انھوں نے کہا "کیا تھیں یہ پسند ہے کہ ایک موٹا تازہ آدمی گرمی کے دنوں میں اپنی شرمگاہ کو دھو کر دھوون تھیں پینے کو دے"، وہ برہم ہوئے اور کہا "استغفر اللہ آپ ایسا کہتے ہیں"، بولے تو صدقہ بھی آدمیوں کا میل ہے، جس کو وہ دھو کر اپنے جسم سے الگ کر دیتے ہیں[۲]"،

ایک بار حضرت سلمان فارسیؓ کے غلام نے کہا کہ "مجھے مکاتب بنا لیجیے"، بولے "تھارے پاس کچھ مال ہے" اس نے کہا "نہیں، لوگوں سے مانگ کر بدل کتابت ادا کر دوں گا"، بولے "تم مجھے لوگوں کا دھوون کھلانا چاہتے ہو[۳]"،

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنا ایک غلام اپنی ماں پر صدقہ کر دیا تھا، ایک دن وہ بازار سے گذرے تو ایک شیر دار بکری نظر آئی جو فروخت ہو رہی تھی، چونکہ وہ دودھ سے افطار کرنا پسند کرتے تھے، اس لیے اس غلام سے کہا کہ "اپنی اُجرت کی رقم سے بکری کو خرید لو"، لیکن افطار کے وقت اس بکری کا دودھ سامنے آیا تو بولے کہ "دودھ بکری کا ہے اور بکری غلام کی کمائی کی ہے اور

[۱] موطا کتاب الزکوٰۃ باب ماجاء فی الصدقات والتشدید فیہا، [۲] موطا امام مالک کتاب الجامع باب مایکرہ من الصدقہ [۳] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ،

غلام کو مین نے اپنی مان پر صدقہ کر دیا ہے، اس کو لیجاؤ مجھ کو اس کی ضرورت نہین [1]"۔

حدیث شریف مین آیا ہے کہ بزبان اگر تین دن سے زیادہ مہمان کی ضیافت کرے تو وہ داخل صدقہ ہوگی، اس بنا پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ مکہ مین آتے تھے تو تین دن تک ان کا کھانا حضرت خالد بن اسیدؓ کے یہان سے جو اُن کے رشتہ دار تھے آتا تھا لیکن تین دن کے بعد کہہ دیتے تھے کہ" اب اپنا صدقہ بند کرو"، اور اپنے غلام نافع کو حکم دیتے تھے کہ اب تم اپنے پاس سے اکل و شرب کا انتظام کرو[2]"۔

قتل مسلم سے اجتناب | مسلمانون کا قتل حرام ہے، قرآن مجید مین ہے :-

ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا،

اور جو کسی مسلمان کو قصداً مار ڈالے تو اس کی سزا دوزخ ہے جس مین وہ ہمیشہ رہیگا،

اس بنا پر صحابہ کرام مسلمانون کی خونریزی سے سخت احتراز کرتے تھے، فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلعم نے حضرت خالدؓ کو قبیلہ بنو جذیمہ کے پاس دعوت اسلام دینے کے لیے بھیجا، اُنھون نے اُن کو دعوت اسلام دی تو انھون نے کہا، صبانا، صبانا، یعنی ہم صابی ہوئے، چونکہ کفار مسلمانون کو صابی کہتے تھے اس لیے انھون نے اسی لفظ سے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا، لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ کو اسپر تسکین نہین ہوئی اور اُنھون نے ان کو قتل کرنا اور گرفتار کرنا شروع کیا، یہان تک کہ ایک دن عام حکم دیدیا کہ ہر شخص اپنے اپنے قیدیون کو قتل کر ڈالے لیکن تمام صحابہ نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا، اور جب آنحضرت صلعم سے آکر واقعہ بیان کیا تو آپ نے بھی ان کی تائید کی، اور دو بار فرمایا کہ"خداوندا! مین خالد کے اس فعل سے بری ہوتا ہون[3]"۔

حضرت ابوبکرؓ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنا چاہا، تو حضرت عمرؓ نے اول اول اختلاف کیا،

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [2] زرقانی شرح موطا جلد ۴ ص ۱۳۶ [3] بخاری کتاب المغازی بعث خالد الی بنی جذیمہ مع فتح الباری؛

اور کہا کہ کلمہ گویوں سے کیونکر جہاد کیا جا سکتا ہے[1]" اُن پر ایک عجمی غلام نے حملہ کیا تو اُنھوں نے حضرت عباس رضؓ سے شکایت کی کہ "تم ہی لوگوں نے ان غلاموں سے مدینہ کو بھر دیا" بولے "اگر حکم ہو تو سب کو قتل کر دیں" فرمایا "یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ وہ تمھاری زبان بولتے ہیں تمھارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں تمھارا حج ادا کرتے ہیں[2]"۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور خوارج کے زمانہ میں جنگ ہوئی تو ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ "آپ ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں؟ حالانکہ یہ لوگ باہم ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں" بولے "جو حی علی الصلوٰۃ کہے گا میں اُسکی دعوت قبول کرلوں گا جو شخص حی علی الفلاح کہے گا میں اس کی دعوت قبول کرلوں گا لیکن جو شخص یہ کہے گا کہ "آؤ اپنے بھائی مسلمانوں کو قتل کرو، ان کا مال لوٹو" تو میں انکار کر دوں گا[3]"۔

سود خواری سے اجتناب اسلام نے سود خواری کی ممانعت ایسے سخت قیود کی پابندی کے ساتھ کی ہے کہ اگر ذرا سی غفلت یا بے پروائی کیجائے تو معمولی معاملات داد و ستد و بیع و شرا بھی سود کی صورت میں داخل ہو جائیں، صحابۂ کرامؓ ان تمام قیود کا لحاظ رکھتے تھے اور ان سے نہایت احتیاط کے ساتھ بچتے تھے، ایک بار حضرت مالک بن اوسؓ نے حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ سے بیع صرف کرنی چاہی (یعنی اشرفی کے بدلہ میں درہم لینا چاہا) اور سو اشرفیاں اُن کے سامنے رکھدیں اُنھوں نے ان کو اُٹھا لیا اور کہا کہ "جنگل سے خزانچی آئے تو درہم دلا دیں" حضرت عمرؓ سن رہے تھے، بولے "بغیر لیے ہوئے ہرگز نہ جانا، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ سونے کے بدلے میں چاندی اگر دست بدست نہ لیجائے تو سود ہے[4]"۔

---

[1] بخاری کتاب الزکوٰۃ۔ [2] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ و الاتفاق علی عثمان۔ [3] طبقات ابن سعد تذکرہ عبداللہ بن عمرؓ۔ [4] بخاری کتاب البیوع باب بیع الشعیر بالشعیر۔

ایک بار حضرت عمرؓ بن عبد اللہؓ نے اپنے غلام کو ایک صاع گیہوں دیا کہ اس کو بیچ کر بازار سے جو لائے، اُس نے بازار مین جاکر جو لیا تو ایک صاع سے کچھ زیادہ پایا، حضرت عمرؓ کو اس کی خبر ہوئی تو بولے اس کو فوراً جاکر واپس کرو، کیونکہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ "غلہ کو مثلاً بمثل خریدنا چاہیئے"، لوگون نے کہا کہ بازار مین صرف جو کا رواج ہی، گیہون نہین مل سکتا، بولے کہ "مجھے خوف ہی کہ یہ سود کے مشابہ نہو جائے"[۱]

صحابۂ کرام سود خواری سے نہ صرف خود بچتے تھے، بلکہ اور لوگون کو بھی اس سے بچنے کی نصیحت کرتے تھے، ایک شخص حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لیے آئے تو اُنھون نے ان کے ساتھ نہایت مہربانی کا برتاؤ کیا، اور کہا کہ "آپ ایک کاروباری ملک مین رہتے ہین، اس لیے اگر آپ پر کسی کا قرض آتا ہو، اور وہ آپ کے یہان بھس کی ایک گٹھری بھی ہدیۃً بھیجے تو اُس کو قبول نہ کیجیے گا، کیونکہ یہ سود ہے"[۲]

شراب خواری سے اجتناب شراب عرب کی گھٹی مین پڑی ہوئی تھی لیکن متعدد صحابہ مثلاً حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ وغیرہ اپنی فطرتِ سلیمہ کی ہدایت سے زمانہ جاہلیت ہی مین اس سے محترز رہے، لیکن جو صحابہ اس کے عادی تھے، اُنھون نے بھی شراب کی حرمت کے ساتھ ہی اس دیرینہ عادت کو اس طرح ترک کر دیا کہ گویا انھون نے جام و ساغر کو منہ ہی نہین لگایا تھا، شراب کی حرمت کا حکم بتدریج نازل ہوا، لیکن حرمتِ خمر کے متعلق سب سے آخری آیت:-

انما یرید الشیطان ان یوقع	شیطان تو بس یہی چاہتا ہی کہ شراب اور
بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر	جوے کی وجہ سے تمھارے درمیان دشمنی اور
والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن	بغض ڈالدے، اور تم کو یاد الٰہی سے اور

[۱] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۰۰، [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ ابو بردہ بن ابی موسیٰ،

الصَّلٰوۃ فھل اَنتُم مُّنتھون، نماز سے باز رکھے تو تم باز نہین آؤ گے ؟

نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ بیساختہ پکار اُٹھے :-

انتھینا[۱] ہم باز آئے،

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہین کہ مین ابو عبیدہ، ابو طلحہ اور ابی بن کعب کو شراب پلا رہا تھا کہ اسی حالت مین ایک شخص نے آکر خبر دی کہ شراب حرام ہو گئی، ابو طلحہ نے فوراً کہا کہ انس اُٹھو اور شراب کو گرا دو[۲] دوسری روایت مین ہو کہ "مین ابو طلحہ کے مکان مین لوگون کو شراب پلا رہا تھا کہ اسی حالت مین رسول اللہ صلعم نے حرمت شراب کی منادی کروائی، ابو طلحہ نے مجھ سے کہا کہ "نکل کے دیکھو یہ کیسی آواز ہے"، مین گھر سے نکلا اور پلٹ کے کہا کہ ایک منادی اعلان کر رہا ہے کہ "شراب حرام ہو گئی" ابو طلحہ نے مجھ سے کہا کہ "تو شراب گرا دو" اور لوگون نے اس کثرت سے شراب گرائی کہ مدینہ کی گلیون مین بہنے لگی،[۳]

بدکاری سے اجتناب | زمانۂ جاہلیت مین اہل عرب سخت بدکاری مین مبتلا تھے، لیکن اسلام نے ان مین عفت و عصمت کا ایسا احساس پیدا کر دیا کہ سخت سے سخت نازک موقعون پر بھی اُن کا دامن اس معصیت سے آلودہ نہین ہونے پاتا تھا،

ہجرت کے بعد مکہ مین جو گرفتار بلا مسلمان رہ گئے تھے، مکہ سے مدینہ تک ان کا پہنچانا مرثد بن ابی مرثد الغنویؓ کے متعلق تھا، وہ ایک رات اسی غرض سے مکہ آئے، وہان ان کی آشنا ایک طوائف تھی جس کا نام عناق تھا، وہ نکلی تو ان کی پرچھائین دیکھ کر پہچان لیا، اور نہایت تپاک سے ملی، اور کہا کہ آج میرے گھر مین شب باشی کرو، لیکن اُنھون نے معذرت کی کہ

۱؎ ابوداؤد کتاب الاشربہ باب فی تحریم الخمر، روایت مین پوری آیت نہین ہے، ہم نے اس کو بڑھا دیا ہے،
۲؎ بخاری کتاب الاشربہ باب نزول تحریم الخمر، وہی من البسر والتمر، ۳؎ بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۂ مائدہ باب لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا،

زنا اب حرام ہوگیا، اب اُس نے شور وغل کیا، یہ بھاگ کر ایک پہاڑ کے غار مین جا چھپے، کفار نے وہان تک تعاقب کیا، لیکن خدا نے ان کو بچا لیا[1]،

ایک صحابیہ جن کی اخلاقی حالت زمانۂ جاہلیت مین اچھی نہ تھی، ایک شخص نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو بولین "بیٹو اب جاہلیت کا وہ زمانہ گیا اور اسلام آیا[2]"،

اسلام کی اسی پاکبازانہ تعلیم اور صحابۂ کرام کی اسی پاکبازانہ زندگی کا یہ اثر تھا کہ اس زمانہ مین لونڈیان تک بدکاری سے انکار کرنے لگین، چنانچہ عبد اللہ بن ابی بن سلول جو راس المنافقین تھا اپنی لونڈیون کو اسی ناجائز طریقہ سے روپیہ پیدا کرنے پر آمادہ کرتا تھا، لیکن اس کی دو لونڈیون نے اس ننگ و عار کو گوارا نہین کیا اور رسول اللہ صلعم کی خدمت مین آکر شکایت کی کہ ہمارا آقا ہم کو زنا کرنے پر مجبور کرتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی :-

ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء[3] ۔ | اپنی لونڈیون کو زنا کرنے پر مجبور نہ کرو،

اس جرم کا ارتکاب تو صحابۂ کرام سے بہت بعید تھا، وہ لوگ کسی عورت پر نگاہ ڈالنا بھی پسند نہین کرتے تھے، رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایک حسین صحابیہ شریک نماز ہوتی تھین، اس لیے بعض صحابہ آگے کی صف مین جا کر کھڑے ہوتے تھے کہ ان پر آنکھ نہ پڑنے پائے[4]،

اگر کسی صحابی نے ناجائز طریقہ سے بھی اس کی جرات کی تو تمام صحابہ نے اس کو سخت قابل اعتراض خیال کیا، ایک بار حضرت محمد بن سلمہؓ نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا اور نکاح سے پہلے چوری چھپے اسکو دیکھنا چاہا، یہان تک کہ اس کے نخلستان مین اسکو دیکھ بھی لیا لیکن لوگون نے ٹوکا کہ آپ رسول اللہ صلعم کے صحابی ہو کر ایسا کرتے ہین؟ بولے آپ ہی نے اسکی

---

[1] نسائی کتاب النکاح باب تزویج الزانیہ، [2] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۰۰، [3] ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی تعظیم الزنا، ومسلم کتاب التفسیر تفسیر ہذہ الآیۃ [4] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب الخشوع فی الصلوٰۃ،

اجازت دی ہو"

ایک بار حضرت مغیرہ بن شعبہ رضہ نے نکاح کرنا چاہا، اور رسول اللہ صلعم سے مشورہ طلب کیا، آپ نے فرمایا کہ "پہلے عورت کو جاکر دیکھ لو" وہ اس غرض سے اس کے گھر گئے تو عورت نے پردہ سے کہا۔ اگر رسول اللہ صلعم کا حکم ہے تو خیر، ورنہ تمہیں خدا کی قسم ایسا نہ کرنا"[1]

کسی عورت پر قصداً نگاہ ڈالنا تو بڑی بات ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضہ تو یہاں تک فرماتے تھے "مجھے یہ پسند ہے کہ میری ناک مردار کی بدبو سے بھر جائے لیکن یہ پسند نہیں کہ اس میں کسی عورت کی خوشبو آئے"[2]

راگ باجے سے اجتناب | صحابہ کرام کے کانوں کو صرف تلاوت قرآن کی آواز خوش آیند معلوم ہوتی تھی؛ اس لیے وہ عود و بربط، اور چنگ و رباب کی آواز پر کان نہیں دھرتے تھے، ایکبار حضرت عبداللہ بن عمر رضہ نے آواز طبل سنی تو کان بند کر لیے اور فرمایا کہ رسول اللہ صلعم ایسا ہی کرتے تھے"[3]

ایک بار اونٹ پر سوار جارہے تھے، چرواہے کی بانسری کی آواز کان میں آئی، تو فوراً کانوں میں انگلیاں دے لیں، اور پہلا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیا، اور بار بار اپنے غلام نافع سے پوچھتے جاتے تھے کہ آواز آتی ہے یا نہیں"، جب انھوں نے کہا کہ "نہیں" تو کان سے انگلیاں نکالیں اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے اسی قسم کے موقع پر ایسا ہی کیا تھا"[4]

ایک بار بازار میں گذرے تو دیکھا کہ ایک چھوکری گا رہی ہے، فرمایا اگر شیطان کسی کے بہکانے سے باز رہتا تو اس کو نہ بہکاتا"[5]

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب النظر الی المراۃ اذا اراد ان یتزوجہا [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضہ

[3] سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب الغناء والدف [4] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمر رضہ [5] ادب المفرد باب الغناء واللہو

ایک بار عید کے دن چند لڑکیاں حضرت عائشہ رض کے پاس جنگ بعاث کے متعلق اشعار گا رہی تھیں، حضرت ابوبکر رض آئے اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم کا گھر اور مزامیر شیطان" آپ نے فرمایا "ابوبکر رض یہ ہماری عید کا دن ہے[۱]"

ایک بار ایک گھر میں تقریب تھی اور ایک شخص گا رہا تھا حضرت عائشہ رض نے دیکھا کہ وہ گردن ہلا ہلا کے گا رہا ہے، تو کہا "اُف یہ شیطان ہے اس کو نکالو، اس کو نکالو[۲]"

راگ باجا تو پھر بھی بڑی چیز ہے حضرت عائشہ رض کا یہ حال تھا کہ گھنٹی کی آواز سننا بھی پسند نہیں کرتی تھیں، اگر سامنے سے گھنٹی کی آواز آتی تو ساربان سے کہتیں کہ "ٹھہر جاؤ تاکہ یہ آواز سننے میں نہ آئے"، اور اگر سن لیتیں تو کہتیں کہ "تیزی کے ساتھ لے چلو تاکہ میں اس آواز کو نہ سن سکوں[۳]"

مشتبہات سے اجتناب حلال و حرام دونوں بدیہی ہیں، لیکن بہت سی چیزیں ہیں جن کی حلت و حرمت دونوں مشتبہ ہے، زہد و تورع، تقویٰ و طہارت اور حزم و احتیاط کا اصلی محل یہی چیزیں ہیں، اس بنا پر حدیث شریف میں ان چیزوں سے بچنے کی تاکید آئی ہے،

الحلال بین والحرام بین وما	حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی، اور ان کے
بینہما امور مشتبہۃ فمن	درمیان مشتبہ چیزیں ہیں پس جو شخص مشتبہ گناہوں
ترک ما شبہ علیہ من الاثم	کو چھوڑیگا، وہ کھلے ہوئے گناہوں کا سب سے
کان لما استبان لہ اترک و	زیادہ چھوڑنے والا ہو گا، اور جو شخص مشتبہ گناہوں
من اجترأ علی مایشک فیہ	کا مرتکب ہو گا، بہت ممکن ہے کہ کھلے ہوئے
من الاثم اوشک ان یواقع	گناہوں کا مرتکب ہو جائے، گناہ خدا کی
ما استبان والمعاصی حمی اللہ	چراگاہیں ہیں اور جو شخص چراگاہ کے گرد چرائے گا

[۱] بخاری کتاب العیدین باب سنۃ العیدین لاہل الاسلام [۲] ادب المفرد باب اللہو فی الختان [۳] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۱۵۲۔

من یرتع حول الحمی یوشک ان یوا قع (بخاری کتاب البیوع) ممکن ہے کہ اس کے اندر داخل ہو جائے،

اس لیے صحابۂ کرامؓ ہمیشہ ان مشتبہ چیزوں سے احتراز فرماتے تھے،

حالت احرام میں شکار کرنا جائز نہیں، ایک بار صحابہ سفر حج میں تھے، سب نے احرام باندھ لیا تھا، صرف ابو قتادہ انصاریؓ غیر محرم تھے، ایک جنگلی گدھا نظر آیا، انھوں نے گھوڑے کو اس کے پیچھے ڈال دیا، صحابہ سے کوڑا اور نیزہ مانگا، یہ ایک مشتبہ فعل تھا، اس لیے سب نے انکار کر دیا، بالآخر انکو خود نیزہ اُٹھانا پڑا، گدھے کا شکار ہو چکا تو بعض صحابہ نے گوشت کھانے سے بھی انکار کر دیا[1]

ایک بار حضرت ابو طلحہؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ ان کے نیچے سے ایک چادر نکال لے، حضرت سہل بن حنیفؓ پاس بیٹھے ہوئے تھے، بولے کیوں؟ فرمایا "اس میں تصویریں بنی ہوئی ہیں اور تصویرات کے متعلق رسول اللہ صلعم نے جو فرمایا ہے، وہ تم کو معلوم ہے"، بولے "لیکن آپ نے کپڑے میں بنی ہوئی تصویر کی ممانعت تو نہیں فرمائی"، بولے "ہاں لیکن میرے دل کا اطمینان اسی طرح ہو گا"[2]

ایک بار حضرت مسورؓ بن مخرمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عیادت کو آئے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ استبرق کی چادر اوڑھے ہوئے تھے، حضرت مسور بن مخرمہؓ نے اس پر ٹوکا تو بولے "رسول اللہ صلعم نے صرف غرور و تکبر کی بنا پر اس کی ممانعت کی تھی، اور الحمد للہ کہ ہم مغرور نہیں ہیں"، انھوں نے کہا "تو پھر چولھے میں یہ تصویریں کیسی بنی ہوئی ہیں؟" بولے "دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کو جلا ڈالا ہے"، لیکن یہ چیزیں مشتبہات میں داخل تھیں، اس لیے جب وہ چلے گئے تو فرمایا، کہ "میرے بدن سے یہ چادر اتار لو، اور ان تصویروں کا سر کاٹ ڈالو"، کسی نے کہا کہ "اگر ان کو صحیح و سلامت بازار میں فروخت کر ڈالتے تو فائدہ ہوتا"، بولے "نہیں"[3]

نومسلم لوگ صحابہ کے پاس گوشت لے کے آتے تھے، صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ

[1] ابو داؤد کتاب المناسک باب لحم الصید للمحرم [2] ترمذی کتاب اللباس باب ما جاء فی الصورۃ [3] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۳۲۰،

یہ ابھی دورِ جاہلیت سے نکلے ہین، ہمکو معلوم نہین کہ خدا کا نام لیکر ذبح کیا ہو یا نہین؟ کیا ہم اس گوشت کو کھا سکتے ہین؟" فرمایا "بسم اللہ کہہ کر کھا سکتے ہو"[1]

حضرت اسمآء کی مان کافرہ تھین، اور حضرت ابوبکر رض نے زمانہ جاہلیت ہی مین ان کو طلاق دیدی تھی، ایک بار وہ حضرت اسمآء رض کے پاس متعدد چیزین ہدیۃً لیکر آئین، چونکہ ایک کافرہ عورت کا ہدیہ مشتبہ تھا اس لیے حضرت اسمآء رض نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا، اور حضرت عائشہ رض کے ذریعہ سے رسول اللہ صلعم سے دریافت کرایا، تو آپ نے اس ہدیہ کو قبول کرنے کی اجازت دی،[2]

عمالِ سلطنت کی آمدنی بعض حیثیتون سے مشتبہ ہوتی ہے، یہی وجہ ہو کہ زہد پیشہ لوگ سلاطین و امرا کے دربار سے ہمیشہ اپنا دامن بچاتے رہتے ہین، صحابہ کرام رض کے زمانہ تک اگرچہ عمال و امرا کی مذہبی اور اخلاقی حالت اس زمانہ سے بہت بہتر تھی تاہم جو صحابہ نہایت محتاط تھے وہ اس قسم کی آمدنی سے فائدہ اُٹھانا پسند نہین کرتے تھے حضرت ابوذر غفاری رض نے دنیا سے الگ ہو کر بادیہ نشینی اختیار کر لی تھی، اس لیے انھون نے تمام عمر اسی زہد و تورع کے ساتھ بسر کی، مرنے لگے تو بی بی نے ذکر کیا کہ "میرے پاس تو تمھارے کفن کیلیے بھی کپڑا نہین ہی" بولے "رو مت مین ایکدن چند لوگون کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر تھا، آپ نے فرمایا کہ تم مین سے ایک آدمی جنگل مین مرے گا، اور اس کے جنازے مین مسلمانون کا ایک گروہ شریک ہوگا، اور لوگ جو اس جماعت مین شریک تھے وہ تو مسلمانون کے درمیان مر چکے صرف مین رہ گیا تھا اور اب جنگل مین مر رہا ہون تم راہ دیکھو اور انتظار کرو، بی بی نے کہا "اب تو حاجیون کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا" بولے "خیر راستہ دیکھو" حسنِ اتفاق سے دفعۃً ایک قافلہ آگیا، اس نے ان کی بی بی سے پوچھا "کیا حال ہے" بولین "ایک مسلمان کو کفناؤ اور ثواب لو" انھون نے حضرت ابوذر غفاری رض کا نام سنا تو تیزی کے

[1] ابوداؤد کتاب الاضاحی باب جاء فی اکل لحم لا یدری اذکر اسم اللہ علیہ ام لا۔ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت اسماء رض،

ساتھ دوڑے اور کہا "ہمارے ماں باپ ان پر قربان" پاس آئے تو حضرت ابوذرؓ نے کہا "تمھیں وہ لوگ ہو جن کی رسول اللہ صلعم نے مجھ کو خبر دی تھی، اگر میرے کپڑے کافی ہوتے تو ان ہی میں سے میرا کفن ہوتا، لیکن اگر تم میں کوئی شخص امیر، عریف یا برید ہو تو وہ مجھے کفن نہ دے،، لیکن ان میں ہر شخص ان خدمات کو انجام دے چکا تھا، صرف ایک انصاری نوجوان تھا، جس نے کہا "میرے پاس دو کپڑے ہیں جن کو میری ماں نے بُنا ہے" بولے "بس تمھیں میرے رفیق ہو، تمھیں مجھے کفن پہناؤ[1]"

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۶۶

جامع الابواب

تلاوت قرآن صحابۂ کرامؓ ہمیشہ تلاوتِ قرآن مین مصروف رہتے تھے، اور تلاوت کا طریقہ یہ تھا کہ قرآن مجید کے متعدد ٹکڑے کر لیے تھے اور بلا ناغہ اس کی تلاوت فرماتے تھے، ایک نو وارد صحابی نے صحابۂ کرامؓ سے پوچھا کہ "ایک ٹکڑے مین کتنی سورتین شامل تھین"، بولے "تین، پانچ سات، نو، گیارہ، تیرہ اور اخیر کی تمام چھوٹی چھوٹی سورتین ایک ٹکڑے مین داخل تھین"[1]

رسول اللہ صلعم صحابۂ کرام کے اس شوق و شغف کو دیکھتے تو خوش ہوتے، اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے، ایک بار صحابۂ کرام جن مین عجمی اور بدوی بھی شامل تھے، تلاوت کر رہے تھے، آپ کاشانۂ نبوت سے برآمد ہوئے تو فرمایا "پڑھے جاؤ، سب کا طرز اچھا ہے، اس کے بعد ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن کو تیر کی طرح سیدھا کریگی لیکن اس کا مقصد ثوابِ آخرت نہ ہوگا بلکہ دنیا ہوگی"،

اسی طرح ایک روز صحابۂ کرامؓ تلاوت کر رہے تھے، آپ نے دیکھا تو فرمایا "خدا کا شکر ہے، خدا کی کتاب ایک ہے، اور تم مین سرخ، سیاہ، سپید، ہر قسم کے لوگ ہین"[2]،

رمضان مین یہ شوق اور بھی ترقی کر جاتا تھا، چنانچہ آپ نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے اس شوق کو دیکھا تو فرمایا کہ "پورے ایک مہینے مین قرآن ختم کیا کرو"، بولے کہ "مجھ مین اس سے زیادہ کی طاقت ہے"، حکم ہوا کہ "بیس دن مین"، گذارش کی کہ "مین اس سے بھی زیادہ طاقت پاتا ہون" فرمایا "پندرہ دن مین" بولے کہ "مجھ مین اس سے بھی زیادہ طاقت ہے"، ارشاد ہوا کہ "دس دن

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ابواب شہر رمضان باب تحزیب القرآن، [2] ایضاً ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ باب ما یجزی الامی والاعجمی من القرأۃ،

مین" عرض کی کہ "مجھ مین اس سے بھی زیادہ طاقت ہے"؛ فرمایا "سات دن مین" اور اب اس سے زیادہ کی اجازت نہین[1]،

سخت سی سخت مصیبت مین بھی صحابۂ کرام کے اس شوق مین کوئی فرق نہین آتا تھا، بلکہ اس حالت مین قرآن مجید ہی اُن کے لیے مایۂ تسکین ہوتا تھا جس وقت حضرت عثمانؓ کی شہادت واقع ہوئی، وہ قرآن مجید کی تلاوت مین مصروف تھے، چنانچہ اُن کے خون کے قطرے قرآن مجید کی اس آیت پر گرے، فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ[2]،

قرآن مجید کی تلاوت ہم بھی کرتے ہین، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سر کا بوجھ اتار رہے ہین، لیکن بعض صحابہ اس خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے کہ سننے والون پر محویت کا عالم طاری ہوجاتا تھا، ایک رات حضرت عایشہؓ گھر مین دیر کو آئین، رسول اللہ صلعم نے وجہ پوچھی تو بولین، آپ کے اصحاب مین سے ایک شخص قرآن پڑھ رہے تھے، مین نے ایسی قرأت کبھی نہین سُنی تھی"، آپ بھی اُن کے ساتھ ہولیے اور کہا "یہ سالم مولیٰ بن ابی خذیفہ ہین، خدا کا شکر ہے کہ میری امت مین ایسے لوگ موجود ہین"

حضرت عبداللہ بن قیسؓ نہایت خوش الحان تھے، ایک روز وہ قرآن پڑھ رہے تھے آپ نے سنا تو پوچھا کون ہی؟ لوگون نے نام بتایا تو فرمایا "ان کو نغمۂ داؤدی عطا کیا گیا ہی[3]"،

حضرت ابوعثمانؓ نہدی کا بیان ہے کہ "مین نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا ہی لیکن مین نے چنگ و بربط کی آواز کو بھی ابوموسیٰ اشعریؓ کی خوش الحانی سے بہتر نہین پایا، وہ ہم کو نماز فجر پڑھاتے تھے تو جی چاہتا تھا کہ پوری سورہ بقرہ پڑھ ڈالتے[4]"،

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ابواب شہر رمضان باب کم یقرا القرآن [2] استیعاب تذکرہ عثمان بن عفانؓ،

[3] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب فی حسن الصوت بالقرآن، [4] استیعاب تذکرہ عبدالرحمن بن مل،

وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فرماتے کہ "ہم کو خدا کا شوق دلاؤ"، وہ قرأت شروع کرتے اور حضرت عمرؓ نہایت محویت سے سنتے، ایک بار اسی حالت میں کسی نے کہا کہ "نماز کا وقت آگیا"، بولے کیا یہ نماز نہیں ہے؟ وہ قرآن پڑھتے تو ازواج مطہرات نہایت شوق سے سنتیں، ایک دن اُن کو معلوم ہوا تو بولے کہ "اگر مجھے خبر ہوتی تو تم لوگوں کو اور بھی شوق دلاتا"[۱]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ خوش الحانی ان کے تمام قبیلہ کا وصف امتیازی تھی، رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ رات کو جب قبیلہ اشعری کے لوگ آتے ہیں تو میں انکی قرآن خوانی ہی سے اُن کے جائے قیام کو پہچان لیتا ہوں[۲]،

حضرت عبدالرحمٰن بن سائبؓ بھی نہایت خوش الحان تھے، خود ان کا بیان ہے کہ "ایک دن میرے پاس حضرت سعد بن ابی وقاصؓ آئے اور کہا کہ "میں نے سنا ہے کہ تم قرآن نہایت خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے ہو، میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ قرآن غم کیلیے نازل ہوا ہے، اس لیے جب پڑھو تو روؤ، اگر نہیں روتے تو رونی صورت بناؤ اور اسکو خوش الحانی کے ساتھ پڑھو[۳]"

صحابۂ کرامؓ تلاوت کی حالت میں قرآن مجید کے ادب و احترام کا نہایت لحاظ رکھتے تھے، حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان ہے کہ "میں ہاتھ میں قرآن مجید لیے ہوئے تھا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تلاوت فرما رہے تھے، میں نے بدن کھجلایا، تو حضرت سعدؓ نے فرمایا "شاید تم نے اپنے شرمگاہ کا مس کیا"، میں نے کہا "ہاں"، بولے جاؤ وضو کرکے آؤ[۴]،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ تلاوت فرماتے تھے تو جب تک فارغ نہ ہو جائیں کسی سے بات چیت

---

[۱] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ [۲] مسلم کتاب الفضائل، باب من فضائل الاشعریین، [۳] ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب فی حسن الصوت بالقرآن [۴] موطائے امام مالک کتاب الصلوٰۃ باب الوضوء من مس الفرج،

نہین کرتے تھے،[۱]

حفظ قرآن قرآن مجید کی متفرق سورتین اگرچہ تقریباً تمام صحابہؓ کو یاد تھین لیکن ان مین حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ایوبؓ، حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ ابن جبلؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو زیدؓ، حضرت سالمؓ، حضرت ابو الدرداؓ نے خود رسول اللہ صلعم کی زندگی ہی مین پورا قرآن حفظ کر لیا تھا، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو خود بھی اس پر نہایت فخر تھا، ایک بار اُنھون نے ایک خطبے مین فخریہ لہجے مین فرمایا کہ "مین نے خود رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے کچھ اوپر ستر آیتین یاد کی ہین، تمام اصحاب رسول اللہ جانتے ہین کہ مین ان مین سب سے زیادہ کتاب اللہ کا عالم ہون"[۲]، لیکن حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس سے لازم نہین آتا کہ اس زمانے مین اور صحابہ حافظ قرآن نہ تھے، بلکہ اور حفاظ کی تعداد اُن سے بہت زیادہ تھی، چنانچہ غزوۂ بیر معونہ مین جو ستر صحابہ شہید ہوئے سب کے سب قراء کہے جاتے تھے،[۳]

حضرت ابی بن کعبؓ کی نسبت حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے ابی اقرانا ہم مین قرآن کے سب سے زیادہ قاری ابی ہین[۴]، اسی بنا پر جب نماز تراویح باجماعت قائم کی تو حضرت ابی ابن کعبؓ کو امام بنایا[۵]، اور اسی فضیلت کی بنا پر حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابو زیدؓ پر ان کے قبیلہ خزرج کو بڑا ناز تھا، ایک بار قبیلۂ اوس و خزرج مین مفاخرت ہوئی تو اوس نے کہا کہ "ہم مین حنظلہ بن عامرؓ ہین، جن کو فرشتون نے غسل دیا تھا، ہم مین عاصم بن ثابتؓ ہین جن کے جسم کو بھڑون نے کفار کی دست برد سے محفوظ رکھا تھا، ہم مین سعد بن معاذؓ ہین جن کی موت پر عرش الٰہی ہل گیا تھا، ہم مین خزیمہ بن ثابتؓ ہین جنکی

۱؎ بخاری کتاب التفسیر باب قولہ نساءکم حرث لکم ۲؎ بخاری کتاب الادب فضائل القرآن باب القراء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع فتح الباری ۳؎ فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۴۸ ۴؎ بخاری کتاب فضائل القرآن باب القراء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۵؎ بخاری باب فضل من قام رمضان۔

شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شہادتون کے برابر قرار دیا، خزرج بولے "ہم مین چار شخص ہین جنہون نے خود عہد نبوت مین قرآن یاد کرلیا تھا، پھر ان بزرگون کے نام لئے[۱]،

ان بزرگون کے علاوہ اور بہت سے صحابہ تھے جن کو قرآن مجید زبریاد تھا، ان مین حضرت مجمع بن جاریہ[۲]، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے نام ہم کو معلوم ہین[۳] لیکن جن کے نام معلوم نہین ان کی تعداد اُن سے بھی زیادہ ہو جنگ یمامہ مین بکثرت حفاظ شریک ہوئے تھے، چنانچہ ان ہی لوگون کے شہید ہونے پر حضرت عمرؓ کو جمع قرآن کا خیال پیدا ہوا، اور انھون نے حضرت ابوبکرؓ کو اس پر آمادہ کیا[۴]،

ان لوگون کی نسبت حافظ ابن حجر فتح الباری مین لکھتے ہین :-

ان کثیرا ممن قتل فی وقعۃ	جو لوگ جنگ یمامہ مین شہید ہوئے ان مین
الیمامۃ کان قد حفظ القرآن	اکثرون نے قرآن کو حفظ کرلیا تھا،

تسبیح وتہلیل تسبیح وتہلیل پاک مذہبی زندگی کی مخصوص علامت ہے اس لئے صحابۂ کرام اکثر تسبیح وتہلیل کیا کرتے تھے جب جہاد مین روانہ ہوتے تو تمام پہاڑیان ان کے غلغلۂ تسبیح و تہلیل سے گونج اٹھتی تھین، اس وقت اگرچہ عقیق وکہربا کی تسبیح موجود نہ تھی تاہم سنگریزے اور کھجور کی گٹھلیون کی کمی نہ تھی، جن صحابہ نے خاص طور پر تسبیح وتہلیل کا التزام کرلیا تھا، ان ہی سے تسبیح کا کام لیتے تھے، ایک بار آپ نے ایک صحابیہ کو دیکھا کہ سامنے کنکری یا گٹھلی رکھ کر تسبیح پڑھ رہی ہین فرمایا "مین اس سے آسان تدبیر بتا دیتا ہون"، اس کے بعد ایک دعا بتا دی[۵]،

حضرت ابوہریرہؓ ہمیشہ تسبیح وتہلیل مین مصروف رہتے تھے، اس غرض سے ایک تھیلی

---

[۱] اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابوزیدؓ [۲] اسد الغابہ تذکرہ حضرت مجمع بن جاریہؓ [۳] اسد الغابہ تذکرہ حضرت قیس بن سکن، [۴] بخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن، [۵] ابوداؤد ابواب التطوع شہر رمضان باب التسبیح بالحصی،

بنا رکھی تھی جس میں کنکریاں یا گٹھلیاں بھری رہتی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھتے تھے! جب تھیلی خالی ہو جاتی تو وہ لونڈی کو حکم دیتے وہ پھر بھر دیتی۔[۱]

ذکر الٰہی

ذکر الٰہی صحابۂ کرامؓ کا محبوب ترین مشغلہ تھا، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صحابۂ کرامؓ کے اس وصف کو نمایاں کیا ہے، والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات ایک دن حضرت امیر معاویہؓ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ لوگوں کا حلقۂ ذکر قائم ہے، بولے "کیوں بیٹھے ہو؟" لوگوں نے جواب دیا کہ "ذکر الٰہی کرتے ہیں" پھر فرمایا کہ "صرف اسی لیے بیٹھے ہو؟" جواب ملا "ہاں صرف اس لیے" فرمایا" ایک بار اسی طرح رسول اللہ صلعم نے صحابہ کا حلقۂ ذکر دیکھا تو اسی طرح سوال کیا، اور جواب ملنے پر فرمایا کہ "میرے پاس جبرئیل آئے اور خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے"[۲]

صحابۂ کرامؓ جب نماز سے فارغ ہوتے تو نہایت بلند آہنگی سے ذکر الٰہی کرتے حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ فرماتے ہیں، کہ جب میں یہ غلغلہ سنتا تو سمجھ جاتا کہ صحابہ نماز پڑھ کر واپس آتے ہیں۔[۳]

خوفِ قیامت

صحابۂ کرامؓ کے دلوں میں قیامت کا خوف اس قدر سما گیا تھا کہ اسکے ڈر سے ہر وقت کانپتے رہتے تھے، ایک بار دفعۃً اندھیرا ہو گیا، ایک صاحب نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ کیا عہد نبوت میں بھی ایسا ہوتا تھا؟" بولے معاذ اللہ اگر ہوا بھی تیز ہو جاتی تھی تو ہم سب قیامت کے ڈر سے مسجد کی طرف بھاگ دوڑتے تھے۔[۴]

یہ خوف قیامت ہی کا نتیجہ تھا کہ صحابۂ کرامؓ پر وقائعِ اخروی کے ذکر سے رقت طاری ہو جاتی تھی، بیہوش ہو ہو جاتے تھے، گر گر پڑتے تھے، ایک بار دو صحابیوں میں وراثت کے

---

[۱] ابوداؤد کتاب النکاح باب مایکرہ الرجل مایکون من اصابۃ اہلہ [۲] ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی القوم یجلسون فیذکرون اللہ مالہم من الفضل و مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر [۳] مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ [۴] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ عند الظلمۃ،

متعلق نزاع پیدا ہوئی، گواہ کسی کے پاس نہ تھا، دونوں صاحب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا "میں ایک آدمی ہوں، ممکن ہے کہ تم میں کوئی نہایت چرب زبان اور طرار ہو، اور میں اس کے موافق فیصلہ کردوں، لیکن اگر یہ اس کا حق نہیں ہے تو اس کو یقین کرنا چاہیے کہ میں نے اس کے گلے میں آگ کا ایک طوق لٹکا دیا ہے،" دونوں بزرگ آخرت کے خوف سے رونے لگے، اور ہر ایک نے اپنا حق دوسرے کو دینا چاہا،[1]

جب یہ آیت نازل ہوئی :-

یاایھا الناس اتقوا ربکم ان	لوگو اپنے خدا سے ڈرو کیونکہ قیامت کا
زلزلة الساعة شیئ عظیم	زلزلہ ایک بڑی مصیبت ہوگی،

تو آپ نے صحابہ کی طرف خطاب کرکے فرمایا "جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ یہ وہ دن ہے جب خدا آدم سے کہے گا کہ "آگ کی فوج بھیجو" وہ کہیں گے، خداوندا آگ کی فوج کون ہے؟ خدا کہے گا، ہزار میں نوسو ننانوے جہنم میں جھونکے جائیں گے اور جنت میں صرف ایک" تمام صحابہ یہ سنکر بے اختیار رو پڑے[2]،

ایک بار شفیا الاصبحی مدینہ میں آئے، دیکھا کہ ایک بزرگ کے سامنے بھیڑ لگی ہوئی ہے، پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے کہا "ابوہریرہؓ"، پاس آئے اور جب لوگ ہٹ گئے تو کہا کہ "رسول اللہ صلعم کی کوئی حدیث بیان فرمائیے" فرمایا "بیان کرتا ہوں" یہ کہکر چیخے اور بیہوش ہوگئے، افاقہ ہوا تو کہا "ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو اس گھر میں آپ نے مجھی سے بیان فرمائی تھی"، پھر چلائے اور غشی طاری ہوگئی، ہوش آیا تو منہ پونچھا اور پھر یہی الفاظ فرمائے، پھر چلائے اور زمین پر گرنے لگے، شفیا نے فوراً تھام لیا، ہوش آیا تو فرمایا کہ "قیامت کے دن خداوند کے

---

[1] ابوداؤد کتاب الاقضیہ باب فی قضاء القاضی اذا اخطا، [2] ترمذی ابواب تفسیر القرآن تفسیر سورہ حج،

فیصلہ کیلئے اترے گا، تو پہلے تین شخص طلب کیے جائیں گے، ایک قاری ایک دولتمند، ایک مجاہد
خدا قاری سے پوچھے گا، کیا ہم نے تجھ قرآن کی تعلیم نہیں دی؟ اس پر تو نے کیا عمل کیا؟ وہ
کہے گا کہ "میں نے رات دن اس کی تلاوت کی" خدا کہے گا "جھوٹ بکتے ہو، تم نے یہ سب
اس لیے کیا ہے کہ لوگ تم کو قاری کا خطاب دیں" دولتمند سے سوال ہوگا تو وہ کہے گا کہ "میں نے
صلہ رحمی کی، اور صدقہ دیا" خدا کہے گا "یہ جھوٹ ہے، تم نے یہ سب کچھ صرف اس لیے کیا کہ
لوگ تم کو فیاض کہیں" مجاہد سے پوچھا جائیگا تو وہ کہے گا کہ تو نے مجھ کو جہاد کا حکم دیا میں لڑا اور شہید ہوا
خدا فرمائیگا "یہ تو غلط ہے تمہارا صرف یہ مقصد تھا کہ لوگ تم کو بہادر کہیں" یہ بیان کر کے رسول اللہ
صلعم نے میرے زانو پر ہاتھ مارا اور کہا کہ "سب سے پہلے ان ہی پر جہنم کی آگ بھڑکے گی" شفیا نے
مدینہ سے آکر حضرت امیر معاویہؓ سے یہ حدیث بیان کی تو وہ رو تے روتے قریب بہلاکت ہو لیے،[1]

صحابہ کرام کو ہر قسم کی دنیوی تکلیفیں قبول تھیں، دنیوی مال و متاع کا قربان کر دینا منظور تھا،
لیکن عذاب اخروی گوارا نہ تھا، ایک بار رسول اللہ صلعم نے ایک صحابی کی عیادت کی، دیکھا کہ
سُوکھ کے قاق ہو گئے ہیں، فرمایا "کیا تم صحت کی دعا نہیں کرتے تھے" بولے میں یہ دعا کرتا تھا
کہ اے خدا اگر تو مجھے عذاب اخروی دینا چاہتا ہے تو دنیا ہی میں دیدے[2]

جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ "گھبرانے کی کوئی بات نہیں،
آپ نے رسول اللہ صلعم کی حسن رفاقت کا حق ادا کیا، اور وہ آپ سے راضی ہو گئے، پھر ابو بکرؓ
کی حسن رفاقت کا حق ادا کیا، اور وہ آپ سے راضی رہے، پھر اُن کے اصحاب کی حسن رفاقت
کا حق ادا کیا، اور اگر آپ اُن کو داغ جدائی دے کر گئے تو وہ آپ سے راضی رہیں گے" بولے
رسول اللہ صلعم اور ابو بکرؓ کی حسن رفاقت اور ان کی رضامندی تو ایک احسان الٰہی تھا یہ

---

[1] ترمذی ابواب الزہد باب ما جاء فی الریاء والسمعۃ [2] ترمذی ابواب الدعوات باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید،

یہ گھبراہٹ صرف تمھارے اور تمھارے اصحاب کے لیے ہے، خدا کی قسم اگر زمین کی سطح پر سونا بکھیر دیا جائے تو مین اس کو دیکر عذاب الٰہی سے بچنے کو ترجیح دونگا۔[1] شدت خوف قیامت سے ان کو یہی غنیمت معلوم ہوتا تھا کہ وہ اگر جنت مین داخل نہیں ہو سکتے تو کم از کم عذاب دوزخ سے تو بچ جائین، ایک بار انھون نے ایک صحابی سے کہا "تمھین یہ پسند ہو کہ ہم جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ اسلام لائے، ہجرت کی، جہاد کیا اور بہت سے نیک کام کئے ان سب کا ثواب تو ہم کو مل جائے لیکن آپ کے بعد ہم نے جو نیک کام کیے، تو اس کے بدلے مین صرف دوزخ سے بچ جائین، اور عذاب و ثواب برابر سرابر ہو جائین"؟ بولے خدا کی قسم نہین، ہم نے آپکے بعد بھی جہاد کیا، روزہ رکھا، نماز پڑھی، بہت سے نیک کام کیئے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے، ہم کو ان اعمال سے بڑی بڑی توقعات ہین، حضرت عمرؓ نے فرمایا "اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ مین میری جان ہے، مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے بدلے عذاب سے بچ جائین اور نیکی و بدی برابر سرابر ہو جائے"۔[2]

خوف عذاب قبر قبر سفر آخرت کی پہلی منزل ہے، اس لیے صحابۂ کرامؓ اس منزل کو نہایت کٹھن سمجھتے تھے، اور اس کے دشوار گذار اور پُرخطر راستون سے ہمیشہ لرزتے رہتے تھے۔ ایک بار رسول اللہ صلعم نے قبر کی آزمایش اور امتحان پر خطبہ دیا تو صحابۂ کرام چیخ اُٹھے،[3] حضرت عمرو ابن العاصؓ کا انتقال ہونے لگا، تو وصیت کی کہ "مجھ کو دفن کرنا تو تھوڑی سی خاک ڈالنا، پھر قبر کے پاس اتنی دیر تک کھڑے رہنا کہ اونٹ ذبح کردیئے جائین، اور ان کا گوشت تقسیم ہو جائے تاکہ تمھارے ساتھ انس قائم رہے اور اتنی دیر مین خدا کے قاصدون (منکر نکیر) کا جواب سوچ لون"۔[4]

---

[1] بخاری کتاب المناقب فضائل عمرؓ، [2] بخاری باب ایام الجاہلیۃ، [3] نسائی کتاب الجنائز باب التعوذ من عذاب القبر، [4] مسلم کتاب الایمان باب کون الاسلام یہدم ماقبلہ وکذا الحج والہجرۃ،

گریہ و بکا اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کے دلون کو موم کی طرح نرم و گداز کر دیا تھا، اس لیے جب رسول اللہ صلعم کے خطبات و مواعظ سنتے، قرآن مجید پڑھتے، یا خشیتِ الٰہی کا موقع آتا تو ان پر رقت طاری ہو جاتی، اور آنکھون سے بے اختیار آنسو نکل پڑتے،

ایک بار آپ نے ایک خطبہ مین فرمایا کہ "جو کچھ مین جانتا ہون اگر تم جانتے تو ہنستے کم اور روتے بہت"، تمام صحابہؓ بے اختیار منہ ڈھانک کر رونے لگے،[۱]

ایک بار رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ "اگر کسی کے دل مین رائی برابر بھی غرور ہوگا تو وہ مرنے کے بعد دوزخ مین داخل ہوگا"، حضرت عبداللہ بن قیس انصاریؓ یہ سن کر رو پڑے، آپ نے فرمایا "کیون روتے ہو؟" بولے "آپ کا ارشاد سن کر"، فرمایا "تمھین خوشخبری ہو کہ تم جنتی ہو"،[۲]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب قرآن مجید کی یہ آیت

الم یانِ للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لِذِکرِ اللہِ،	کیا ان لوگون کے لیے جو ایمان لائے ابھی وہ وقت نہین آیا کہ خدا کے ذکر پر انکے دل گداز ہون،

پڑھتے تھے تو بے اختیار رو پڑتے تھے، اور دیر تک روتے رہتے تھے،[۳]

ایک بار انھون نے حضرت عمیرؓ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا،

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید،	اس دن ان لوگون کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائین گے،

تو اس قدر روئے کہ داڑھی اور گریبان دونون تر ہو گئے،[۴]

---

[۱] بخاری کتاب التفسیر باب لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم [۲] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن قیس انصاری [۳] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، [۴] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ،

حضرت سہیل بن عمروؓ جب قرآن پڑھتے تھے تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا تھا[1]،

تمام صحابہؓ میں حضرت ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب تھے، وہ قرآن مجید پڑھتے تھے، تو ان پر اس قدر اثر پڑتا تھا کہ بے اختیار رونے لگتے تھے[2]،

ایک بار حضرت عکرمہؓ نے حضرت اسماءؓ سے پوچھا کہ "صحابہؓ پر خوف الٰہی سے کبھی غشی بھی طاری ہوتی تھی"؟ بولیں "نہیں وہ صرف روتے تھے[3]"،

الحب فی اللہ

اسلام ایک رشتہ اتحاد تھا، جو صحابہ کرام کو دور دور سے کھینچ کر لاتا تھا، اور ایک دائمی محبت کے سلسلہ میں منسلک کر دیتا تھا، مہاجرین و انصار دونوں کا خاندان الگ تھا، سلسلۂ نسب الگ تھا، طرز معاشرت الگ تھا، لیکن یہ صرف اسلام کا تعلق تھا جس نے دونوں کو اس قدر متحد کر دیا کہ دونوں بھائی بھائی ہو گئے، اور مال میں جائداد میں وراثت میں ایک دوسرے کے شریک ہو گئے، اسی کا نام حب فی اللہ ہے اور صحابہ کرام کا ہر فرد اسی محبت کے نشہ میں چور تھا، ایک صحابی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "میرے دو بھائی تھے اور میں ایک سے صرف خدا اور رسول کے لیے محبت اور دوسرے سے صرف خدا اور خدا کے رسول کے لیے بغض رکھتا تھا[4]"۔

حضرت مجاہدؒ کا بیان ہے کہ "ایک صحابی نے پیچھے سے میرا شانہ پکڑ کر کہا کہ "میں تم سے محبت رکھتا ہوں" انھوں نے کہا کہ "جس ذات (خدا) کے لیے تم مجھ سے محبت رکھتے ہو میں بھی اسی ذات کے لیے تم سے محبت رکھتا ہوں[5]"،

یہ حب فی اللہ ہی کا نتیجہ تھا کہ جو لوگ کوئی نیک کام کرتے تھے صحابہ کرامؓ کو ان سے محبت ہو جاتی تھی، ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے سامنے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا ذکر ہوا تو بولے

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمروؓ، [2] بخاری کتاب الصلوۃ باب المسجد یکون فی الطریق من غیر ضرر بالناس، [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت اسماءؓ، [4] اسد الغابہ تذکرہ حضرت خالد الغامدی جب حامی، [5] ادب المفرد باب اذا احب الرجل اخاہ فلیعلمہ،

ہم نے ایسے شخص کا ذکر کیا کہ جب سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قرآن چار آدمیون سے سیکھو اور ان مین سب سے پہلے عبد اللہ بن مسعودؓ کا نام لیا، اسی دن سے مین برابر ان کو محبوب رکھتا ہون،[۱]

ایک بار قبیلۂ بنو تمیم کا صدقہ آیا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ "یہ میری قوم کا صدقہ ہی، اور یہ لوگ دجال کے مقابلہ مین سب سے قوی تر ہین" حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہی کہ "عرب کے قبائل مین کوئی قبیلہ مجھے اس قبیلہ سے زیادہ مبغوض نہ تھا لیکن جب سے مین نے رسول اللہ صلعم سے اس کی نسبت یہ کلمات سُنے وہ مجھے محبوب ہو گیا"[۲]

البغض فی اللہ صحابۂ کرام ہمہ تن محبت تھے، اس لیے ان کے نزدیک بغض سے زیادہ کوئی چیز مبغوض نہ تھی، تاہم خدا کے عشق مین اُنھون نے دوسرون کی محبت کو بھلا دیا تھا، وہ اگر محبت کرتے تھے تو خدا ہی کے لیے اور بغض رکھتے تھے تو خدا ہی کے لیے،

بیٹا ہر شخص کو محبوب ہوتا ہے، لیکن اگر وہ خدا سے محبت نہین رکھتا تو اس سے کوئی عاشق خدا محبت نہین رکھ سکتا، حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرؓ اسلام نہین لاتے تھے، اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھالی تھی کہ ان کو وراثت نہ دونگا،[۳]

بی بی سب کو محبوب ہی لیکن خدا اور رسولؐ کی محبت نے صحابہ کیلئے ایسی محبوب چیز کو بھی مبغوض بنا دیا تھا، ایک صحابی کی بی بی (ام ولد) رسول اللہ صلعم کو برا بھلا کہا کرتی تھی، وہ اس کو بار بار سختی کے ساتھ منع کرتے تھے لیکن وہ اس حرکت سے باز نہین آتی تھی، اس کے ساتھ انکے تعلقات جس قسم کے تھے ان کو خود اُنھون نے اس طرح بیان کیا ہے:-

لی منہا ابنان مثل اللؤلؤتین	اس سے میرے دو بچے موتی کی طرح تھے،
وکانت بی رفیقۃ	اور وہ میری ہمدم تھی،

---

۱ مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۹۱، ۲ ایضاً صفحہ ۳۹۰، ۳ ابوداود کتاب الفرائض باب نسخ میراث العقد بمیراث الرحم،

لیکن ایک بار رات کو وہ رسول اللہ صلعم کو بُرا بھلا کہہ رہی تھی، انھون نے سن لیا، اور دفعۃً تمام تعلقات کو بھول گئے، کلھاڑی اُٹھائی اور اس کا پیٹ چاک کر دیا[۱]،

حضرت ابن مکتوم رضی ایک یہودیہ کے مہمان ہوئے، وہ اگرچہ ان کی خاطر مدارات کرتی تھی لیکن خدا اور خدا کے رسول کو بُرا بھلا کہتی تھی، اس لیے اُنھون نے اس کو قتل کر ڈالا[۲]،

اعزہ و احباب سے کس کو محبت نہین ہوتی، لیکن صحابہ کرام نے خدا کیلیے ان سب کی محبت کو خیرباد کہدیا تھا، اسیران بدر گرفتار ہو کر آئے، اور رسول اللہ صلعم نے حضرت ابو بکر رضی اور حضرت عمر رضی سے مشورہ لیا، تو حضرت ابو بکر رضی نے فدیہ لیکر رہا کرنے کا مشورہ دیا، لیکن حضرت عمر رضی نے کہا کہ "ہم کو ان سب کی گردن مارنے کا اختیار عطا فرمایئے، علی عقیل کی اور مین اپنے ایک عزیز کی گردن اُڑا دون، کیونکہ یہ لوگ ایمۃ الکفر ہین[۳]"۔

مقامات مقدسہ کی زیارت | خانہ کعبہ کی طرح صحابہ کرام رض اور دوسرے مقامات مقدسہ کی زیارت سے بھی شرف اندوز ہوتے تھے،

ایک بار ایک خاتون بیمار ہوئین اور نذر مانی کہ اگر خدا شفا دیگا تو بیت المقدس مین جا کر نماز پڑھون گی، صحت یاب ہوئین تو سامان سفر کیا، رخصت ہونے کے لیے حضرت میمونہ رض کی خدمت مین حاضر ہوئین، انھون نے کہا "مسجد نبوی ہی مین نماز پڑھ لو، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو کہ میری مسجد کی ایک نماز خانہ کعبہ کی مسجد کے سوا دوسری مساجد کی ہزار دن نمازون سے بہتر ہے[۴]"

حضرت ابو جمعۃ انصاری رض بیت المقدس مین نماز ادا کرنے کے لیے آئے، نماز ادا کر کے چلنے لگے تو لوگ پہنچانے آئے، بولے "مجھ پر تمھارا حق ہے، اس کے بدلے مین ایک حدیث

---

۱ ابوداؤد کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبی ۲ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابن مکتوم رض ۳ مسلم کتاب الجہاد باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر و اباحۃ الغنائم، ۴ مسلم کتاب الحج باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد المدینۃ و مکہ،

بیان کرتا ہون[1]،،

کوہ طور تجلی گاہِ نورِ الٰہی تھا، اس لیے حضرت ابوہریرہؓ وہان گئے اور اس پر نماز پڑھی، پلٹے تو حضرت ابو بصرہؓ سے ملاقات ہوگئی، اُنھون نے کہا کہ "اگر مین پہلے ملا ہوتا تو تم وہان نہ جانے پاتے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے، کہ مسجد نبوی، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے سوا شد رحال نہین کیا جا سکتا[2]،،

رسول اللہ صلعم ہر سنیچر کو معمولاً قبا مین تشریف لیجایا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی یہی التزام کر لیا تھا[3]، ایک دن حضرت عبداللہ بن قیس بن مخرمہؓ مسجد قبا کے پاس سے خچر پر سوار ہو کر نکلے، دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ پاپیادہ جا رہے ہین، خچر سے اُتر کر کہا کہ "چچا جان اس پر سوار ہو لیجیے"، بولے "اگر سواری درکار ہوتی تو مل سکتی تھی لیکن رسول اللہ صلعم اس مسجد مین پاپیادہ آکر نماز پڑھا کرتے تھے، اس لیے مین بھی پاپیادہ آنا پسند کرتا ہون[4]،،

ایک صحابیہ نے مسجد قبا تک پاپیادہ جانے کی نذر مانی تھی، ابھی نذر پوری کرنے بھی نہ پائی تھین کہ انتقال ہو گیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فتویٰ دیا کہ ان کی صاحبزادی نذر پوری کرین[5]،

فرایض مذہبی کے ادا کرنے مین جسمانی تکلیفین اُٹھانا

ہم کو ہر قسم کی آسانیان حاصل ہین، تاہم مذہبی فرایض و اعمال ادا نہین کرتے، لیکن صحابہ کرام ہر قسم کی تکلیفین برداشت کرتے تھے اور فرایض اسلام کو بخوشی ادا کرتے تھے، حضرت علیؓ کو اکثر مذی کے قطرے آجایا کرتے تھے، اس لیے وہ عموماً نہاتے رہتے تھے، جب بار بار کے نہانے سے اُن کی پیٹھ پھٹ پھٹ گئی تو اُنھون نے

---

[1] اصابہ تذکرہ حضرت ابو جمعۃ انصاریؓ [2] مسند ابو داؤد طیالسی صفحہ ۱۹۲ مسند ابو بصرہ غفاریؓ [3] مسلم کتاب الحج باب فضل مسجد قبا، [4] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۱۹، [5] موطا امام محمد کتاب الایمان و النذور باب الرجل یحلف بالمشی الی بیت اللہ

رسول اللہ صلعم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا "اس کے لیے وضو کافی ہے"[۱]،

رسول اللہ صلعم ظہر کی نماز پڑھتے تھے تو دھوپ کی شدت سے زمین اس قدر گرم رہتی تھی کہ بعض صحابہ مٹھی مین کنکریان اٹھا کر اس کو ٹھنڈا کرتے تھے، پھر سامنے رکھ کر اس پر سجدہ[۲] کرتے تھے، حضرت زید بن ثابت رض فرماتے ہین کہ:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی	رسول اللہ صلعم ٹھیک دوپہر کے وقت ظہر
الظہر بالہاجرۃ ولم یکن یصلی صلوۃ اشد	پڑھتے تھے، اور آپ کی کوئی نماز صحابہ
علیٰ اصحاب رسول اللہ صلعم منہا[۳]،	پر ظہر سے زیادہ شاق اور سخت نہ تھی،

ایک بار سورج گہن لگا، تو رسول اللہ صلعم نے نماز کسوف پڑھائی اور قیام و قعود اور رکوع و سجود مین اس قدر دیر لگائی کہ بہت سے صحابہ بے ہوش ہو گئے، اور ان پر پانی کی مشکین ڈھالی گئین[۴]،

اسلام نے اگرچہ رہبانیت کو مٹا دیا، تاہم ذوق عبادت مین حضرت حمنہ بنت جحش رض برابر مصروف نماز رہتی تھین، اور جب تھک جاتی تھین تو مسجد کے دونون ستونون مین ایک رسی باندھ رکھی تھی، اس سے لٹک جاتی تھین، تاکہ نیند نہ آنے پائے رسول اللہ صلعم نے اس رسی کو دیکھا تو فرمایا "ان کو صرف اسی قدر نماز پڑھنی چاہیے جو ان کی طاقت مین ہو، اگر تھک جائین تو بیٹھ جانا چاہیے"، چنانچہ وہ رسی کھلوا کر پھنکوا دی[۵]،

شوق حصول ثواب صحابہ کرام کے تمام اعمال کا محور صرف ثواب آخرت تھا، اسی کے لیے وہ طرح طرح کی تکلیفین اٹھاتے تھے، اور اسی پر انھون نے اپنے تمام عیش و آرام کو قربان کر دیا تھا،

---

[۱] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی المذی، [۲] ایضاً کتاب الصلوۃ باب فی وقت صلوۃ الظہر [۳] ایضاً کتاب الصلوۃ باب فی وقت العصر [۴] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الکسوف، [۵] ابوداؤد کتاب الصلوۃ ابواب التطوع و رکعات السنۃ باب النعاس فی الصلوۃ،

ایک صحابی کا گھر مسجد سے بہت دور تھا، لیکن ان کی کوئی جماعت قضا نہین ہوتی تھی؛ ایک صحابی نے ان سے کہا کہ "کاش آپ ایک گدھا خرید لیتے جس پر دن کی دھوپ اور رات کی اندھیری مین سوار ہوکر شریک نماز ہوتے" انھون نے جواب دیا کہ "مین سرے سے یہی نہین پسند کرتا کہ میرا گھر مسجد کے پہلو مین ہو،" رسول اللہ صلعم کے سامنے اس کا تذکرہ آیا تو آپ نے وجہ پوچھی، بولے کہ "میرا مقصد یہ ہو کہ میری طویل آمد و رفت داخلِ حسنات ہو" آپ نے یہ سن کر فرمایا "خدا نے تم کو یہ سب دیدیا"[۱]

آپ نے فرمایا تھا کہ "مسجد کی طرف جو قدم اُٹھتا ہے، اس پر ثواب ملتا ہو" اس لیے صحابۂ کرام نماز کو آتے تھے تو قدم قریب قریب رکھتے تھے کہ نقشِ قدم کی تعداد بڑھ جائے اور اس پر ثواب ملے[۲]

حضرت مالک بن عبداللہؓ نے حضرت حبیب بن مسلمہؓ کو دیکھا کہ گھوڑا ساتھ ہے اور خود پاپیادہ جا رہے ہین؛ بولے "جب خدا نے سواری دی ہو تو سوار کیون نہین ہو لیتے"؟ بولے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو کہ "خدا کی راہ مین جس شخص کے پاؤن غبار آلود ہو جائین، خدا اس کو آگ پر حرام کر دیتا ہے"[۳] یعنی پیدل اس لیے چلتا ہون کہ پاؤن مین مٹی لگجائے تاکہ اس بشارت سے مجھ کو بھی حصہ ملے"

ایک روز حضرت جابرؓ سخت دھوپ مین پاپیادہ اپنے خچر کو ہانکتے ہوئے جا رہے تھے، راستہ مین فوج سے ملاقات ہوگئی، تو اس کے سپہ سالار نے کہا "خدا نے آپ کو سواری دی ہے، پھر سوار کیون نہین ہو لیتے"؟ بولے "مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جس شخص کے پاؤن خدا کی راہ مین غبار آلود ہو جائین، اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام کر دیتا ہے، یہ سن کر

[۱] ابوداؤد باب ما جاء فی فضل المشی الی الصلوۃ [۲] نسائی کتاب الامام باب المحافظۃ علی الصلوۃ حیث ینادی بہن [۳] مسند دارمی فی فضل الغبار فی سبیل اللہ

تمام فوج گھوڑے سے اتر گئی،[1]

پابندی نذر و قسم

ہم لوگ ہر وقت قسمین کھایا کرتے ہین اور ہم کو محسوس نہین ہوتا کہ یہ کس قدر ذمہ داری کا کام ہی، لیکن صحابۂ کرام بہت کم قسم کھاتے تھے، اور جس بات پر قسم کھالیتے تھے اس کو پورا کرتے تھے، ایک بار حضرت عائشہؓ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہوگئین، اور قسم کھائی کہ اب اُن سے کبھی بات چیت نہ کرین گی، لیکن جب حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے دوسرے صحابہ کی سفارش پہنچائی تو رو کر کہنے لگین،

انی نذرت والنذر شدید — مین نے نذر مان لی ہی اور نذر کا معاملہ نہایت سخت ہی،

بالآخر اصرار و سفارش سے معاف کردیا، اور کفارۂ قسم مین ۴۰ غلام آزاد کیے،[2]

حضرت عمرؓ خلافت کے کاروبار مین مشغول رہتے تھے، اس لئے اپنے دربان کو حکم دیا تھا کہ اگر وہ کوئی قسم کھالین اور مصروفیت کی وجہ سے اس کو پورا نہ کرسکین تو وہ انکی طرف سے کفارے مین دس فقیر کو پانچ صاع گیہون دیدے[3] یعنی ہر فقیر کو نصف صاع،

حضرت کردمؓ نے کوہ بوانہ پر پچاس بکریون کے ذبح کرنے کی نذر مانی تھی رسول اللہ صلعم سے اس کے ایفا کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ "وہان کوئی بت تو نصب نہین ہے" بولے "نہین" اب آپ نے نذر پورا کرنے کی اجازت دیدی، اُنھون نے بکریان جمع کین اور اُن کو ذبح کرنے لگے، سو اتفاق سے ایک بکری بھاگ گئی، وہ اُس کی جستجو مین نکلے تو یہ کہتے جاتے تھے کہ "خداوندا میری نذر پوری کر" چنانچہ جب اس بکری کو پکڑ کر ذبح کرلیا، تو ان کو تسکین ہوئی،[4]

---

[1] مسند ابو داؤد طیالسی صفحہ ۲۴۴، الافراد عن جابر، [2] بخاری کتاب الادب باب الہجرۃ [3] موطاے امام محمد کتاب الایمان والنذور باب الرجل یحنث فی کفارۃ الیمین، [4] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت میمونہ بنت کردمؓ

اسلام نے اگرچہ رہبانیت کو ناجائز قرار دیا تھا، تاہم بعض صحابہ ناواقفیت کی وجہ سے نہایت بتکلیف دہ نذریں مانتے تھے، اور اُن کو پورا کرتے تھے، ایک بوڑھے صحابی نے پاپیادہ حج کرنے کی نذر مانی اور اُس کو پورا کیا، لیکن رسول اللہ صلعم نے اُن کو منع فرمایا، ایک اور صحابیہ نے بھی اسی قسم کی نذر مانی لیکن رسول اللہ صلعم نے اس کی اجازت نہیں دی[1]، ایک بار رسول اللہ صلعم نے ایک صحابی کو دیکھا کہ کھڑے ہوئے ہیں، دریافت فرمایا تو معلوم ہوا، کہ انھون نے یہ نذر مانی ہی کہ نہ بیٹھین گے نہ سایے مین کھڑے ہون گے، نہ کسی سے بولین گے، اور روزہ رکھین گے، آپنے فرمایا کہ "ان سے کہہ دو کہ یہ سب چھوڑ دین اور صرف روزے کو پورا کرین"[2]

---

[1] بخاری کتاب الحج باب من نذر المشی الی الکعبۃ، [2] بخاری کتاب النذور باب النذر فیما لا یملک وفی معصیۃ،

تبجیل الرسول

برکت اندوزی

صحابۂ کرام مختلف طریقون سے رسول اللہ صلعم کی ذات سے برکت اندوز ہوتے رہتے رہتے، مثلاً بچے بیمار پڑتے یا پیدا ہوتے تو ان کو آپ کی خدمت مین حاضر کرتے، آپ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اپنے منہ مین کھجور ڈال کے اُس کے منہ مین ڈالتے، اور اس کے لیے برکت کی دعا فرماتے، حضرت سائب بن یزیدؓ کہتے ہین کہ مین بیمار پڑا تو میری خالہ مجھ کو آپ کی خدمت مین لے گئین، آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دُعاے برکت کی، اس کے بعد آپ نے وضو کیا تو مین نے آپ کے وضو کا پانی پیا، حضرت ابوموسی اشعریؓ کے لڑکا پیدا ہوا تو آپ کی خدمت مین لائے، آپ نے اس کا نام رکھا، اپنے منہ مین کھجور ڈال کے اس کے منہ مین ڈالی، اور اس کو برکت کی دعا دی، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے تو اُن کی والدہ حضرت اسماءؓ ان کو لیکر آئین اور آپ کی گود مین رکھدیا، آپ نے کھجور منگا کر چبائی اور اس کو اُن کے منہ مین ڈالدیا، پھر برکت کی دعا دی، آپ بعض بچون کے منہ مین کلی کر دیتے، بعض کے منہ مین لعاب دہن ڈالدیتے، اور بعض کی آنکھون پر ہاتھ پھیرتے،

حضرت زہرہ بن معبدؓ ایک صحابی تھے، بچپن ہی مین ان کی والدہ اُن کو آپ کی خدمت مین لائین، اور کہا کہ "اس سے بیعت لیجئے" آپ نے فرمایا "ابھی بچہ ہے" یہ کہہ کر اُن کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور دُعا دی، چنانچہ جب اُن کو لیکر اُن کے دادا خریدنے کے لیے بازار جاتے

لـ بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ و مسح رؤسہم وکتاب العقیقہ باب تسمیۃ المولود غداۃ یولد لمن لم یعق عنہ وتحنیکہ،

تھے، اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت ابن زبیرؓ سے ملاقات ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ ہم کو بھی شریک کرو کیونکہ رسول اللہ صلعم نے تم کو برکت کی دعا دی ہے[۱]، حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :-

وتوفر دواعی الصحابة	یعنی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ
علی احضار اولادھم الی	رسول اللہ صلعم سے برکت حاصل کرنے
النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کے لیے صحابۂ کرام کو آپ کی خدمت میں اپنی
لالتماس برکتہ،	اولاد کے حاضر کرنے کا بڑا شوق تھا،

نماز فجر کے بعد صحابۂ کرام کے ملازم برتنوں میں پانی لیکر حاضر ہوتے آپ ان میں دست مبارک ڈال دیتے وہ متبرک ہو جاتا[۲]،

جب پھل پختہ ہوتے تو پہلا پھل آپ کی خدمت میں پیش کرتے، آپ برکت کی دعا فرماتے اور سب سے چھوٹا بچہ جو موجود ہوتا اس کو دیدیتے[۳]، آپ کے وضو کا بچا کھچا پانی صحابہ کے لیے آب حیات تھا جس پر وہ جان دیتے تھے، ایک بار حضرت بلالؓ نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی نکالا تو تمام صحابہ نے اس کو جھپٹ لیا[۴]،

ایک دن آپ نے وضو کیا، پانی بچ گیا تو تمام صحابہ نے اسکو لیکر جسم پر مل لیا[۵]، ایک بار آپ سر منڈوا رہے تھے صحابۂ کرامؓ نے آپ کو گھیر لیا، حجام سر مونڈتا جاتا تھا اور صحابہ ادہر ہی ادہر سے بالوں کو اچک لینا چاہتے تھے[۶]،

---

[۱] بخاری کتاب الشرکة باب الشرکة فی الطعام [۲] مسلم کتاب الفضائل باب فی قرب النبی من الناس وتبرکھم بہ، [۳] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب اذا اتی باول الثمرة؛ وترمذی کتاب الدعوات باب ما یقول اذا رای الباکورة من الثمر [۴] نسائی کتاب الطہارة باب الانتفاع بفضل الوضوء، [۵] بخاری کتاب الوضوء باب استعمال فضل وضوء الناس [۶] مسلم کتاب الفضائل باب فی قرب النبی علیہ السلام وتبرکھم بہ،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت ابو محذورہ رضؓ کی پیشانی پر ہاتھ پھیر دیا، اس کے بعد انھون نے عمر بھر سر کے آگے کے بال کٹوائے، نہ مانگ نکالی[1] بلکہ اس کو بطور متبرک یادگار کے قائم رکھا، آپ جب صحابۂ کرام رضؓ کے مکان پر تشریف لاتے تو وہ آپ سے برکت حاصل کرنیکی درخواست کرتے، ایک بار آپ ایک صحابی کے گھر تشریف لائے انھون نے دعوت کی جب چلنے لگے تو گھوڑے کی باگ پکڑ کر عرض کی کہ "میرے لیے دعا فرمائیے" آپ نے دعائے برکت و دعائے مغفرت فرمائی،[2]

ایک بار آپ حضرت سعدؓ کے گھر تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا، انھون نے آہستہ سے جواب دیا، اُن کے صاحبزادے نے کہا کہ "رسول اللہ صلعم کو اذن نہیں دیتے" بولے "چپ رہو مقصد یہ ہے کہ آپ ہم پر بار بار سلام کرین"، آپ نے دوبارہ سلام کیا پھر اسی قسم کا جواب ملا، تیسری بار سلام کر کے آپ واپس چلے، تو حضرت سعدؓ پیچھے پیچھے دوڑے ہوے آئے اور کہا کہ "مین آپ کا سلام سنتا تھا، لیکن جواب اس لئے آہستہ سے دیتا تھا کہ آپ ہم پر متعدد بار سلام کرین"[3]

محافظت یادگار رسول

صحابۂ کرام کے زمانہ مین رسول اللہ صلعم کی اکثر یادگارین محفوظ تھین جنکو وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، اور اُن سے برکت حاصل کرتے تھے، حضرت علی بن حسینؓ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے زمانہ مین یزید کے دربار سے پلٹ کر مدینہ مین آئے تو حضرت مسور بن مخرمہ رضؓ ملے، اور مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلعم کی تلوار مجھے دیدو ایسا نہو کہ یہ لوگ اس کو چھین لین، خدا کی قسم اگر تم نے مجھے یہ تلوار دی تو

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰة باب کیفیة الاذان [2] ایضاً کتاب الاشربة فی النفخ فی الشراب [3] ایضاً کتاب الادب باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستیذان

جب تک جسم مین جان باقی ہے کوئی شخص اسکی طرف ہاتھ نہین بڑھا سکتا،[۱]

حضرت عائشہؓ کے پاس آپ کا ایک جبہ محفوظ تھا، جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت اسماءؓ نے اس کو لے لیا اور محفوظ رکھا، چنانچہ جب ان کے خاندان میں کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو شفاء حاصل کرنے کے لیے دھو کر اس کا پانی پلاتی تھین،[۲]

بہت سے صحابہ ان یادگارون کو زاد آخرت سمجھتے تھے، اور ان کو بعد مرگ بھی اپنے پاس سے جدا کرنا پسند نہین کرتے تھے، جب آپ حضرت انسؓ کے گھر تشریف لاتے تھے تو انکی والدہ آپ کے پسینے کو ایک شیشی مین بھر کر اپنی خوشبو مین ملا دیتی تھین، چنانچہ جب حضرت انسؓ نے انتقال کیا تو وصیت کی کہ یہ خوشبو اُن کے حنوط مین شامل کیجائے، اس روایت مین یہ بھی ہے کہ وہ آپ کے بال کو بھی شیشی مین بھر لیتی تھین، لیکن حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح مین پہلے تو اس کو ایک بے جوڑ چیز سمجھا ہے، لیکن اس کے بعد لکھا ہے کہ بعض لوگون کے نزدیک اس سے وہ بال مراد ہین جو کنگھی کرنے مین آپ کے سر سے جھڑ جاتے تھے، پھر حضرت انسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جب منیٰ مین اپنے بال منڈوائے تو حضرت ابوطلحہؓ نے آپ کے بال لے لئے، اور اُن کو حضرت انسؓ کی والدہ کے حوالے کیا، جن کو اُنھون نے اپنی خوشبو مین شامل کر لیا، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس خوشبو مین یہ بال شامل تھے اسی مین وہ پسینے کو بھی شامل کر لیتی تھین،[۳]

غزوۂ خیبر مین آپ نے ایک صحابیہ کو خود دست مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا، وہ اس کی اس قدر قدر کرتی تھین کہ عمر بھر گلے سے جدا نہین کیا، اور جب انتقال کرنے لگین، تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی دفن کر دیا جائے،[۴]

---

[۱] ابوداؤد کتاب الخراج باب ما یکرہ ان یحج منہین من الفداء [۲] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۴۸ [۳] بخاری کتاب الاستئذان باب من زار قوماً فقال عندہم [۴] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۸۰؛

حضرت امیر معاویہ رضہ کے پاس آپ کی ایک قمیص، ایک تہبند، ایک چادر اور چند موے مبارک تھے، انھون نے وفات کے وقت وصیت کی کہ یہ کپڑے کفن مین لگائے جائین اور موے مبارک منہ اور ناک مین بھر دیئے جائین[۱]

رسول اللہ صلعم نے جن کپڑون مین انتقال فرمایا تھا حضرت عائشہ رضہ نے ان کو محفوظ رکھا تھا، چنانچہ ایک دن اُنھون نے ایک صحابی کو ایک یمنی تہ بند اور ایک کمل دکھا کر کہا کہ "خدا کی قسم آپ نے ان کپڑون مین انتقال فرمایا تھا"[۲]

ایک صحابی کو آپ نے سیاہ ریشم کا ایک عمامہ عطا فرمایا تھا، اُنھون نے اس کو محفوظ رکھا تھا اور اس پر فخر کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک بار بخارا مین خچر پر سوار ہو کر نکلے تو عمامہ دکھا کر کہا کہ "اس کو رسول اللہ صلعم نے مجھ کو عنایت فرمایا تھا"[۳]

آپ کے چند بال حضرت اُم سلمہ رضہ نے بطور یادگار کے محفوظ رکھے تھے، اور جب کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو ایک برتن مین پانی بھر کر بھیج دیتا تھا اور وہ اس مین بالون کو ڈبو کر واپس کر دیتی تھین، جس کو وہ شفا حاصل کرنے کے لیے پی جاتا تھا یا اس سے غسل کر لیتا تھا[۴]

خلفا ان یادگارون کی نہایت عزت کرتے تھے، اور ان سے برکت اندوز ہوتے تھے، ایک بار آپ نے کسی عجمی بادشاہ کے نام خط لکھنا چاہا تو لوگون نے کہا کہ جب تک خط پر مُہر نہ ہو اہل عجم اس کو نہین پڑھتے، اس لیے آپ نے ایک چاندی کی انگوٹھی تیار کرائی جس کے نگینہ پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا، اس انگوٹھی کو خلفاے ثلثہ نے محفوظ رکھا تھا، اخیر مین حضرت عثمان رضہ کے ہاتھ سے ایک کنوین مین گر پڑی اُنھون نے تمام کنوین کا پانی اُچوا ڈالا لیکن یہ گوہر نایاب نہ مل سکا[۵]

---

[۱] نزہۃ الابرار تذکرہ حضرت معاویہ رضہ [۲] ابوداؤد کتاب اللباس باب فی لبس الصوف والشعر [۳] ایضاً باب ماجاء فی الخز [۴] بخاری کتاب اللباس باب ما یذکر فی الشیب مع فتح الباری [۵] ابوداؤد کتاب الخاتم،

حضرت کعب بن زہیر رضؓ کے قصیدے کے صلے مین رسول اللہ صلعم نے خود اپنی چادر عنایت فرمائی تھی، یہ چادر امیر معاویہ رضؓ نے اُن کے صاحبزادے سے خریدلی، اور ان کے بعد تمام خلفاء عیدین مین وہی چادر اوڑھکر نکلتے تھے[1]

آپ جس پیالے مین پانی پیتے تھے، وہ حضرت انس بن مالک رضؓ کے پاس محفوظ تھا، ایک بار وہ ٹوٹ گیا تو اُنھون نے اس کو چاندی کے تار سے جُڑوادیا، اس مین ایک لوہے کا حلقہ بھی لگا ہوا تھا، لیکن بعد کو حضرت انس رضؓ نے اس مین سونے یا چاندی کا حلقہ لگوانا چاہا، لیکن حضرت طلحہ رضؓ نے منع کیا کہ رسول اللہ صلعم نے جو کام کیا ہے اس مین تغیر نہین کرنا چاہیے[2]

آپ کے دو اور پیالے حضرت سہل رضؓ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ کے پاس محفوظ تھے[2]

ایک دن آپ حضرت ام سلیم رضؓ کے مکان پر تشریف لائے گھر مین ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا، آپ نے اس کا دہانہ اپنے مُنہ سے لگایا اور پانی پیا، حضرت ام سلیم رضؓ نے مشکیزے کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار کے رکھ لیا[3]

آپ حضرت شفاء بنت عبداللہ رضؓ کے یہان کبھی کبھی قیلولہ فرماتے تھے، اس غرض سے انھون نے آپ کے لیے ایک خاص بستر اور ایک خاص تہبند بنوالیا تھا، جس کو پہن کر آپ استراحت فرماتے تھے، یہ یادگارین ایک مدت تک اُن کے پاس محفوظ رہین، اخیر مین مروان نے اُن سے لے لیا[4]

ان یادگارون کے علاوہ صحابہ کرام آپ کی ہر چیز کو یادگار سمجھتے تھے، اور لوگون کو اس کی زیارت کرواتے تھے، حضرت نافع رضؓ کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ نے مسجد مین وہ جگہ دکھائی جہان آپ معتکف ہوتے تھے[5]

---

[1] اصابہ تذکرہ حضرت کعب بن زہیر [2] بخاری کتاب الاشربہ باب الشرب من قدح النبیؐ [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ام سلیم [4] اسد الغابہ تذکرہ حضرت شفاء بنت عبداللہ رضؓ [5] ابوداود کتاب الصیام باب این یکون الاعتکاف

ادب رسول صحابۂ کرام جس طرح رسول اللہ صلعم کا ادب و احترام کرتے تھے، اس کا اظہار سیکڑوں طریقہ سے ہوتا تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو دربارِ نبوت کے ادب و عظمت کے لحاظ سے خاص طور پر کپڑے زیبِ تن کر لیتے، ایک صحابیہ فرماتی ہیں کہ

جمعت علی ثیابی حین امسیت فاتیت — شام ہوئی تو میں نے تمام کپڑے پہن لیے

رسول اللہ صلعم[۱] — اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی،

بغیر طہارت کے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اور آپ سے مصافحہ کرنا گوارا نہ کرتے، مدینہ کے کسی راستہ میں آپ سے حضرت ابوہریرہؓ کا سامنا ہوگیا، ان کو نہانے کی ضرورت تھی، گوارا نہ ہوا کہ اس حالت میں آپکے سامنے آئیں، اس لیے آپکو دیکھا تو کترا گئے، اور غسل کر کے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، آپ نے دیکھا تو فرمایا کہ "ابوہریرہ کہاں تھے"؟ بولے "میں پاک نہ تھا، اس لیے آپ کے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتا تھا"[۲]

آپ کے سامنے بیٹھتے تو فرطِ ادب سے تصویر بن جاتے، احادیث میں اسی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے، کانما علی رؤسہم الطیر یعنی صحابہ آپ کے سامنے اس طرح بیٹھتے تھے گویا ان کے سروں پر چڑیا بیٹھی ہوئی ہے[۳]

گھر میں بچے پیدا ہوتے تو ادب سے ان کا نام محمد نہ رکھتے، ایک دفعہ ایک صحابی کے گھر میں بچہ پیدا ہوا، تو انھوں نے محمد نام رکھا، لیکن اُن کی قوم نے کہا ہم نہ یہ نام رکھنے دیں گے نہ اس کنیت سے تم کو پکاریں گے، تم اس کے متعلق خود رسول اللہ صلعم سے مشورہ کرلو، وہ بچے کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا، تو ارشاد ہوا کہ "میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت نہ اختیار کرو"[۴]

۱؎ ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی عدۃ الحامل ۲؎ ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الجنب یصافح ۳؎ ابوداؤد اول کتاب الطب باب الرجل یتداوی ۴؎ مسلم کتاب الآداب باب النہی عن التکنی بابی القاسم وبیان ما یستحب من الاسماء،

اگر راستے میں کبھی ساتھ ہو جاتا تو ادب سے آپ کے ساتھ سواری پر سوار ہونا پسند نہ کرتے، ایکبار حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ کا خچر ہانک رہے تھے، آپ نے فرمایا "سوار کیوں نہیں ہو لیتے؟" لیکن انھوں نے اس کو بڑی بات سمجھا، کہ آپ کے خچر پر سوار ہوں، تاہم امتثالاً للامر تھوڑی دور تک سوار ہو لئے،[1]

فرط ادب سے کسی بات میں آپ پر تقدم یا سابقت گوارا نہ کرتے، آپ غزوۂ تبوک کے سفر میں قضائے حاجت کے لیے صحابہ سے الگ ہو گئے، نماز فجر کا وقت آگیا تو صحابہؓ نے آپ کے آنے سے پیشتر ہی حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف کی امامت میں نماز شروع کر دی آپ پہنچے تو ایک رکعت نماز ہو چکی تھی اس لیے آپ دوسری رکعت میں شریک ہوئے نماز ہو چکی تو تمام صحابہ نے اس کو بے ادبی بلکہ گناہ خیال کیا اور سب کے سب (بطور استغفار کے) سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگے، آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ "تم نے اچھا کیا"[2]

ایک بار آپ کسی نزاع چکانے کے لیے قبیلۂ بنو عمرو بن عوف میں گئے، نماز کا وقت آگیا تو موذن حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں آیا کہ نماز پڑھا دیجیے، وہ نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ آکر شریک جماعت ہو گئے، لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کیں، حضرت ابوبکرؓ اگرچہ نماز میں کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے، تاہم جب لوگوں نے متصل تالیاں بجائیں تو مڑ کر دیکھا کہ رسول اللہ صلعم ہیں آپ نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو، انھوں نے پہلے تو خدا کا شکر کیا کہ آپ نے انکی امامت کو پسند فرمایا، پھر پیچھے ہٹ آئے، اور آپ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ "جب میں نے حکم دیا تو تم کیوں اپنی جگہ سے ہٹ آئے"؟ بولے کہ ابن ابی قحافہ کا یہ منہ نہ تھا کہ رسول اللہ صلعم کے آگے نماز پڑھائے"[3]

---

[1] نسائی کتاب الاستعاذہ صفحہ ۹۰۳۔ [2] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین۔ [3] ایضاً کتاب الصلوٰۃ باب التصفیق فی الصلوٰۃ،

ایک بار آپ پیدل جا رہے تھے، کہ اسی حالت مین ایک صحابی گدھے پر سوار آئے، آپ کو پیدل دیکھا تو خود فرطِ ادب سے پیچھے ہٹ گئے، اور آپ کو آگے سوار کرنا چاہا، لیکن آپ نے فرمایا "تم آگے بیٹھنے کے زیادہ مستحق ہو، البتہ اگر تمھاری اجازت ہو تو مین آگے بیٹھ سکتا ہون[1]"،

اگر کبھی آپ کے ساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تو جب تک آپ کھانا شروع نہ کرتے تمام صحابہ فرطِ ادب سے کھانے مین ہاتھ نہ ڈالتے[2]،

ادب کے مارے آپ سے آگے چلنا پسند نہین کرتے، ایک سفر مین حضرت ابن عمرؓ ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے جو رسول اللہ صلعم سے آگے نکل نکل جاتا تھا حضرت عمرؓ نے اُن کو ڈانٹا کہ کوئی آپ سے آگے نہ بڑھنے پائے[3]"،

کسی چیز مین آپکے مقابلہ کی جرأت نہ کرتے، ایک بار چند صحابہ جو قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے تھے باہم تیر اندازی مین مقابلہ کر رہے تھے، آپ نے فرمایا "اے بنو اسمٰعیل تیر پھینکو کیونکہ تمھارا باپ تیر انداز تھا، اور مین فلان قبیلہ کے ساتھ ہون" دوسرے گروہ کے لوگ فوراً رُک گئے، آپ نے پوچھا کہ "تیر کیون نہین پھینکتے؟" بولے "اب کیونکر مقابلہ کرین جبکہ آپ اُن کے ساتھ ہین" فرمایا "تیر پھینکو مین تم سب کے ساتھ ہون[4]" حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح مین لکھتے ہین کہ یہ لوگ اس لیے رُک گئے کہ اگر وہ اپنے فریق پر غالب آگئے درانحالیکہ رسول اللہ صلعم بھی اُن کے ساتھ ہین، تو آپ بھی مغلوب ہو جائین گے اس لیے انھون نے ادب سے مقابلہ ہی کرنا چھوڑ دیا،

اس ادب و احترام کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ کی نسبت کسی قسم کی سوء ادبی گوارا نہ کرتے، آپ

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب رب الدابۃ احق بصدرہا [2] ایضاً کتاب الاطعمہ باب التسمیۃ علی الطعام [3] بخاری کتاب الہبہ باب من اہدی لہ ہدیۃ وعندہ جلساء فہو احق بہا [4] ایضاً کتاب الجہاد باب التحریض علی الرمی،

ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان مین قیام فرمایا، اور آپ نیچے کے حصے مین اور اُن کے اہل وعیال اوپر کے حصے مین رہنے لگے، ایک رات حضرت ابو ایوب انصاریؓ بیدار ہوے تو کہا کہ "ہم اور رسول اللہ صلعم کے اوپر چلین پھرین" اس خیال سے تمام اہل وعیال کو ایک کونے مین کردیا، صبح کو آپ کی خدمت مین گذارش کی کہ آپ اوپر قیام فرمائین، ارشاد ہوا کہ نیچے کا حصہ ہمارے لیے زیادہ موزون ہے"۔ بولے "کہ جس چھت کے نیچے آپ ہون ہم اس پر نہین چڑھ سکتے"، مجبوراً آپ کو بالاخانہ پر قیام کرنا پڑا۔[1]

بعض صحابہ آپ سے سن مین بڑے تھے، لیکن ان کو فرط ادب سے یہ گوارا نہ تھا کہ اُن کو آپ سے بڑا کہا جائے، ایک بار حضرت عثمانؓ نے ایک صحابی سے پوچھا، "آپ بڑے ہین یا رسول اللہ"، بولے "بڑے تو رسول اللہ صلعم ہین، البتہ مین آپ سے پہلے پیدا ہوا"[2]

اگر ناواستگی مین بھی آپ کی شان مین کوئی گستاخانہ کلمہ نکل جاتا تو اس کی معافی چاہتے' ایک صحابیہ کا بچہ مرگیا تھا، اور وہ اس پر رو رہی تھین' آپ کا گذر ہوا تو فرمایا، "خدا سے ڈرو اور صبر کرو"، بولین "تمھین میری مصیبت کی کیا پروا ہے"، آپ چلے گئے تو لوگون نے کہا کہ رسول اللہ صلعم تھے، دوڑی ہوئی آئین اور عرض کی کہ "مین نے حضور کو نہین پہچانا تھا"۔[3]

اگر کسی دوسرے شخص کے متعلق آپ کی نسبت گستاخی کا خیال ہوتا تو صحابہ کرام سخت برہم ہوتے، ایک بار حضرت ابوبکرؓ کاشانہ نبوت مین آئے' دیکھا کہ حضرت عائشہؓ آواز بلند بول رہی ہین' فوراً طمانچہ اُٹھایا اور کہا کہ "اب کبھی آپ کے سامنے آواز بلند نہ ہونے پائے"۔[4]

آپ پر ایک شخص کا کچھ قرض آتا تھا، اس نے گستاخانہ طریقے سے تقاضا کیا، تو تمام صحابہ

---

[1] مسلم کتاب الاشربہ باب اباحۃ اکل الثوم وانہ ینبغی لمن اراد خطاب الکبار ترکہ وکذا ما فی معناہ [2] ترمذی ابواب المناقب عن رسول اللہ صلعم باب ما جاء فی میلاد النبی صلعم [3] ابوداؤد کتاب الجنائز باب الصبر عند الصدمۃ [4] ابوداؤد کتاب الادب باب ما جاء فی المزاح،

اس پر ٹوٹ پڑے، بالآخر خود آپ نے بیچ بچاؤ کیا[1]،

ایک بار آپ سفر مین تھے، ایک بدو آیا اور وحشیانہ لہجہ مین بآواز بلند پکارا، "یا محمد" "یا محمد"، صحابہ کرام رضی نے کہا "ہین"، "ہین" "یہ کیا! یہ منع ہی[2]"

ایک بار آپ نے فرمایا کہ انصار کے خاندانون مین سب سے افضل بنو نجار ہین، پھر بنو عبد الاشہل، پھر بنو حرث بن الخزرج، پھر بنو ساعدہ، ان کے علاوہ انصار کے تمام خاندان اچھے ہین، حضرت سعد بن عُبادہ قبیلہ بنو ساعدہ سے تھے، ان کو جب معلوم ہوا کہ آپ نے انکے قبیلہ کو چوتھے نمبر پر رکھا تو ان کو کسی قدر ناگوار ہوا، بولے "میرے گدھے پر زین کسو مین خود رسول اللہ صلعم سے اس کے متعلق گفتگو کرونگا"، لیکن اُن کے بھتیجے حضرت سہل رضی نے کہا "کیا آپ رسول اللہ صلعم کی تردید کے لیے جاتے ہین؟ حالانکہ رسول اللہ صلعم وجوہ فضیلت کے سب سے زیادہ عالم ہین، یہ کیا کم ہی کہ آپ کا چوتھا نمبر ہے[3]"

صلح حدیبیہ کے بعد کافرون اور مسلمانون مین اختلاط ہو گیا، حضرت سلمہ رضی آئے، اور ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے، چار مشرک بھی اس جگہ آئے اور رسول اللہ صلعم کو برا بھلا کہنا شروع کیا، اُن کو گوارا نہ ہوسکا، اُٹھ گئے دوسری جگہ چلے گئے، اور چارون مشرک بھی ہتھیار کو لٹکا کر سو رہے، اسی حالت مین شور ہوا کہ ابن زنیم قتل کر دیا گیا حضرت سلمہ رضی نے موقع پا کر تلوار میان سے کھینچ لی اور چارون پر بحالتِ خواب مین حملہ کر کے اُن کے تمام ہتھیارون پر قبضہ کر لیا، اور کہا کہ "اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو عزت دی، تم مین سے جو شخص سر اُٹھائے گا اس کا دماغ پاش پاش کر دیا جائے گا[4]"،

---

[1] ابن ماجہ ابواب الصدقات باب لصاحب الحق سلطان [2] ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی فضل التوبۃ والاستغفار وما ذکر من رحمۃ اللہ لعبادہ [3] مسلم کتاب الفضائل باب فی خیر دور الانصار [4] مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا،

ایک شخص کا نام محمد تھا، حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک آدمی ان کو گالی دے رہا ہے، بلاکر کہا کہ دیکھو تمھاری وجہ سے محمد کو گالی دیجا رہی ہے، اب تا دمِ مرگ تم اس نام سے پکارے نہین جاسکتے، چنانچہ اسی وقت اُن کا نام عبدالرحمٰن رکھدیا، پھر بنو طلحہ کے پاس پیغام بھیجا کہ جو لوگ اس نام کے ہون سب کے نام بدل دیئے جائین، اتفاق سے وہ لوگ سات آدمی تھے اور اُن کے سردار کا نام محمد تھا، لیکن اُنھون نے کہا خود رسول اللہ صلعم ہی نے میرا نام محمد رکھا ہے، بولے "اب میرا اس پر کچھ زور نہین چل سکتا"[۱]

چھوٹے چھوٹے بچے بھی اگر آپ کے ساتھ کسی قسم کی گستاخی کرتے تو صحابہ کرامؓ اُن کو ڈانٹ دیتے، حضرت ام خالدؓ اپنے باپ کے ساتھ حاضر خدمت ہوئین، اور بچپن کی وجہ سے خاتم النبوۃ سے کھیلنے لگین، اُن کے والد نے ڈانٹا لیکن آپ نے فرمایا کھیلنے دو،[۲]

جو چیزین شانِ نبوت کے خلاف ہوتین، صحابہ کرام آپ کے سامنے ان کے ذکر تک کو سوء ادبی سمجھتے، آپ نے جب عمرۃ القضا فرمایا تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ آپ کے آگے آگے اشعار پڑھتے چلتے تھے، حضرت عمرؓ نے سنا تو فرمایا "رسول اللہ کے سامنے اور حدودِ حرم کے اندر شعر پڑھتے ہو؟" لیکن آپ نے خود اس کو مستحسن خیال فرمایا،[۳]

ایک بار کچھ لوگون نے جمعہ کے دن آپ کے منبر کے سامنے شور و غل کرنا شروع کیا، حضرت عمرؓ نے ڈانٹا کہ آپ کے منبر کے سامنے آواز اونچی نہ کرو،[۴]

یہ تعظیم، یہ ادب، یہ عزت، آپ ہی کی زندگی کیساتھ مخصوص نہ تھی، بلکہ آپ کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام آپ کا اسی طرح ادب کرتے تھے، آپ کے وصال کے بعد قبر

---

۱ مسند ابن حنبل ج ۴ ص ۲۱۶ ۲ بخاری کتاب الجہاد باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ ۳ نسائی کتاب المناسک فتح والشعر فی الحرم والمشی بین یدی الامام ترمذی مین ہے کہ اشعار حضرت کعب بن مالک پڑھ رہے تھے اور یہی صحیح ہے ۴ مسلم کتاب الامارۃ فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ،

کے متعلق اختلاف ہوا کہ لحد کھودی جائے یا صندوق، اس پر لوگوں نے شور وغل کرنا شروع کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ کے سامنے موت و حیات[2] دونوں حالتوں میں شور وشغب نہ کرو۔[1]

صحابۂ کرام کے اس ادب و احترام کا منظر صلح حدیبیہ میں عروہ کو نظر آیا تو وہ سخت متاثر ہوا، اس نے صلح کے متعلق آپ سے گفتگو کی تو عرب کے طریقے کے مطابق ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا، لیکن جب جب ہاتھ بڑھاتا تھا حضرت مغیرہ بن شعبہؓ تلوار کے ذریعہ سے روک دیتے تھے، اس واقعہ سے عروہ کو اس طرف توجہ ہوگئی اور اس نے صحابہ کے طرز عمل کو بغور دیکھنا شروع کیا، تو اس پر یہ اثر پڑا کہ پلٹا تو کفار سے بیان کیا کہ "میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں، لیکن محمدؐ کے اصحاب جس قدر محمدؐ کی تعظیم کرتے ہیں، اس قدر کسی بادشاہ کے رفقاء نہیں کرتے، اگر وہ تھوکتے ہیں تو ان لوگوں کے ہاتھ میں ان کا تھوک گرتا ہے، اور وہ اپنے جسم و چہرہ پر اس کو مل لیتے ہیں، اگر وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص مسابقت کرنا چاہتا ہے، اگر وہ وضو کرتے ہیں تو وہ لوگ بچے کھچے پانی کے لیے باہم لڑ پڑتے ہیں، اگر ان کے سامنے بولتے ہیں، تو ان کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں، اور ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے"[3]

جاں نثاری

صلح حدیبیہ میں جب عروہ نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ "میں آپ کے سامنے ایسے چہرے اور مخلوط آدمی دیکھتا ہوں جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے" تو حضرت ابوبکرؓ کے دل پر اس طنز آمیز فقرہ نے نشتر کا کام دیا، اور انھوں نے برہم ہو کے کہا "ہم اور آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے"[4] یہ ایک قول تھا جس کی تائید ہر موقع پر صحابۂ کرامؓ نے اپنے عمل سے کی، ابتدائے اسلام میں ایک بار آپ نماز پڑھ رہے تھے، عقبہ بن ابی معیط آیا، اور آپ کا گلا گھونٹنا چاہا، حضرت ابوبکرؓ نے اس کو دھکیل دیا اور کہا کہ "ایک آدمی کو صرف اس لیے

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی الشق، [2] بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب،
[3] ایضاً

قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا خدا اللہ ہے، حالانکہ وہ تمھارے خدا کی جانب سے دلائل لیکر آیا ہے[۱]"

ہجرت کے بعد آپ اور بھی خطرات میں مبتلا ہو گئے تھے، کفار کے علاوہ اب منافقین اور یہود نئے دشمن پیدا ہو گئے تھے، جن کا رات دن ڈر لگا رہتا تھا، اس لیے آپ کو اکثر پاسبانی کی ضرورت ہوتی تھی، اور صحابہ کرامؓ آپ کی حفاظت کے لیے اپنے آپ کو ان تمام خطرات میں ڈال دیتے تھے، چنانچہ ابتدائے ہجرت میں آپ ایک شب بیدار ہوئے تو فرمایا "کاش آج کی رات کوئی صالح بندہ میری حفاظت کرتا"، تھوڑی دیر کے بعد ہتھیار کی جھنجھناہٹ کی آواز آئی، آپ نے آواز سن کر فرمایا "کون ہے" جواب ملا "میں سعد بن ابی وقاص"، فرمایا "کیوں آئے" بولے "میرے دل میں آپکی نسبت خوف پیدا ہوا اس لیے حفاظت کیلیے حاضر ہوا[۲]"

ان خطرات کی وجہ سے اگر آپ تھوڑی دیر کے لیے بھی آنکھ سے اوجھل ہو جاتے تھے تو جان نثاروں کے دل دھڑکنے لگتے تھے، آپ ایک دن صحابہ کرام کے حلقہ میں رونق افروز تھے کسی ضرورت سے اُٹھے تو پلٹنے میں دیر ہو گئی، صحابہ کرام گھبرا گئے کہ خدانخواستہ دشمنوں کی طرف سے کوئی چشم زخم تو نہیں پہنچا، حضرت ابوہریرہؓ اسی پریشانی کی حالت میں گھبرا کر آپکی جستجو میں انصار کے ایک باغ میں پہنچے دروازہ ڈھونڈھا تو نہیں ملا، دیوار میں پانی کی ایک نالی نظر آئی، اس میں گھس کر آپ تک پہنچے اور صحابہ کی پریشانیوں کی داستان سنائی[۳]،

غزوات میں خطرات اور بھی بڑھ جاتے تھے، اس لیے صحابہ کرام کی جان نثاری میں اور بھی ترقی ہو جاتی تھی،

غزوۂ ذات الرقاع میں ایک صحابی نے ایک مشرک کی بی بی کو گرفتار کیا، اس نے

۱؎ بخاری کتاب المناقب مناقب ابی بکرؓ ۲؎ ترمذی کتاب المناقب مناقب سعد بن ابی وقاصؓ ۳؎ مسلم کتاب الایمان باب [illegible]

نے انتقام لینے کے لیے قسم کھالی کہ "جب تک اصحابِ محمد میں کسی صحابی کے خون سے زمین کو رنگین نہ کرلوں گا، چین نہ لوں گا"، اس لیے جب آپ واپس ہوئے، تو اُس نے تعاقب کیا، آپ منزل پر فروکش ہوئے تو دریافت فرمایا کہ "کون میری حراست کی ذمہ داری اپنے سر لیگا؟" مہاجرین و انصار دونوں میں سے ایک ایک بہادر اس شرف کے حاصل کرنے کے لئے اُٹھے، آپ نے حکم دیا کہ گھاٹی کے دہانے پر جاکر متمکن ہوجائیں (کہ وہی کفار کا کمین گاہ ہو سکتا تھا) دونوں بزرگ وہاں پہنچے تو مہاجر بزرگ سو گئے اور انصاری نے نماز پڑھنا شروع کی، مشرک آیا، اور فوراً تاڑ گیا کہ یہ محافظ اور نگہبان ہیں، تین تیر مارے اور تینوں کے تینوں ان کے جسم میں ترازو ہوگئے، لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے،[۱]

آپ غزوۂ حنین کے لیے نکلے تو ایک صحابی نے شام کے وقت خبر دی کہ میں نے آگے جاکر پہاڑ کے اوپر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ ہوازن کے زن و مرد چارپایوں اور مویشیوں کو لیکر اُمنڈ آئے ہیں، آپ مُسکرائے، اور فرمایا کہ "آج میری پاسبانی کون کریگا؟" حضرت انس بن ابی مرثد غنوی نے کہا "میں یارسول اللہ"، ارشاد ہوا کہ "سوار ہوجاؤ"، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر آئے، تو فرمایا کہ "اس گھاٹی کے اوپر چڑھ جاؤ"، آپ نماز فجر کیلیے اُٹھے تو صحابہ سے فرمایا کہ "تمھیں اپنے شہسوار کی بھی خبر ہے" ؟ صحابہ نے عرض کی "ہمیں تو کچھ خبر نہیں"، جماعت قائم ہوئی، تو آپ نماز پڑھاتے جاتے تھے اور مڑ مڑ کے گھاٹی کی طرف دیکھتے جاتے تھے، نماز ادا کرچکے تو فرمایا "تو مبارک تمھارا شہسوار آگیا" صحابۂ کرام نے گھاٹی کے درختوں کے درمیان سے دیکھا تو وہ آپہونچے، اور خدمتِ مبارک میں حاضر ہوکر سلام کیا، اور کہا کہ میں گھاٹی کے بلند ترین حصے پر جہاں آپ نے مامور فرمایا تھا چڑھ گیا، صبح کو دونوں گھاٹیاں دیکھیں تو ایک متنفس بھی نظر نہ آیا، آپ نے فرمایا "کبھی نیچے بھی اُترے تھے"؟ بولے "صرف نماز اور قضاے حاجت کیلیے"

[۱] ابوداؤد کتاب ... باب ... [illegible]

ارشاد ہوا "تم کو جنت مل چکی، اس کے بعد اگر کوئی عمل نہ کرو، تو کوئی ہرج نہیں[1]"

ایک غزوہ میں صحابۂ کرامؓ نے ایک ٹیلے پر قیام فرمایا، اس شدت سے سردی پڑی کہ بعض لوگوں نے زمین میں گڑھا کھودا، اور اس کے اندر گھس کر اوپر سے ڈھال ڈال لی، آپ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ "آج کی شب میری حفاظت کون کریگا، وہ میں اس کو دعا دونگا"، ایک انصاری نے کہا کہ "میں یا رسول اللہ" آپ نے قریب بلاکر اُن کا نام پوچھا اور دیر تک دعا دیتے رہے حضرت ابوریحانہؓ نے یہ دعا سنی تو کہا کہ "میں دوسرا نگہبان ہوں گا" آپ نے قریب بلاکر نام پوچھا، اور اُن کو بھی دعا دی[2]،

غزوۂ بدر میں جب آپ نے کفار کے مقابلے کے لیئے صحابۂ کرام کو طلب کیا تو حضرت مقدادؓ بولے "ہم وہ نہیں ہیں جو موسیٰ کی قوم کی طرح کہدیں،

فاذهب انت وربك فقاتلا   تم اور تمھارا خدا دونوں) جاؤ اور لڑو،

بلکہ ہم آپ کے دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے لڑیں گے"، آپ نے یہ جان نثارانہ فقرے سنے تو چہرۂ مبارک فرطِ مسرت سے چمک اُٹھا[3]،

صحابۂ کرامؓ کے جان نثارانہ جذبات کا ظہور سب سے زیادہ غزوۂ احد میں ہوا، چنانچہ اس غزوہ میں کسی مقام پر رسول اللہ صلعم کے ساتھ صرف نو صحابہ جن میں سات انصاری اور دو قریشی تھے، (یعنی حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ) رہ گئے، اس حالت میں کفار آپ پر دفعۃً ٹوٹ پڑے تو آپ نے ان جان نثاروں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ ان اشقیا کو کون میرے پاس سے ہٹا سکتا ہے؟ ایک انصاری فوراً آگے بڑھے اور لڑکر آپ پر قربان ہوگئے، اسی طرح کفار برابر آپ پر حملہ کرتے جاتے اور آپ بار بار پکارتے جاتے تھے، اور ایک ایک

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی فضل الحرس فی سبیل اللہ عزوجل۔ [2] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۳۴، [3] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ بدر،

انصاری بڑھ کر آپ پر اپنی جان قربان کرتا جاتا تھا، یہاں تک کہ ساتوں بزرگ شہید ہو گئے[1]۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ کی جان نثاری کا وقت آیا، تو حضرت سعدؓ کے سامنے آپ نے خود اپنا ترکش بکھیر دیا، اور فرمایا کہ "تیر پھینکو، میرے ماں باپ تم پر قربان"۔ حضرت ابو طلحہؓ سپر لیکر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور تیر چلانے لگے، اور اس شدت سے تیر اندازی کی کہ دو تین کمانیں ٹوٹ گئیں، اگر آپ گردن اٹھا کر کفار کی طرف دیکھتے تھے تو وہ کہتے تھے "میرے ماں باپ آپ پر قربان یوں گردن اٹھا کر نہ دیکھیے، مبادا کوئی تیر نہ لگ جائے، میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے[2]"۔

اسی غزوہ میں حضرت شماسؓ بن عثمان کی جان نثاری کا یہ حال تھا کہ رسول اللہ صلعم دائیں بائیں جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے ان کی تلوار چمکتی ہوئی نظر آتی تھی، آپ پر غشی طاری ہوئی تو انھوں نے اپنے آپ کو آپکی سپر بنالیا، یہاں تک کہ اسی حالت میں شہید ہو گئے[3]۔

اسی غزوہ میں آپ نے ایک صحابی کو حضرت سعدؓ بن ربیع انصاری کی تلاش میں روانہ فرمایا، وہ لاشوں کے درمیان ان کو ڈھونڈھنے لگے، تو حضرت سعدؓ بن ربیع خود بول اٹھے "کیا کام ہے"، جواب دیا کہ "رسول اللہ صلعم نے مجھے تمھارے ہی پتہ لگانے کے لیے بھیجا ہے" بولے "جاؤ، آپ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرو، اور کہو کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم لگے ہیں اور اپنے قبیلہ میں اعلان کر دو، کہ اگر رسول اللہ صلعم شہید ہو گئے، اور ان میں کا ایک متنفس بھی زندہ رہا تو خدا کے نزدیک اُن کا کوئی عذر قابل سماعت نہ ہوگا[4]"۔

نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی آپ کی جان نثاری کی آرزو رکھتی تھیں۔ حضرت طلیب بن عمیرؓ اسلام لائے اور اپنی ماں اروی بنت عبدالمطلب کو اس کی خبر دی تو بولیں کہ تم نے

---

[1] صحیح مسلم باب غزوہ احد [2] بخاری باب غزوۂ احد [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت شماس بن عثمانؓ [4] موطا امام مالک کتاب الجہاد باب الترغیب فی الجہاد۔

جس شخص کی مدد کی وہ اُس کا سب سے زیادہ مستحق تھا، اگر مردوں کی طرح ہم بھی استطاعت رکھتے تو آپ کی حفاظت کرتے اور آپکی طرف سے لڑتے"۱

خدمت رسول | صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلعم کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا شرف خیال کرتے تھے، اس لیے متعدد بزرگون نے اپنے آپ کو آپکی خدمت کیلئے وقف کردیا تھا، حضرت بلالؓ نے ابتدائے بعثت ہی سے آپکی خانہ داری کے تمام کاروبار کا انتظام اپنے ذمے لے لیا تھا، اور اُس کے لیے طرح طرح کی ذلتین اور تکلیفین برداشت کرتے تھے، لیکن آپکے شرفِ خدمت کا چھوٹنا کبھی گوارا نہین کرتے تھے، آپ کا معمول تھا کہ جب کوئی غریب مسلمان خدمتِ مبارک مین حاضر ہوتا، اور اس کے بدن پر کپڑے نہ ہوتے تو آپ حضرت بلالؓ کو حکم دیتے اور وہ قرض دام لیکر اس کی خوراک و لباس کا انتظام کرتے، ایک بار کسی مشرک سے اس غرض کیلئے قرض لیا، لیکن ایک دن اس نے دیکھا تو نہایت سخت لہجے مین کہا، او حبشی تجھے معلوم ہے کہ اب مہینے مین کتنے دن رہ گئے ہین؟ صرف چار دن، اسی عرصہ مین قرض وصول کرلون گا، ورنہ جس طرح تو پہلے بکریان چرایا کرتا تھا اُسی طرح بکریان چرواؤن گا، حضرت بلالؓ کو اس سے سخت رنج ہوا، عشاء کے بعد آپکی خدمت مین آئے اور کہا کہ "مشرک نے مجھے یہ کچھ کہا ہے آپ کے پاس اور نیز میرے پاس قرض کے ادا کرنے کا کوئی سامان نہین ہی، اور وہ مجھے ذلیل کر رہا ہے، فرمائیے تو جب تک قرض نہ ادا ہوجائے مسلمان قبائل مین بھاگ کر پناہ لون گا" غرض واپس آئے تو بھاگنے کا تمام سامان بھی کرلیا، لیکن رزاق عالم نے صبح تک خود قرض کے ادا کرنے کا سامان کردیا،۲

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ شرف حاصل تھا کہ جب آپ کہین جاتے تو وہ پہلے آپ کو

---

۱ استیعاب تذکرہ حضرت طلیب بن عمیرؓ ۲ ابوداؤد کتاب الخراج باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین،

جوتیاں پہناتے، پھر آگے آگے عصا لیکر چلتے، آپ مجلس مین بیٹھنا چاہتے تو آپ کے پیرون سے جوتیاں نکالتے، پھر آپ کو عصا دیتے، آپ اُٹھتے تو پھر اُسی طرح جوتیاں پہناتے، آگے آگے عصا لیکر چلتے، اور حجرۂ مبارک تک پہنچا جاتے، آپ نہاتے تو پردہ کرتے، آپ سوتے تو بیدار کرتے، آپ سفر مین جاتے تو آپ کا بچھونا، مسواک، جوتا، اور وضو کا پانی اُن کے ساتھ ہوتا، اس لیے وہ صاحب سواد رسول اللہ یعنی آپ کے میر سامان کہے جاتے تھے،[1]

حضرت ربیعہ اسلمیؓ بھی شب و روز آپ کی خدمت مین مصروف رہتے جب آپ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر کاشانۂ نبوت مین تشریف لیجاتے، تو وہ دروازہ پر بیٹھ جاتے کہ مبادا آپ کو کوئی ضرورت پیش آجائے، ایک بار آپ نے ان کو تاہل اختیار کرنے کا مشورہ دیا بولے "یہ تعلق آپ کی خدمت گذاری مین خلل انداز ہوگا جس کو مین پسند نہین کرتا"، لیکن آپ کے بار بار کے اصرار سے شادی کرنے پر مجبور ہو گئے،[2]

حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ کے مستقل خدمت گذار تھے، ان کا کام یہ تھا کہ سفر مین آپ کی اونٹنی کو ہانکتے ہوے چلتے تھے،[3]

حضرت انسؓ بن مالک کو بچپن ہی سے ان کی والدہ نے آپ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا،

حضرت سلمیٰؓ ایک صحابیہ تھین، جنھون نے اس استقلال کے ساتھ آپ کی خدمت کی کہ اُن کو خادمۂ رسول اللہ کا لقب حاصل ہوا،[4] حضرت سفینہؓ حضرت سلمیٰ کی والدہ کے غلام تھے، اُنھون نے ان کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ اپنی عمر آپکی خدمت گذاری مین صرف کر دین، انھون نے کہا کہ اگر آپ یہ شرط نہ بھی کرتین، تب بھی مین تا نفس واپسین آپکی خدمت

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ [2] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۵۸ و ۵۹ [3] ابوداؤد کتاب الصلوۃ ابواب شہر رمضان باب فی المعوذتین۔ [4] ابوداؤد کتاب الطب باب الحجامۃ،

سے علیحدہ نہ ہوتا۔[1]

ان بزرگوں کے علاوہ جو صحابہ اکثر آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، اُن کو بھی عموماً شرفِ خدمت حاصل ہوتا رہتا تھا، ایک بار آپ رفع حاجت کے لیے بیٹھے تو حضرت عمرؓ آپ کے پیچھے پانی کا کوزہ لیکر کھڑے رہے، آپ نے پوچھا کہ "عمر! کیا ہے"؟ بولے کہ "وضو کا پانی"، فرمایا کہ "ہر وقت اس کی ضرورت نہیں"[2]۔

حضرت ابوہریرہؓ کو جو ہمیشہ خدمتِ مبارک میں حاضر رہتے تھے اکثر یہ شرف حاصل ہوتا کہ جب آپ رفع ضرورت کے لیے تشریف لے جاتے تو وہ کسی طشت یا کوزہ میں پانی لاتے اور آپ وضو کرتے ہے[3]

ایک بار حضرت حسینؓ نے آپکی گود میں پیشاب کر دیا، حضرت لبابہؓ نے کہا کہ آپ دوسرا کپڑا پہن لیں اور اپنا تہ بند مجھے عنایت فرمائیں کہ میں دھو لاؤں"، ارشاد ہوا کہ بچے کے پیشاب پر صرف پانی چھڑک دینا کافی ہے"[4]

حضرت ابوالسمحؓ ہمیشہ آپ کی خدمت میں مصروف رہتے تھے، چنانچہ جب آپ غسل فرماتے تو وہ پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو جاتے، اور آپ ان کی آڑ میں نہا لیتے، ایک بار امام حسین یا حسین علیہ السلام نے آپ کے سینے پر پیشاب کر دیا، اُنھوں نے سینۂ مبارک کو دھونا چاہا، لیکن آپ نے فرمایا کہ لڑکے کے پیشاب پر صرف پانی چھڑک دینا چاہیے[5]،

جب آپ نے حجۃ الوداع میں رمی جمرہ کرنا چاہی تو خدام بارگاہ میں حضرت اسامہؓ اور حضرت بلالؓ ساتھ ساتھ تھے، ایک کے ہاتھ میں ناقہ کی نکیل تھی، اور دوسرے بزرگ آپ کے سر پر اپنا کپڑا تانے ہوئے چلتے تھے کہ آفتاب کی شعاعیں چہرۂ مبارک کو گرم

---

[1] ابوداؤد کتاب العتق باب العتق علی الشرط [2] ایضاً کتاب الطہارۃ باب فی الاستبراء [3] ایضاً کتاب الطہارۃ باب الرجل یدلک یدہ بالارض اذا استنجیٰ [4] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب بول الصبی یصیب الثوب

نگاہون سے نہ دیکھنے پائین [1]

محبت رسول	حدیث شریف مین ہی :-

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین،

یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جبتک مین تم کو تمھارے باپ، لڑکے اور تمام لوگون سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤن تم لوگ مومن نہین کہے جاسکتے،

اور صحابۂ کرام کو ایمان کا یہی جزو کمال حاصل تھا، چنانچہ حضرت جابرؓ کے والد جب غزوۂ احد کی شرکت کے لیے روانہ ہونے لگے، تو بیٹے سے کہا کہ مین ضرور شہید ہونگا، اور رسول اللہ صلعم کے سوا مجھکو تم سے زیادہ کوئی عزیز نہین ہی، تم میرا قرض ادا کرنا، اور اپنے بھائیون کے ساتھ سلوک کرنا [2]، اس کے علاوہ صحابۂ کرام اور بھی مختلف طریقون سے آپکی محبت کا اظہار کرتے تھے،

ایک بار ایک صحابی آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے، جوش محبت مین آپ کی قمیص الٹ دی، اُس کے اندر گھس گئے، آپ کو چوما اور آپ سے لپٹ گئے [3]،

حضرت اسید بن حضیرؓ ایک شگفتہ مزاج صحابی تھے، ایک روز وہ ہنسی مذاق کی باتین کر رہے تھے کہ آپ نے اُن کے پہلو مین ایک چھڑی سے کونچ دیا، انھون نے اسکا انتقام لینا چاہا، آپ اس پر راضی ہو گئے، لیکن اُنھون نے کہا کہ "آپ کے بدن پر قمیص ہے حالانکہ مین برہنہ تھا،" آپ نے قمیص بھی اُٹھا دی، قمیص کا اُٹھانا تھا کہ وہ آپ سے لپٹ گئے، پہلو چومے اور کہا یا رسول اللہ یہی مقصود تھا،

جب آپ کی خدمت مین وفد عبد القیس حاضر ہوا تو سواری سے اترنے کے

---

[1] ابوداؤد کتاب المناسک، باب فی المحرم مظلل [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام [3] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب ما لا یجوز منعہ،

ساتھ ہی سب کے سب دوڑے اور آپ کے ہاتھ اور پاؤن کو بوسہ دیا[1] حضرت کرومؓ نے حجۃ الوداع مین آپکی زیارت کی تو آپ کے قدم لیے اور آپکی رسالت کا اقرار کیا ادٗر آپ کی باتین سنتے رہے[2] حضرت زاہرؓ ایک بدوی صحابی تھے جو رسول اللہ صلعم سے نہایت محبت رکھتے تھے اور آپکی خدمت مین ہدیہ بھیجا کرتے تھے، آپ بھی اُن سے محبت رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "زاہر ہمارے بدوی ہین اور ہم ان کے شہری ہین" ایک دن وہ اپنا سودا فروخت کر رہے تھے، آپ نے پیچھے سے آکر ان کو گود مین لے لیا، انھون نے کہا "کون ہے چھوڑ دو" لیکن مڑ کر دیکھا اور معلوم ہوا کہ آپ ہین تو اپنی پشت کو بار بار آپکے سینہ سے چمٹاتے تھے اور تسکین نہین ہوتی تھی[3]،

عرب مین یہ خیال تھا کہ اگر کسی کے پاؤن سو جائین اور وہ اپنے محبوب کو یاد کرے تو یہ کیفیت زائل ہو جاتی ہے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاؤن سو گئے تو کسی نے کہا "اپنے محبوب کو یاد کرلو" بولے "یا محمدؐ"[4]،

حضرت ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھین، وہ جب آپ کا ذکر کرتین تو فرط مسرت سے کہتین "بابا" یعنی میرے باپ آپ پر قربان[5]،

عزت اور محبت کی وجہ سے صحابۂ کرام آپ کے آرام اور آسایش کا نہایت خیال رکھتے تھے اور آپ کی کسی قسم کی تکلیف گوارا نہین کرتے تھے،

آپ ایک سفر مین تھے، جس مین ایک صحابی نہایت اہتمام کے ساتھ آپکے لیے پانی ٹھنڈا کرتے تھے[6]،

---

[1] ابوداؤد کتاب الادب باب فی قبلۃ الجسد [2] ایضاً کتاب النکاح باب فی تزویج لم یولد [3] شمائل ترمذی باب ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ صلعم [4] ادب المفرد باب مایقول الرجل اذا خدرت رجلہ [5] فتح الباری کتاب الحیض باب شہود الحیض العیدین ودعوۃ المسلمین [6] کتاب الزہد باب حدیث جابر الطویل،

ایک عورت تھی جو ہمیشہ مسجدِ نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی، اس کا انتقال ہوگیا تو صحابہ کرامؓ نے اس کو دفن کر دیا، اور آپ کو اطلاع نہ دی، آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ مجھے کیوں نہیں خبر کی؟ بولے "حضور روزے سے تھے اور قیلولہ فرما رہے تھے، ہم نے تکلیف دینا گوارا نہ کیا"، اسی طرح ایک اور صحابی کا انتقال ہوگیا، تو صحابہ کرام نے آپ کو خبر نہ کی، اور کہا کہ "اندھیری رات تھی حضور کو زحمت ہوتی"[1]

آپ کو جو چیز محبوب ہوتی وہ آپ کی محبت کی وجہ سے صحابہ کرام کو بھی محبوب ہو جاتی، کدو آپ کو بہت مرغوب تھا، اس لیے حضرت انسؓ بن مالک بھی اس کو نہایت پسند فرماتے تھے، چنانچہ ایک روز کدو کھا رہے تھے تو خود بخود بول اٹھے "اے درخت اس بنا پر کہ رسول اللہ صلعم کو تجھ سے محبت تھی، تو مجھے کس قدر محبوب ہے"[2]

آپ کی محبت نے صحابہ کرام کے نزدیک آپ کی ہر چیز کو محبوب بنا دیا تھا، آپ کا معمول تھا کہ ہر کام کی ابتدا داہنے جانب سے فرماتے، ایک بار حضرت میمونہؓ کے گھر میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ آپ کے داہنے اور حضرت خالد بن ولیدؓ بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے، حضرت میمونہؓ دودھ لائیں تو آپ نے پی کر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے فرمایا کہ حق تو تمہارا ہے لیکن اگر ایثار کرو تو خالد کو دے سکتے ہو، بولے کہ "میں آپ کا جھوٹا کسی کو نہیں دے سکتا"[3]

ایک مرتبہ آپ نے پانی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانیؓ کو عنایت فرمایا، بولیں "میں اگرچہ روزے سے ہوں لیکن آپ کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی"[4]

ایک بار ایک صحابی خدمتِ مبارک میں حاضر ہوئے آپ کھانا کھا رہے تھے، ان کو بھی شریک کرنا چاہا، وہ روزے سے تھے، اس لیے ان کو افسوس ہوا کہ ہائے رسول اللہ

[1] سنن ابن ماجہ باب کتاب الجنائز باب ما جاء فی الصلوٰۃ علی القبر [2] ترمذی کتاب الاطعمہ باب ما جاء فی اکل الدباء، [3] ترمذی ابواب الدعوات باب ما یقول اذا اکل طعاما [4] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۳۴۳)

مسلم کو کھانا نہ دیا[۱]

محبت کی وجہ سے آپ کو رنج ہوتا تو تمام صحابہ کو بھی رنج ہوتا، آپ کو خوشی ہوتی تو تمام صحابہ بھی اس میں شریک ہوتے، آپ نے ایک مہینے کے لیئے ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کر لی تو تمام صحابہ رضؓ نے مسجد میں آکر گریہ وزاری شروع کر دی[۲]

آپ نے جب مرض الموت میں حضرت ابو بکرؓ کو امام بنانا چاہا تو حضرت عائشہ رضؓ نے کہا کہ "وہ رقیق القلب آدمی ہیں، جب آپ کو نہ دیکھیں گے تو خود روئیں گے اور تمام صحابہ بھی[۳]"

حضرت عمرو بن الجموح ایک فیاض صحابی تھے، اُن کو آپ سے اس قدر محبت تھی کہ جب آپ نکاح کرتے تو وہ آپ کی جانب سے دعوت ولیمہ کرتے[۴]،

آپ جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو صحابیات فرط محبت سے آپ کی واپسی اور سلامتی کے لیے نذریں مانتی تھیں، ایک بار آپ کسی غزوہ سے واپس آئے تو ایک صحابیہ جاریہ سودہؓ نے کہا کہ "یا رسول اللہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر خدا آپ کو صحیح وسالم واپس لے گا تو آپ کے سامنے دف بجا بجا کے گاؤں گی[۵]"

آپ عموماً فقر وفاقہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے صحابۂ کرام کے سامنے آپ کی خانگی زندگی کا یہ منظر آجاتا تو فرط محبت سے آبدیدہ ہو جاتے، ایک بار حضرت عمرؓ کاشانۂ نبوت میں تشریف لے گئے، تو دیکھا کہ آپ چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی بستر نہیں ہے جسم مبارک پر تہبند کے سوا کچھ نہیں پہلو میں بدھیاں پڑ گئی ہیں، توشہ خانہ میں مٹھی بھر جو کے سوا اور کچھ نہیں آنکھوں سے بیاختہ آنسو نکل آئے، ارشاد ہوا کہ "عمر کیوں رو رہے ہو" بولے کیوں

---

[۱] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب عرض الطعام [۲] مسلم کتاب الرضاع باب فی الایلاء واعتزال النساء، [۳] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی صلوٰۃ رسول اللہ صلعم فی مرضہ [۴] اصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۹۰ تذکرہ حضرت عمرو بن الجموح [۵] ترمذی کتاب المناقب مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب۔

نہ ہوں، آپ کی یہ حالت ہے، اور قیصر وکسریٰ دنیا کے مزے اڑا رہے ہین" فرمایا "کیا تمھین یہ پسند نہین کہ ہمارے لیے آخرت اور ان کے لیے دنیا ہو[۱]"،

آپ کے وصال کے بعد صحابۂ کرامؓ کو جب آپ کی یہ حالت یاد آتی تھی تو آنکھون سے آنسو نکل پڑتے تھے، ایک بار حضرت ابوہریرہؓ کے سامنے چپاتیان آئین، تو دیکھ کر رو پڑے کہ آپ نے اپنی آنکھون سے کبھی چپاتی نہین دیکھی[۲]،

ایک دن ... حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اپنے دوستون کو گوشت روٹی کھلایا تو رو پڑے اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کا وصال بھی ہو گیا، اور آپ نے پیٹ بھر جو کی روٹی کبھی نہین کھائی[۳]،

اگر آپ کسی چیز سے متمتع نہ ہو سکتے تو صحابۂ کرام اس سے متمتع ہونا پسند نہ کرتے آپکا وصال ہوا تو آپ کے کفن کے لیے ایک حلہ خریدا گیا لیکن بعد کو آپ دوسرے کپڑون مین کفنائے گئے اور یہ حلہ حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ نے اس خیال سے لے لیا کہ اس کو اپنے کفن کے لیے محفوظ رکھین گے، لیکن پھر کہا کہ "جب خدا کی مرضی نہ ہوئی تو وہ رسول اللہ صلعم کا کفن ہو تو میرا کیون ہو" یہ کہہ کے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ کر دی[۴]،

غزوۂ تبوک سخت گرمیون کے زمانہ مین واقع ہوا تھا، حضرت ابوخیثمہؓ ایک صحابی تھے جو اس غزوہ مین شریک نہ ہو سکے تھے، ایک دن وہ گھر مین آئے تو دیکھا کہ بی بیون نے ان کی آسایش کے لیے نہایت سامان کیا ہے، بالاخانے پر چھڑکاؤ کیا ہے، پانی سرد کیا ہے عمدہ کھانا تیار کیا ہے لیکن وہ یہ تمام سامان عیش دیکھ کر بولے "رسول اللہ صلعم اس لو اور اس گرمی مین کھلے ہوئے میدان مین ہون، اور ابوخیثمہ سایہ، سرد پانی، عمدہ غذا، اور

---

[۱] مسلم کتاب الرضاع باب فی الایلاء واعتزال النساء وتخییرہن [۲] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الرقاق [۳] شمائل ترمذی باب ماجاء فی عیش النبی صلعم [۴] مسلم کتاب الجنائز باب فی کفن المیت،

خوبصورت عورتون کے ساتھ لطف اُٹھائے، خدا کی قسم یہ انصاف نہین ہی، مین ہرگز بالافاقہ
پر نہ آؤن گا، چنانچہ اسی وقت زادِ راہ لیا اور تبوک کی طرف روانہ ہوگئے، [1]

وصال کے بعد آپ یاد آتے تو صحابہ بے اختیار رو پڑتے، ایک دن حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا "جمعرات کا دن اور جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا، اس کے بعد اسقدر روئے کہ زمین کی کنکریان آنسوؤن سے تر ہوگئین، حضرت سعید بن جبیرؓ نے پوچھا "جمعرات کا دن کیا ہے" بولے "اسی دن آپ کے مرض الموت مین اشتداد ہوا تھا" [2]

آپ کی مبارک صحبتون کی یاد آتی تو صحابہ کرامؓ کی آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہوجاتے، ایک بار حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ انصار کی ایک مجلس مین گئے، تو دیکھا کہ سب لوگ رو رہے ہین، سبب پوچھا تو بولے کہ ہم کو آپ کی مجلس یاد آگئی [3]، حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح مین لکھتے ہین کہ یہ واقعہ آپ کی بیماری کے زمانہ کا ہے، جس مین انصار کو یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر اس مرض مین آپ کا وصال ہوا تو پھر آپ کی مجلس میسر نہ ہوگی، اس لیے وہ اس غم مین رو پڑے،

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جب رسول اللہ صلعم کا تذکرہ فرماتے تھے تو آنکھون سے آنسو جاری ہوجاتے تھے [4]،

اہلبیت اور رسول اللہ صلعم کے اعزہ واقارب کی عزت ومحبت

رسول اللہ صلعم کے تعلق سے صحابہ کرام اہلبیت کی بھی نہایت عزت ومحبت کرتے تھے، ایک بار امام باقر حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی خدمت مین حجۃ الوداع کی کیفیت پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوئے، اس وقت اگرچہ وہ [illegible] اور

---

[1] اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۲۹۱، تذکرہ مالک بن قیسؓ، [2] مسلم کتاب الوصیۃ باب ترک الوصیۃ لمن لیس لہ شئی یوصی فیہ،
[3] بخاری کتاب المناقب باب قول النبی صلعم اقبلوا من محسنہم وتجاوزوا عن مسیئہم، [4] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ،

نیازمندانہ حیثیت سے آئے تھے، تاہم حضرت جابر بن عبداللہؓ نے نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا، پہلے اُن کے سر کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور اُن کے اوپر اور نیچے کے تکمے کھولے سینے پر ہاتھ رکھا اور مرحبا کہا، پھر اصل مسئلہ پر گفتگو کرنے کی اجازت دی،[۱]

ایک بار ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ "مچھر کا خون جو کپڑے پر لگجاتا ہے اس کا کیا حکم ہے" وہ بولے "ان کو دیکھو رسول اللہ صلعم کے نواسے کو تو شہید کر ڈالا اور مچھر کے خون کا سوال کرتے ہیں"[۲]

رسول اللہ صلعم کے انتقال کے چند روز بعد ایک دن حضرت ابوبکرؓ ایک راستے سے گذرے، دیکھا کہ حضرت حسن علیہ السلام کھیل رہے ہیں، اُٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور یہ شعر پڑھا:

وا بابی شبیہ النبی لیس شبیہا بالعلی

میرا باپ تم پر قربان کہ رسول اللہ صلعم کے ہمشکل ہو، علیؓ کے مشابہ نہیں، حضرت علیؓ بھی ساتھ تھے، وہ ہنس پڑے[۳]،

ایک دن حضرت ابوہریرہؓ امام حسن علیہ السلام سے ملے اور کہا کہ "ذرا پیٹ کھولئیے جہاں رسول اللہ صلعم نے بوسہ دیا تھا وہیں میں بھی بوسہ دونگا"، چنانچہ اُنھوں نے پیٹ کھولا اور انھوں نے وہیں بوسہ دیا[۴]،

ایک بار بہت سے لوگ مسجد نبویؐ میں بیٹھے ہوئے تھے، اتفاق سے حضرت امام حسین علیہ السلام آ نکلے، اور سلام کیا، سب نے سلام کا جواب دیا لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ خاموش رہے جب سب چپ ہوئے تو باآواز بلند کہا "السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" یہ کہہ کر سب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ "میں تمھیں بتاؤں کہ زمین کے رہنے والوں میں آسمان والوں کو سب سے

---

[۱] ابوداؤد، کتاب المناسک باب صفۃ حجۃ النبی صلعم [۲] ترمذی کتاب المناقب مناقب الحسن والحسینؓ [۳] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۸، [۴] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۲۷

محبوب شخص کون ہے؟ یہی جو جا رہا ہے، جنگ صفین کے بعد سے انھوں نے مجھ سے بات چیت نہین کی، اگر وہ مجھ سے راضی ہو جائین تو یہ مجھے سرخ اونٹون سے بھی زیادہ محبوب ہے۔[1]

حضرت ابو الطفیل رض حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بہت بڑے حامی تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتقال کے بعد ایک بار حضرت امیر معاویہ رض نے ان سے پوچھا کہ تمھارے دوست ابو الحسن کے غم مین تمھارا کیا حال ہے؟ بولے "موسیٰ کے غم مین جو حال ان کی مان کا تھا"[2]،

حضرت فاطمہ رض نے جب حضرت ابوبکر رض سے رسول اللہ صلعم کی وراثت کا مطالبہ کیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ صلعم کی قرابت کے حقوق جتائے تو حضرت ابوبکر رض نے اس موقع پر جو تقریر کی اُس مین خاص طور پر اہلبیت کی محبت کا اظہار فرمایا، اور کہا کہ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے، رسول اللہ صلعم کی قرابت کے حقوق کا لحاظ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ ہے"، اور لوگون کو بھی ان کے حقوق کے لحاظ رکھنے کا حکم دیا[3]،

ایک بار حضرت عباس رض نے ایک معاملہ مین حضرت عمر رض سے اصرار کیا، اور کہا کہ "یا امیر المومنین! اگر موسیٰ کے چچا آپ کے پاس مسلمان ہو کر آتے تو آپ کیا کرتے"؟ بولے "ان کے ساتھ سلوک کرتا" حضرت عباس رض نے کہا "تو پھر مین رسول اللہ صلعم کا چچا ہون" بولے "اے ابو الفضل آپ کی کیا رائے ہے؟ خدا کی قسم آپ کے باپ مجھے اپنے باپ سے زیادہ محبوب ہین کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کو میرے باپ سے زیادہ محبوب تھے! اور مین رسول اللہ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دیتا ہون"،

حضرت عباس رض کا انتقال ہوا تو بنو ہاشم نے الگ اور حضرت عثمان رض نے الگ انصار کی تمام آبادیون مین اس کا اعلان کردیا، لوگ اس کثرت سے جمع ہوئے کہ کوئی شخص تابوت کے

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رض [2] استیعاب تذکرہ حضرت ابو الطفیل رض [3] بخاری کتاب المناقب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلعم

پاس نہیں جا سکتا تھا، خود بنو ہاشم کو لوگوں نے اس طرح گھیر لیا کہ حضرت عثمانؓ نے پولیس کے ذریعہ سے ان کو ہٹایا۱؎ عرب میں جب قحط پڑتا تھا، تو حضرت عمرؓ انکے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ "خداوندا ہم پہلے اپنے پیغمبر کو وسیلہ بناتے تھے اور تو پانی برساتا تھا، اور اب اپنے پیغمبر کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں، ہمارے لیے پانی برسا۲؎"

ایک بار حضرت عمرؓ نے شفار بنت عبد اللہ عدویہ کو بلا بھیجا، وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پہلے سے موجود ہیں، کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی لیکن شفار کی چادر کم درجہ کی تھی، اس لیے اُنھوں نے کہا کہ "میں عاتکہ سے زیادہ قدیم الاسلام اور آپ کی چچا زاد بہن ہوں، آپ نے مجھے خاص اس غرض کے لیے بلایا تھا اور عاتکہ تو یوں ہی آگئی تھیں" بولے "میں نے یہ چادر تمھارے ہی دینے کے لیے رکھی تھی لیکن جب عاتکہ آگئیں تو مجھے رسول اللہ کی قرابت کا لحاظ کرنا پڑا۳؎"

حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ حضرت خدیجہؓ کے بیٹے تھے صرف اتنے تعلق سے کہ رسول اللہؐ نے ان کی پرورش فرمائی تھی، جب اُن کے بیٹے کا بصرے میں مرض طاعون انتقال ہوا تو پہلے اُن کا جنازہ نہایت کس مپرسی کی حالت میں اٹھایا گیا، لیکن اس حالت کو دیکھ کر ایک عورت نے پکارا واھنداہ وابن ربیب رسول اللہ، یہ سننا تھا کہ لوگ اپنے مُردوں کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر اُن کے جنازہ میں شریک ہو گئے۴؎

قبیلہ بنو زہرہ چونکہ رسول اللہ صلعم کی ننہال تھی، اس لیے حضرت عائشہؓ اس قبیلہ کے پاس خاطر کا نہایت لحاظ کرتی تھیں، چنانچہ وہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے

۱؎ طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت عباسؓ ۲؎ بخاری کتاب المناقب ذکر عباس بن عبد المطلبؓ ۳؎
اسد الغابہ تذکرہ عاتکہ بنت اسید ۴؎ استیعاب تذکرہ ہند بن ابی ہالہ

ناراض ہوئیں تو انھون نے اسی قبیلہ کے چند بزرگون کو شفیع بنایا[۵]،

رسول اللہ صلعم کے دوستون کی عزت اور محبت | رسول اللہ صلعم جن لوگون سے محبت رکھتے تھے

صحابۂ کرام بھی ان کی نہایت توقیر وعزت کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے حضرت اسامہؓ کا عطیہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا تین ہزار مقرر فرمایا، تو انھون نے اعتراض کیا کہ "آپ نے اسامہؓ کو مجھ پر کیون ترجیح دی، وہ تو کسی جنگ مین مجھ سے آگے نہین رہے"، بولے "زید تمھارے باپ سے زیادہ رسول اللہ صلعم کو محبوب تھے، اور آپ اسامہؓ کی محبت تم سے زیادہ کرتے تھے، اس لیئے مین نے اپنے محبوب پر رسول اللہ صلعم کے محبوب کو ترجیح دی[۲]"،

ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے گوشے مین دامن گھسیٹتا ہوا پھر رہا ہے، بولے یہ کون شخص ہے؟ ایک آدمی نے کہا "آپ ان کو نہین پہچانتے، یہ محمد بن اسامہ ہین" حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے یہ سُن کر گردن نیچے جھکا لی، اور زمین پر ہاتھ مار کر کہا "اگر رسول اللہ صلعم اُن کو دیکھتے تو ان کی محبت کرتے[۳]"،

صحابۂ کرام نہ صرف آپ کے دوستون کی عزت کرتے تھے بلکہ آپ نے جن غلامون کو آزاد کر کے اپنا مولیٰ بنا لیا تھا، اُن کے ساتھ بھی نہایت لطف و مدارات کے ساتھ پیش آتے تھے، ایک بار آپ نے فرمایا کہ "جن غلامون کے ناک کان کاٹ لیے گئے ہین یا اُنکو جلا دیا گیا ہے، وہ آزاد ہین اور اللہ اور اُس کے رسول کے مولیٰ ہین"، لوگ یہ سن کر ایک خواجہ سرا کو لائے، جس کا نام سندر تھا، آپ نے اس کو آزاد کر دیا، آپ کی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین آتا تو دونون بزرگ اس کے ساتھ

---

[۱] بخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش [۲] ترمذی کتاب المناقب مناقب زید بن حارثہ [۳] بخاری کتاب المناقب ذکر اسامہ بن زیدؓ

عمدہ سلوک کرتے، اس نے ایک بار مصر جانا چاہا تو حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو خط لکھ دیا کہ رسول اللہ صلعم کی وصیت کے موافق اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا،[1]

شوقِ زیارتِ رسولؐ

صحابۂ کرام کے دل رسول اللہ صلعم کے شوقِ زیارت سے لبریز تھے، اس لیے جب زیارت کا وقت قریب آتا تو یہ جذبہ اور بھی اُبھر جاتا، اور اس کا اظہار رجز اور نغمہ سنجیوں کی صورت میں ہوتا،

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جب اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچے تو سب کے سب ہم آہنگ ہوکر زبانِ شوق سے یہ رجز پڑھنے لگے،

غدا نلقی الاحبہ   محمدا و حزبہ

ہم کل اپنے دوستوں یعنی محمدؐ اور اُن کے گروہ سے ملیں گے[2]

مصافحہ کی رسم سب سے پہلے ان ہی لوگوں نے ایجاد کی جو اظہارِ شوق و محبت کا ایک لطیف ذریعہ ہے،

دربارِ نبوت کی غیر حاضری صحابہ کے نزدیک بڑا جرم تھا، ایک بار حضرت حذیفہؓ کی والدہ نے پوچھا کہ "تم نے کب سے رسول اللہ صلعم کی زیارت نہیں کی"؟ بولے "اتنے دنوں سے"، اس پر انھوں نے ان کو بُرا بھلا کہا، تو بولے، کہ "مجھے آپ کی خدمت میں جانے دو، تاکہ آپ کے ساتھ مغرب پڑھوں اور اپنے اور تمھارے لئے استغفار کی درخواست کروں"[3]،

آپ کے وصال کے بعد یہی شوق تھا جو صحابۂ کرام کو آپ کے مزار کی طرف کھینچ لاتا تھا، ایک بار حضرت ابو ایوب انصاریؓ آئے اور مزارِ پاک پر اپنے رخسار رکھ دیئے، مروان نے

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۲۵، دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اس کی اور اس کے اہل و عیال کی بیت المال سے کفالت کرتے تھے، اور حضرت عمرؓ نے گورنر مصر کو لکھا تھا کہ اس کو کچھ زمین دے دی جائے لیکن اس روایت میں اس کے نام کی تصریح نہیں ہے، ممکن ہے کہ یہ دوسرا غلام ہو صفحہ ۸۲، جلد ۵، [2] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۲۳، [3] ترمذی کتاب المناقب فضائل الحسن و الحسین رضی اللہ عنہما،

دیکھا تو کہا کچھ خبر ہے، کیا کرتے ہو؟" بولے میں اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں، رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں[۱]

شوق دیدار رسول ﷺ | رسول اللہ صلعم کا دیدار زیادہ ایمان کا باعث ہوتا تھا، اس بنا پر صحابہ کرام رضہ

اس کے نہایت مشتاق رہتے تھے، جب آپ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو تشنگان دیدار میں جن لوگوں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ کو پہچان نہ سکے، لیکن جب دھوپ آئی اور حضرت ابوبکر رضہ نے آپ کے اوپر اپنی چادر کا سایہ کیا، تو سب نے اس سایہ میں آفتاب نبوت کے دیدار سے اپنا ایمان تازہ کیا[۲]،

حجۃ الوداع میں مشتاقان دیدار نے آفتاب نبوت کو ہالے کی طرح اپنے حلقے میں لے لیا، بدو آآکر شربت دیدار سے سیراب ہوتے تھے، اور کہتے تھے "یہ مبارک چہرہ ہے[۳]"،

آپ نے مرض الموت کے زمانہ میں جب پردہ اٹھاکر جھانکا، اور صحابہ کرام کی نماز کی حالت ملاحظہ فرماکر مسکرائے تو اس آخری دیدار سے صحابہ کرام پر مسرت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ خشوع نماز میں خلل پڑنے کا اندیشہ پیدا ہوگیا، حضرت انس رضہ فرماتے ہیں :-

کان وجھہ ورقۃ مصحف ما	آپ کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح صاف
راینا منظرا کان اعجب الینا	تھا، ہم نے کوئی ایسا خوش گوار منظر
من وجہ النبی صلعم حین	نہیں دیکھا جیسا اس وقت نظر آیا
وضح لنا[۴]	جب آپ کا چہرۂ مبارک نمایاں ہوا،

بعض صحابہ کو آنکھیں صرف اس لیے عزیز تھیں کہ ان کے ذریعہ رسول اللہ صلعم کا دیدار ہوتا تھا، لیکن جب خدا نے اُن کو اس شرف سے محروم کردیا، تو وہ آنکھوں سے بھی بے نیاز ہوگئے،

---

[۱] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۲۴ [۲] بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ [۳] ابوداؤد کتاب المناسک باب المواقیت [۴] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ،

ایک صحابی کی آنکھیں جاتی رہیں، لوگ عیادت کو آئے، تو انھوں نے کہا کہ" ان سے مقصود تو صرف رسول اللہ صلعم کا دیدار تھا، لیکن جب آپ کا وصال ہوگیا، تو اگر میرے عوض تبالہ کی ہرنیاں اندھی ہو جائیں اور میری بینائی لوٹ آئے تب بھی مجھے پسند نہیں[1]"۔

شوقِ صحبتِ رسول

رسول اللہ صلعم کا فیضِ صحبت ایک ایسی دولتِ جاودانی تھا، جس پر صحابہ کرام ہر قسم کے دنیوی مال و متاع کو قربان کر دیتے تھے، ایک بار آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضؓ سے فرمایا کہ " میں تمھیں ایک مہم پر بھیجنا چاہتا ہوں، خدا مالِ غنیمت دیگا تو تم کو معتدبہ حصہ دوں گا،، بولے" میں مال کے لیے مسلمان نہیں ہوا، صرف اس لیے اسلام لایا ہوں کہ آپ کا فیضِ صحبت حاصل ہو[2]"۔

جو صحابہ دنیوی تعلقات سے آزاد ہو جاتے تھے، وہ صرف آستانۂ نبوت سے وابستگی پیدا کر کے، آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے تھے، حضرت قیلہؓ بیوہ ہو گئیں، تو بچوں کو اُن کے چچا نے لے لیا، اب وہ تمام دنیوی جھگڑوں سے آزاد ہو کر ایک صحابی کے ساتھ خدمتِ مبارک میں حاضر ہوئیں اور آپ کی تعلیمات و تلقینات سے عمر بھر فائدہ اُٹھاتی رہیں[3]۔

حضرت عمرؓ مدینہ سے کسی قدر دور مقام عالیہ میں رہتے تھے، اس لیے روزانہ آپ کے فیضِ صحبت سے متمتع نہیں ہو سکتے تھے، تاہم یہ معمول کر لیا تھا کہ ایک روز خود آتے تھے، اور دوسرے روز اپنے اسلامی بھائی حضرت عتبان بن مالک کو بھیجتے تھے، کہ آپ کی تعلیمات و ارشادات سے محروم نہ رہنے پائیں[4]۔

---

[1] ادب المفرد باب العیادۃ من الرمد [2] ایضاً باب المال الصالح للمرء الصالح [3] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت قیلہؓ [4] بخاری کتاب العلم باب التناوب فی العلم، لیکن روایت میں حضرت عتبانؓ بن مالک کا نام بتصریح مذکور نہیں۔

دنیا میں آپکے فیض صحبت سے سیری نہ ہوئی تو بعض صحابہ نے خواہش کی کہ آخرت میں بھی یہ دولتِ جاودانی نصیب ہو، حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ آپ کے خادم تھے، اور ہمیشہ سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے، ایک بار آپ نے ان سے کہا کہ "کچھ مانگو"، بولے کہ "جنت میں آپ کی رفاقت" ارشاد ہوا "کچھ اور"، بولے "صرف یہی ایک چیز"، فرمایا "خوب نماز پڑھو تو یہ دولت نصیب ہوگی"[1]

رسول اللہ کی صحبت کا اثر

صحابۂ کرام چونکہ نہایت خلوص و صفائے قلب کے ساتھ آپکے ارشاد و ہدایت سے فیض یاب ہونے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اس لیے ان پر آپکی صحبت کا شدت کے ساتھ اثر پڑتا تھا، ایک بار حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ "یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم ہو جاتے ہیں، زہد و آخرت کا خیال غالب ہو جاتا ہے، پھر جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اہل و عیال سے ملتے جلتے ہیں اور بچوں کو سونگھتے ہیں تو وہ بات باقی نہیں رہتی"، ارشاد ہوا کہ اگر یہی حالت قائم رہتی تو فرشتے خود تمھارے گھروں میں تمھاری زیارت کو آتے"[2]

ایک بار حضرت حنظلہ اسیدیؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس روتے ہوئے آئے اور کہا کہ "حنظلہ منافق ہوگیا، ہم رسول اللہ صلعم کے پاس ہوتے ہیں اور آپ جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تو ہمارے سامنے ان کی تصویر کھنچ جاتی ہے، پھر گھر میں آکر اہل و عیال سے ملتے ہیں اور کھیتی باڑی کے کام میں مصروف ہوتے ہیں، تو اس حالت کو بھول جاتے ہیں"، انھوں نے کہا "ہمارا بھی یہی حال ہوتا ہے، چلو خود آپ کے پاس چلیں" آپکی خدمت میں

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب وقت قیام النبی صلعم من اللیل، صاحب استیعاب نے ان کے حال میں لکھا ہے کان یلزم رسول اللہ صلعم فی السفر والحضر،

[2] ترمذی ابواب صفة الجنة باب ما جاء فی صفة الجنة ونعیمہا، صفحہ ۴۵۱،

حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا، تو آپ نے فرمایا، اگر وہ حالت قائم رہتی تو فرشتے تمھاری مجلسون مین، تمھارے بسترون پر، اور تمھارے راستون مین آکر تم سے مصافحہ کرتے، اس حالت کا ہمیشہ قائم رہنا ضروری نہین [1]"

استقبال رسول رسول اللہ صلعم نے ہجرت کی تو آپ کے ساتھ طبل وعلم، لاؤ لشکر، خیمہ و خرگاہ کچھ نہ تھا، صرف سواری کی دو اونٹنیان تھین اور ساتھ مین ایک جان نثار رفیق سفر تھا، لیکن یہ بے سرو سامان قافلہ جب مدینہ مین پہنچا، مدینہ مسرت کدہ بن گیا، عورتون بچون اور لونڈیون کی زبان پر یہ فقرہ تھا "رسول اللہ آئے، رسول اللہ آئے"، ہجرت کی خبر پہلے سے مدینہ مین پہنچ گئی تھی، اس لیے تمام مسلمان صبح کے تڑکے گھر سے نکل کر مدینہ کے باہر استقبال کے لیے جمع ہوتے، دوپہر تک انتظار کرکے واپس چلے جاتے، ایک دن حسب معمول سب لوگ انتظار کرکے چلے گئے، تو ایک یہودی قلعہ سے دیکھ کر باواز بلند پکارا کہ "اہل عرب لو تمھارا شاہد مقصود آپہنچا"، تمام صحابہ دفعتہً اُبل پڑے اور ہتھیار سج سج کر گھرون سے نکل آئے آپ قبا مین تشریف لائے، اور خاندان بنو عمرو بن عوف کے یہان اُترے تو تمام خاندان نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا، انصار ہر طرف سے آتے اور جوش عقیدت کے ساتھ سلام عرض کرتے [2] تھے، ان مین جن لوگون نے رسول اللہ صلعم کو ابتک نہین دیکھا تھا، وہ شوق دیدار مین بیتاب تھے لیکن آپ کو پہچان نہین سکتے تھے حضرت ابو بکرؓ نے دھوپ سے بچانے کے لیے آپ کے سر پر چادر تانی، توسب کو اس کے سایہ مین آفتاب نبوت نظر آیا،

آپ قبا سے مدینہ کی خاص آبادی کی طرف چلے تو جان نثارون کا جھرمٹ ساتھ تھا، ایک مقام پر آپ ٹھہر گئے، اور انصار کو طلب فرمایا، سب لوگ حاضر ہوئے اسلام عرض کیا،

---

[1] ترمذی ابواب الزہد ص ۴۱۳، [2] طبقات جلد سیرت نبوی صفحہ ۱۵۰،

اور کہا کہ "سوار ہو جیئے کوئی خطرہ نہین، ہم لوگ فرمان برداری کے لیے حاضر ہین"، آپ انصار کی تلوار کے سایہ مین روانہ ہوئے،

قبا سے مدینہ تک دو رویہ جان نثار دن کی صفین تھین، راہ مین انصار کے خاندان آتے تو ہر قبیلہ سامنے آکر عرض کرتا کہ "حضور یہ گھر ہے، یہ مال ہے، یہ طاقت ہے" کوکبۂ نبوت شہر کے متصل پہنچا تو ایک عام غلُ پڑ گیا، لوگ بالاخانے سے جھانک جھانک کر دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ "رسول اللہ آئے"، "رسول اللہ آئے"[1]، پردہ نشین خاتونین جوش مسرت مین یہ ترانہ گاتی تھین،

طلع البدر علینا	کوہِ وداع کی گھاٹیون کے بیچ سے
من ثنیاتِ الوداع	بدر کامل طلوع ہوا ہے،
وجب الشکر علینا	جب تک دعا کرنے والے دعا کرین ہم پر
ما دعی للہ داعی	شکر واجب ہے،

جب آپ کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے دروازہ پر بیٹھ گئی تو قبیلۂ بنو نجار کی چھوکریان دف بجا بجا کر یہ شعر گانے لگین :-

نحن جوار من بنی النجار	ہم خاندان نجار کی لڑکیان ہین
یا حبذا محمدؐ من جار	محمدؐ کیسے اچھے ہمسایہ ہین،

ضیافت رسول اگر خوش قسمتی سے کبھی صحابۂ کرام کو رسول اللہ صلعم کی ضیافت و میزبانی کا شرف حاصل ہو جاتا تھا، تو وہ نہایت عزت محبت اور ادب و احترام کیساتھ اس فرض کو بجالاتے تھے، ایک بار ایک انصاری نے خدمت مبارک مین گذارش کی کہ "مین نہایت

[1] بخاری باب ہجرۃ النبی وطبقات جلد سیرۃ نبوی ذکر ہجرت ص ۵۲ وفاء الوفا جلد ۱ صفحہ ۱۸۷،

لحیم وشحیم آدمی ہون، آپ کے ساتھ نماز مین شریک نہین ہو سکتا، آپ میرے مکان پر تشریف لاکر نماز ادا فرمائیے تاکہ مین اسی طرح نماز پڑھا کرون" انھون نے پہلے سے کھانا بھی تیار کرا رکھا تھا، چنانچہ آپ تشریف لائے، اور دو رکعت نماز ادا فرمائی[1]،

ایک بار آپ ام حرام رض کے مکان پر تشریف لے گئے، انھون نے کھانا کھلایا، اور بیٹھکر آپ کے سر سے جوئین نکالین[2]،

ایک روز آپ حضرت عمر رض اور حضرت ابوبکر رض کے ساتھ حضرت ابوالہیثم رض بن التیہان الانصاری کے مکان پر تشریف لے گئے، وہ باہر گئے ہوئے تھے، آئے تو آپ سے لپٹ گئے اور قربان ہونے لگے، پھر سب کو باغ مین لے گئے، فرش بچھایا، اور کھجورین توڑکر آپ کے سامنے رکھدین کہ خود دستِ مبارک سے چُن چُن کر تناول فرمائین، اس کے بعد اُٹھے، اور ایک بکری ذبح کی، اور سب نے خوب سیر ہو کر کھایا[3]،

ایک روز آپ نے حضرت جابر رض کے مکان پر تشریف لیجانیکا وعدہ کیا، انھون نے نہایت اہتمام کے ساتھ آپ کی دعوت کا سامان کیا، اور بی بی سے کہا "دیکھو رسول اللہ صلعم آنے والے ہین، تمھاری صورت نظر نہ آئے، آپ کو کوئی تکلیف نہ دینا، آپ سے بات چیت کرنا" آپ تشریف لائے تو بستر بچھایا، تکیہ لگایا، آپ مصروف خواب استراحت ہوئے، تو غلام سے کہا آپ کے جاگنے سے پیشتر بکری کے اُس بچے کو ذبح کر کے پکالو، ایسا نہو کہ آپ منہ ہاتھ دھونے کے ساتھ ہی روانہ ہو جائین" آپ بیدار ہو کر منہ ہاتھ دھونے سے فارغ ہوئے تو فوراً دسترخوان سامنے آیا، آپ کھانا کھاتے تھے اور قبیلۂ بنو سلمہ کے تمام لوگ دور ہی دور سے آپ کے دیدار سے مشرف ہوتے تھے، کہ قریب آتے تو شاید آپ کو تکلیف ہوتی، آپ کھانے سے فارغ ہو کر

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی الحصیر۔ [2] ایضاً کتاب الجہاد باب فی رکوب البحر فی الغزو،
[3] ترمذی ابواب الزہد صفحہ ۳۹۱،

روانہ ہوئے تو ان کی بی بی نے پردہ سے کہا "یا رسول اللہ! مجھ پر اور میرے شوہر پر درود بھیجتے جایئے"، آپ نے فرمایا "خدا تم پر اور تمھارے شوہر پر رحمت نازل فرمائے"[1]

ایک بار آپ حضرت سعدؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، اُنھوں نے آپکو غسل کرایا، نہانے کے بعد زعفرانی رنگ کی چادر اڑھائی، پھر کھانا کھلایا، آپ رخصت ہوئے تو سواری حاضر کی اور اپنے بیٹے کو ساتھ کر دیا کہ گھر تک پہنچا آئیں[2]،

کبھی کبھی آپ خود کسی چیز کی خواہش ظاہر فرماتے اور صحابۂ کرام اس کو تیار کر کے پیش کرتے، ایک بار آپ نے فرمایا "کاش میرے پاس گیہون کی سفید روٹی، گھی اور دودھ مین چپڑی ہوئی ہوتی" ایک صحابی فوراً اٹھے اور تیار کرا کے لائے[3]،

بعض صحابیات خود کوئی نئی چیز پکا کر آپ کی خدمت مین پیش کرتی تھین، ایک بار حضرت ام ایمنؓ نے آٹا چھانا اور اس کی چپاتیان تیار کر کے آپ کی خدمت مین پیش کین، آپ نے فرمایا "یہ کیا ہے"؟ بولین "ہمارے ملک مین اسی کا رواج ہی، مین نے چاہا کہ آپکے لیے بھی اسی قسم کی چپاتیان تیار کردن"، لیکن آپ نے کمال زہد و تقشف سے فرمایا کہ "آٹے مین پھر کر ملا لو پھر گوندھو[4]"

| نعت رسول | قرآن مجید کے مواعظ اور رسول اللہ صلعم کے کلمات طیبہ نے اگرچہ عہد صحابہ مین

شاعری کے دفتر پر پانی پھیر دیا تھا، تاہم بلبلان باغ قدس آپ کی مدح مین کبھی کبھی زمزمہ خوان ہو جاتے تھے، اور چونکہ یہ اشعار سچے دل سے نکلتے تھے، اور سچی تعریف پر مشتمل ہوتے تھے، اس لیے دلون پر اثر ڈالتے تھے حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ حضرت کعب بن زہیرؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ کا یہ خاص مشغلہ تھا، حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کے چند مدحیہ اشعار

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۳۰۳، [2] ابوداؤد کتاب الادب باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان، [3] ایضاً کتاب الاطعمہ باب فی الجمع بین اللونین من الطعام، [4] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الحواری،

بخاری مین مذکور ہین،

وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ
اذا انشق معروف من الفجر ساطع

ہم مین خدا کا پیغمبر ہے جب صبح نمودار ہوتی ہے تو خدا کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے،

ارانا الهدی بعد العمی فقلوبنا
بہ موقنات ان ما قال واقع

گمراہی کے بعد اس نے ہم کو راہ راست دکھائی اس لیے ہمارے دلون کو یقین ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ ضرور ہو کے رہیگا

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ
اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع[1]

وہ راتون کو شب بیداری کرتا ہو، حالانکہ اس وقت مشرکین گہری نیند مین سوتے ہین،

حضرت کعب بن زہیرؓ جب آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اپنا مشہور قصیدہ بانت سعاد آپ کے سامنے پڑھا، تو آپ نے اس کو سن کر صحابہ سے فرمایا کہ "اس کو سنو"[2]

ایک صحابیہ کی شادی مین چھوکریان دف بجا بجا کر واقعاتِ بدر کے متعلق اشعار گانے لگین، ان مین سے ایک نے یہ مصرع گایا:-

وفینا نبی یعلم ما فی غد
ہم مین ایک پیغمبر ہو جو کل کی بات جانتا ہو

تو آپ نے روک دیا اور کہا کہ "وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھین"[3]

حضرت ابو حمامہ سلمیؓ شاعر تھے، انھون نے ایک بار عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مین نے آپ کی اور خدا کی مدح و ثنا لکھی ہو، آپ نے فرمایا کہ، خدا کی تعریف مین جو کچھ لکھا ہو سناؤ اور میری مدح کو چھوڑ دو"[4]

رضامندیِ رسولؐ | صحابۂ کرام رسول اللہ صلعم کی ناراضی سے سخت گھبراتے تھے، اور اس سے پناہ مانگتے تھے، ایک بار کسی نے حضرت عباسؓ کے آبا و اجداد مین سے کسی کو برا بھلا کہا،

---

[1] بخاری ابواب الوتر باب فضل من تعار من اللیل فصلی [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت کعب بن زہیرؓ [3] بخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح والولیمہ، [4] اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابن ابی حمامہ السلمیؓ،

آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ "عباس رضؓ مجھ سے ہین اور مین عباس رضؓ سے ہون، ہمارے مُردون کو بُرا بھلا نہ کہو جس سے ہمارے زندون کے دِل دُکھین" یہ سُن کر صحابہؓ نے کہا کہ "ہم آپ کی ناراضی سے پناہ مانگتے ہین، ہمارے لیے استغفار کیجیے"[1]

ایک بار کسی نے آپ سے آپ کے روزے کے متعلق سوال کیا، جس پر آپ کو غصہ آگیا، حضرت عمرؓ نے یہ حالت دیکھی تو کہا :-

رضینا باللہ ربا و بالاسلام	ہم نے خدا کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا
دینا و بمحمد نبینا نعوذ	دین اور محمد کو اپنا پیغمبر بنایا ہے، اور
باللہ من غضب اللہ وغضب	خدا اور خدا کے رسول کے غصہ سے پناہ
رسولہ،	مانگتے ہین،

اسی فقرے کو باربار دہراتے رہے، یہان تک کہ آپ کا غصہ اتر گیا[2]،

اس لیے اگر آپ کسی ناگوار واقعہ سے مکدر ہو جاتے تھے، تو صحابۂ کرام ہر ممکن تدبیر سے آپ کو راضی کرنا چاہتے تھے، آپ نے ازواجِ مطہرات سے ایلا کیا تو تمام صحابہ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، حضرت عمرؓ نے آپ کو راضی کرنا چاہا، اور دردولت پر تشریف لے گئے، دربان نے بے التفاتی کی تو سمجھے کہ شاید آپ کو یہ خیال ہے کہ لڑکی (حفصہؓ) کی خاطر آئے ہین، اس لیے دربان سے کہا کہ "اگر آپ کا یہ خیال ہے تو کہدو کہ خدا کی قسم آپ حکم دین تو حفصہ کی گردن اڑا دون"،

حضرت ابوبکرؓ کو پہلے سے بار مل چکا تھا، حضرت عمرؓ آئے تو حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلعم کے ہنسانے کے لیے کہا کہ اگر بنت خارجہ (حضرت ابوبکرؓ کی بی بی) مجھ سے نان و نفقہ طلب کرین تو مین اُٹھ کے ان کی گردن توڑ دیتا، آپ ہنس پڑے اور ازواجِ مطہرات کی طرف اشارہ

---

[1] نسائی کتاب الدیات باب القود من اللطمۃ، [2] ابوداؤد کتاب الصیام باب فی صوم الدھر تطوعا،

کر کے فرمایا "یہ لوگ مجھ سے نفقہ ہی تو مانگ رہی ہین" دونون بزرگ اُٹھے اور حضرت عایشہ رضؓ اور حضرت حفصہ رضؓ کی گردن توڑنی چاہی اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم سے وہ چیز مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہین ہے"[1]

حضرت کعب بن مالک رضؓ سے جب آپ نے ناراض ہو کر قطع کلام کر لیا اور تمام صحابہ کو بھی یہی حکم دیا، تو ان کو سب سے زیادہ آپ کی رضامندی کی فکر تھی، آپ نماز کے بعد مسجد مین تھوڑی دیر تک بیٹھا کرتے تھے، اس حالت مین وہ آتے اور سلام کرتے اور دل مین کہتے کہ لبہائے مبارک کو سلام کے جواب مین حرکت ہوئی یا نہین؟ پھر آپ ہی کے متصل نماز پڑھتے اور کنکھیون سے آپ کی طرف دیکھتے جاتے[2]

آپ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو تمام بیبیان ساتھ تھین، سو اتفاق سے راستہ مین حضرت صفیہ رضؓ کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا، وہ رونے لگین، آپ کو خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے اُن کے آنسو پونچھے، آپ جس قدر اُن کو رونے سے منع فرماتے تھے اسی قدر وہ اور زیادہ روتی تھین، جب کسی طرح چپ نہ ہوئین تو آپ نے ان کو سرزنش فرمائی، اور تمام لوگون کو منزل کرنے کا حکم دیا، اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا، حضرت صفیہ رضؓ کو خیال ہوا کہ آپ ناراض ہو گئے، اس لیے آپ کی رضامندی کی تدبیرین اختیار کین، اس غرض سے حضرت عایشہ رضؓ کے پاس گئین، اور کہا کہ "آپ کو معلوم ہے کہ مین اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضہ مین نہین دے سکتی، لیکن اگر آپ رسول اللہ صلعم کو مجھ سے راضی کر دین تو مین اپنی باری آپ کو دیتی ہون، حضرت عائشہ رضؓ نے آمادگی ظاہر کی، اور ایک دوپٹہ اوڑھا جو زعفرانی رنگ مین رنگا ہوا تھا، پھر اس پر پانی چھڑکا کہ خوشبو اور پھیلے، اس کے بعد بن سنور کر

---

[1] مسلم کتاب الرضاع باب بیان ان تخییر امراتہ لا یکون طلاقا الا بالنیۃ و باب فی الایلاء و اعتزال النساء و تخییرہن و قولہ تعالیٰ وان تظاہرا علیہ۔ [2] بخاری کتاب المغازی ذکر غزوہ تبوک،

آپ کے پاس گئین اور خیمہ کا پردہ اُٹھایا تو آپ نے فرمایا کہ "عایشہ یہ تمھارا دن نہین ہے"، بولین :-

ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآء[1]　　　یہ خدا کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے دیتا ہے،

آپ اکثر اپنی ناراضی کا اظہار علانیہ طور پر نہین فرماتے تھے، لیکن جب صحابہؓ کو آپکے چشم وابرو سے اس کا احساس ہوجاتا تھا تو فوراً آپ کو راضی کرتے تھے، ایک بار آپ ایک راستہ سے گذرے، راہ مین ایک بلند خیمہ نظر سے گذرا تو فرمایا "یہ کس کا ہے"، لوگون نے ایک انصاری کا نام بتایا، آپ کو یہ شان وشوکت ناگوار ہوئی، مگر اس کا اظہار نہین فرمایا، کچھ دیر کے بعد انصاری بزرگ آئے اور سلام کیا، لیکن آپ نے ناراضی سے مُنہ پھیر لیا، بار بار یہی واقعہ پیش آیا تو اُنھون نے دوسرے صحابہ سے آپ کی ناراضی کی شکایت کی، ناراضی کا سبب معلوم ہوا تو اُنھون نے خیمہ کو گرا کر زمین کے برابر کردیا،[2]

ناراضی کے بعد اگر رسول اللہ صلعم خوش ہوجاتے تو گویا صحابۂ کرام کو دولت جاوید ل جاتی، ایک بار آپ سفر مین تھے حضرت ابورہمؓ غفاری کی اونٹنی آپ کے ناقہ کے پہلو بہ پہلو جارہی تھی، حضرت ابورہمؓ کے پاؤن مین سخت چمڑے کے جوتے تھے، اونٹون مین مزاحمت ہوئی تو اُن کے جوتے کی نوک سے آپ کی ساق مبارک مین خراش آگئی، اور آپ نے ان کے پاؤن مین کوڑا مار کر کہا "تم نے مجھے دکھ دیا، پاؤن ہٹاؤ"، وہ سخت گھبرائے کہ کہین میرے بارے مین کوئی آیت نازل نہ ہوجائے، مقام جعرانہ مین پہنچے تو گو ان کی اونٹ چرانے کی باری نہ تھی، تاہم اس خوف سے کہ کہین رسول اللہ صلعم کا قاصد میرے بلانے کے لیئے نہ آجائے صحرا

[1] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۱۴۴　[2] ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی البناء،

مین اونٹ چرانے کے لئے نکل گئے، شام کو پلٹے تو معلوم ہوا کہ آپ نے طلب فرمایا تھا، مضطربانہ حاضرِ خدمت ہوئے، آپ نے فرمایا "مجھے تم نے اذیت پہنچائی، اور مین نے بھی تمھین کوڑا مارا، جس سے تمھین اذیت پہنچی، اس کے عوض مین یہ بکریان لو،، اُن کا بیان ہو کہ آپ کی یہ رضامندی میرے لیے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب تھی،[1]

ماتم رسولؐ رسول اللہ صلعم کے ساتھ صحابۂ کرام کو جو محبت تھی، اس کا اثر آپ کی زندگی مین جن طریقون سے ظاہر ہوتا تھا، اس کا حال اوپر گذر چکا، لیکن آپ کی وفات کے بعد اس محبت کا اظہار صرف گریہ و بکا، آہ و فریاد اور نالہ و شیون کے ذریعہ سے ہو سکتا تھا، اور صحابۂ کرام نے آپ کے ماتم مین یہ دردانگیز صدائین اس زور سے بلند کین کہ مدینہ بلکہ [illegible] کے در و دیوار ہل گئے، آپ پر موت کے آثار بتدریج طاری ہوئے جمعرات کے دن مرض مین اشتداد پیدا ہوا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو جب یہ دن یاد آتا تھا تو کہتے تھے کہ "جمعرات کا دن! جمعرات کا کون سا دن ہے؟ وہ جس مین آپ کے مرض مین ترقی ہوئی،، نزع کا وقت قریب آیا تو غشی طاری ہوئی، حضرت فاطمہؓ نے یہ حالت دیکھی تو بے اختیار چیخ اٹھین، ،، واکرب اباہ،، ہائے میرے باپ کی تکلیفین" آپ کا وصال ہوا تو یہ الفاظ کہہ کر آپ پر روئین "یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ، یا ابتاہ من جنۃ الفردوس ماواہ، یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ" لوگ آپ کو دفن کر کے آئے تو اُنھون نے حضرت انسؓ سے نہایت دردانگیز لہجے مین پوچھا، کیون انسؓ! کیا رسول اللہؐ پر خاک ڈالنا تم کو گوارا تھا؟

حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد مجھے کسی کا مرض الموت نہین کھلتا،

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابو رہمؓ غفاری،

یہ تو اہل بیت کی حالت تھی، اہل بیت کے علاوہ اور تمام صحابہ کا حلقۂ ماتم مسجد نبوی میں قائم تھا، اور حضرت عمرؓ لوگوں کو یقین دلا رہے تھے کہ ابھی آپ کا وصال ہی نہیں ہو سکتا حضرت ابو بکرؓ نے آکر یہ حالت دیکھی تو کسی سے بات چیت نہیں کی، سیدھے آپ کی لاش مبارک تک چلے گئے، منہ کھول کر آپ کے چہرۂ مبارک کو بوسہ دیا، اور روئے، وہاں سے نکل کر لوگوں کو سمجھایا تو سب کو آپ کی موت کا یقین آیا،[۱]

ایک شخص صحابہ کے قلق و اضطراب کا یہ عالم دیکھ کر مدینہ سے عمان آیا، تو لوگوں کو آپ کے وصال کی خبر دی اور کہا کہ "میں مدینہ کے لوگوں کو ایسے حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ ان کے سینے دیگچی کی طرح اُبال کھا رہے ہیں"[۲] حضرت عبد اللہ بن ابی لیلیٰ انصاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے وصال کے وقت میں بچہ تھا، لوگ اپنے سروں اور کپڑوں پر خاک ڈال رہے تھے اور میں ان کے گریہ و بکا کو دیکھ کر روتا تھا،[۳]

مدینہ کے باہر جب یہ وحشتناک خبر پہنچی تو قبیلۂ باہلہ کے لوگوں نے اس ماتم میں اپنے خیمے گرا دیئے اور متصل سات دن تک اُن کو کھڑا نہیں کیا،[۴]

تفویض الی الرسول صحابہ کرامؓ نے اپنی ذاتی حیثیت بالکل فنا کر دی تھی، اور اپنی ذات اور اپنی آل و اولاد کو رسول اللہ صلعم کے حوالہ کر دیا تھا حضرت فاطمہ بنت قیسؓ ایک صحابیہ تھیں، اُن سے ایک طرف تو حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ جو نہایت دولتمند صحابی تھے نکاح کرنا چاہتے تھے دوسری طرف آپ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے متعلق اُن سے گفتگو کی تھی، جن کی فضیلت یہ تھی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ "جو مجھے دوست رکھتا ہے، چاہیے کہ اسامہؓ کو بھی دوست رکھے" لیکن حضرت فاطمہؓ نے آپ کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا، اور کہا کہ "میرا معاملہ آپ کے ہاتھ

۱؎ بخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ ۲؎ اصابہ تذکرہ خمیصہ ۳؎ اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن ابی لیلیٰ
۴؎ اصابہ تذکرہ جہم بن کلدہ باہلی،

مین ہے، جس سے چاہیئے نکاح کر دیجئے،

حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہؓ انصاری اپنی تین لڑکیون کے نکاح کے متعلق آپ کو وصیت کر گئے تھے، جن مین آپ نے حضرت فریعہؓ کا نکاح نبیطؓ بن جابر سے کر دیا،[2]

انصار کا یہ معمول تھا کہ آنحضرت صلعم کی رضامندی جانے بغیر اپنی بیواؤن کی شادی نہین کرتے تھے، ایک دن آپ نے ایک انصاری سے فرمایا "تم اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردو" وہ تو منتظر ہی تھے باغ باغ ہو گئے، لیکن آپ نے فرمایا کہ "مین اپنے لیے نہین بلکہ جلیبیب کے لیے پیغام دیتا ہون" جلیبیب ایک ظریف الطبع صحابی تھے جو عورتون کے ساتھ ظرافت اور مذاق کی باتین کیا کرتے تھے، اس لئے صحابہ ان کو عموماً ناپسند کرتے تھے، انھون نے جلیبیب کا نام سنا تو بولے "اس کی مان سے مشورہ کرلون" مان نے جلیبیب کا نام سنا تو انکار کیا، لیکن لڑکی نے کہا "رسول اللہ صلعم کی بات نامنظور نہین کی جاسکتی مجھے آپ کے حوالہ کر دو، آپ مجھے ضایع نہ کرینگے"[3]:-

| ہیبت رسولؐ | رسول اللہ صلعم کے وقار وعظمت کی بنا پر صحابہ کرام آپ کے سامنے اس قدر مرعوب

ہو جاتے تھے کہ جسم مین رعشہ پڑ جاتا تھا، ایک بار ایک صحابی نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، لیکن دو شخص جو مسجد کے ایک گوشہ مین تھے شریک نماز نہین ہوئے، آپ نے ان کو بازپرس کے لیئے طلب فرمایا، تو وہ اس قدر مرعوب ہوئے کہ جسم مین لرزہ پڑ گیا،[4]

ایک صحابی نے آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر آپ سے بات چیت کی، لیکن ان پر اس قدر جلال نبوت طاری ہوا کہ جسم مین رعشہ پڑ گیا، آپ نے فرمایا "گھبراؤ نہین مین تو اس عورت کا لڑکا

---

[1] نسائی کتاب النکاح الخطبۃ فی النکاح۔ [2] اسد الغابہ تذکرہ فریعہ بنت ابی امامہ [3] مسند جلد ۴ صفحہ ۴۲۲، [4] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب فیمن صلی فی منزلہ ثم ادرک الجماعۃ یصلی معھم،

ہوں جو گوشت کے سوکھے ٹکڑے کھایا کرتی تھی[1]"

ایک بار ایک صحابیہ نے آپ کو مسجد میں اکڑوں بیٹھے ہوئے دیکھا، اُن پر آپ کے اس خضوع وخشوع کی حالت کا یہ اثر پڑا کہ کانپ اٹھیں[2]،

اس رعب وداب کا یہ اثر تھا کہ صحابۂ کرام آپ کو کسی بات پر ٹوک نہیں سکتے تھے ایک بار آپ پر عصر یا ظہر کی نماز میں نسیان طاری ہو گیا، اور صرف دو رکعتیں ادا فرمائیں، بہت سے صحابہ مسجد سے یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ رکعاتِ نماز میں کمی کردی گئی جماعت میں حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ بھی شریک تھے، لیکن آپ کی ہیبت سے کچھ پوچھ نہیں سکتے تھے بالآخر حضرت ذوالیدینؓ نے آپ سے دریافت فرمایا کہ "آپ بھول گئے، یا نماز میں کمی ہوگئی" تمام صحابہ نے اس کی تصدیق کی لیکن زبان نہ ہل سکی، بلکہ اشاروں میں حضرت ذوالیدینؓ کی تائید کی[3]،

حضرت عمرو بن العاصؓ فاتحِ مصر بڑے پایہ کے صحابی تھے، لیکن ان کا بیان ہے کہ "میں آپ کا حلیہ نہیں بیان کرسکتا، کیونکہ میں نے آپ کو کبھی آنکھ بھر کر دیکھنے کی جرأت نہیں کی[4]"،

آپ حجۃ الوداع میں ناقہ پر سوار ہو کر نکلے تو آپ کے ہاتھ میں درہ تھا، لوگوں پر اس قدر ہیبت طاری تھی کہ کہتے تھے "طبطبیہ طبطبیہ" یعنی اس کوڑے سے بچتے رہو[5]،

صحابۂ کرام کے بچوں تک کے رگ وریشہ میں آپ کا رعب وداب سرایت کرگیا تھا، ایک بار حضرت ایادؓ بچپن میں باپ کے ساتھ آپ کی خدمت میں گئے، آپ کا دیدار ہوا تو

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب القدید۔ [2] شمائل ترمذی باب ماجاء فی جلسۃ رسول اللہ صلعم، [3] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب السہو فی السجدتین [4] مسلم کتاب الایمان باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ وکذا الحج والہجرۃ [5] ابوداؤد کتاب النکاح باب تزویج من لم یولد،

ان کے باپ نے پوچھا کہ "جانتے ہو کہ کون ہین"؟ بولے "نہین"، کہا کہ "رسول اللہ صلعم ہین" یہ سنتے کے ساتھ ہی ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، ان کا خیال تھا کہ آپکی شکل وصورت آدمیون سے مختلف ہوگی، لیکن ان کو نظر آیا کہ آپ بھی آدمی ہی ہین اور آپ کے سر پر لمبے لمبے بال ہین[۱]،

اطاعت رسولؐ صحابۂ کرام جس طوع و رضا کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی اطاعت کرتے تھے، اس کے متعلق احادیث مین نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہین، ذیل کے چند واقعات سے ان کا اندازہ ہو سکے گا،

ایک بار حضرت زینبؓ اپنے کپڑے رنگوا رہی تھین، آپ گھر مین آئے تو اُلٹے پاؤن واپس گئے، آپ نے اگرچہ مُنہ سے کچھ نہین فرمایا تھا، تاہم حضرت زینبؓ آپ کی نگاہِ عتاب کو تاڑ گئین، اور تمام کپڑون کے رنگ کو دھو ڈالا،

آپ نے ایک صحابی کو ایک رنگین چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو فرمایا "یہ کیا ہے"؟ وہ سمجھ گئے کہ آپ نے ناپسند فرمایا، فوراً گھر مین آئے اور اس کو چولھے مین ڈال دیا[۲]،

حضرت خریم اسدیؓ ایک صحابی تھے جو نیچی تہ بند باندھتے تھے، اور لمبے لمبے بال رکھتے تھے، ایک روز آپ نے فرمایا "خریم اسدی کتنا اچھا آدمی تھا، اگر لمبے بال نہ رکھتا اور نیچی تہبند نہ باندھتا، ان کو معلوم ہوا تو فوراً قینچی منگائی، اس سے بال کترے اور تہبند اونچی کر لی[۳]،

بی بی سب کو عزیز ہے، لیکن جب آپ نے تخلف غزوۂ تبوک کی بنا پر تمام مسلمانون کو حضرت کعب بن مالکؓ سے قطع تعلق کر لینے کا حکم دیا، اور اخیر مین ان کو بی بی سے بھی علٰحدگی ضیار کرنے کی ہدایت فرمائی، تو بولے طلاق دیدون یا اور کچھ، لیکن آپ کے قاصد نے کہا صرف

---

[۱] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ [۲] ابوداؤد، کتاب اللباس باب فی الحمرۃ [۳] ایضاً باب ما جاء فی اسبال الازار،

علیحدگی مقصود ہے، چنانچہ اُنھون نے فوراً بی بی کو میکے مین بھیجدیا،[۱]

شادی بیاہ کا معاملہ نہایت نازک ہوتا ہے، لیکن صحابۂ کرام کو اطاعت رسول ؐ نے ان معاملات مین غور و فکر کرنے سے بے نیاز کر دیا تھا، حضرت ربیعہ اسلمی رضؓ ایک نہایت مفلس صحابی تھے، ایک بار آپ نے اُن کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا، اور کہا کہ "جاؤ انصار کے فلان قبیلہ مین نکاح کرلو" وہ آئے اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے مجھے تمھارے یہان فلان لڑکی سے نکاح کرنے کے لیے بھیجا ہے" سب نے ان کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کا قاصد ناکامیاب نہین جاسکتا" چنانچہ فوراً انھون نے اس کی تعمیل کی،[۲]

پابندی احکام رسول ؐ رسول اللہ صلعم کے جو احکام وقتی ہوتے تھے صحابۂ کرام فوراً ان کی تعمیل کرتے تھے، اور جو دائمی ہوتے ہمیشہ اُن کے پابند رہتے تھے، اور اس کے خلاف کبھی ان سے کوئی حرکت صادر نہین ہوتی تھی،

آپ کے زمانہ مین عورتین بھی شریک جماعت ہوتی تھین، اس حالت مین اقتضائے کمال عفت و عصمت یہ تھا کہ ان کے لیے مسجد کا ایک دروازہ مخصوص کر دیا جائے، اس بنا پر آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا :-

لو ترکنا ھذا الباب للنساء،	کاش ہم یہ دروازہ صرف عورتون کے لیے چھوڑ دیتے،

حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ تا دمِ مرگ اُس دروازہ سے مسجد مین داخل نہین ہوئے،[۳]

رسول اللہ صلعم نے حکم دیا تھا :-

[۱] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ تبوک [۲] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۵۸ [۳] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب التشدید فی ذلک،

من زار قوما فلا یومھم	جو شخص کسی قوم کے یہان جائے، وہ ان کی
لیومھم رجل منھم	امامت نہ کرے بلکہ خود اسی قوم کا کوئی شخص ان کی امامت کرے،

ایک بار حضرت مالک بن حویرث ایک قوم کی مسجد مین آئے، لوگون نے امامت کی درخواست کی، تو اُنھون نے انکار کر دیا کہ رسول اللہ صلعم نے اس سے منع فرمایا ہی، [1]

ایک بار حضرت ابو سعید خدریؓ نماز پڑھ رہے تھے، ایک قریشی نوجوان سامنے سے گذرا، اُنھون نے اس کو ڈھکیل دیا، وہ باز نہ آیا، پھر ڈھکیلا، وہ نہ رُکا، تیسری بار پھر ڈھکیلا، نماز پڑھ چکے، تو فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "نماز کو اگرچہ کوئی چیز توڑ نہین سکتی، تاہم اگر کوئی چیز سامنے آجائے، تو جہان تک ممکن ہو، اس کو دفع کرو، کیونکہ وہ شیطان ہے" [2]

ایک بار آپ نے فرمایا کہ "جس شخص نے غسلِ جنابت مین ایک بال کو بھی خشک چھوڑ دیا، اس پر دوزخ مین یہ یہ عذاب ہوگا"، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس پر جس شدت سے عمل کیا اُس کو خود اُنھون نے بیان کیا ہی :-

فمن ثم عادیت راسی فمن	یعنی اسی دن سے مین نے اپنے سر سے
ثم عادیت راسی، [3]	دشمنی کر لی، دشمنی کر لی، (یعنی برابر بال ترشواتے رہے)

رسول اللہ صلعم نے شوہر کے علاوہ اور اعزہ کے ماتم کے لیئے صرف تین دن مقرر فرمائے تھے، صحابیات نے اس کی اس شدت کے ساتھ پابندی کی کہ جب حضرت زینبؓ

---

[1] ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب امامۃ الزوار،
[2] ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب من قال لا یقطع الصلوۃ شئ،
[3] ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب فی غسل من الجنابۃ، حدیث مین ہی کہ یہ فقرہ انھون نے تین بار فرمایا،

بنت جحش کے بھائی کا انتقال ہوگیا، تو (غالباً چوتھے دن) انھون نے خوشبو لگائی، اور کہا کہ مجھکو خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن مین نے آپسے منبر پر سنا ہے کہ "کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا ماتم کرنا جائز نہین اس لیے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی"۔

جب حضرت ام حبیبہ کے والد نے انتقال کیا تو انھون نے تین روز کے بعد اپنے رخسارون پر خوشبو ملی، اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی، صرف اس حکم کی تعمیل مقصود تھی"۔[1]

پہلے یہ دستور تھا کہ جب صحابۂ کرام سفر جہاد مین منزل پر قیام فرماتے تھے، تو ادھر ادھر پھیل جاتے تھے، ایک بار آپنے فرمایا کہ "یہ تفرق و تشدت شیطان کا کام ہے"۔ اس کے بعد صحابۂ کرام نے اس کی اس شدت کے ساتھ پابندی کی کہ جب منزل پر اترتے تھے تو اسقدر سمٹ جاتے تھے کہ اگر ایک چادر تان لی جاتی تو سب کے سب اُسکے نیچے آجاتے،[2]

رسول اللہ صلعم نے تجارت کے متعلق جو احکام جاری فرمائے تھے، ان مین ایک یہ تھا:

لا یبیع حاضر لباد — شہری آدمی بدوؤن کا مال نہ بکوائے

(یعنی اس کا دلال نہ بنے)

ایک بار ایک بدو کچھ مال لیکر آیا تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے یہان اترا، لیکن انھون نے کہا کہ "مین خود تو تمھارا سودا نہین کرا سکتا، البتہ بازار مین جاؤ، بائع کی تلاش کرو، مین صرف مشورہ دیدون گا"۔[3]

حضرت حذیفہ کے سامنے مداین کے ایک رئیس نے چاندی کے برتن مین پانی پیش کیا، انھون نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا، اور فرمایا کہ "مین نے اس کو منع کیا تھا، یہ باز نہ آیا، رسول اللہ صلعم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے"۔[4]

---

[1] ابوداؤد کتاب الطلاق باب حداد المتوفی عنہا زوجہا [2] ایضاً کتاب الجہاد باب یوم من انضمام العسکر، [3] ایضاً کتاب البیوع باب فی النہی ان یبیع حاضر لباد [4] ایضاً کتاب الاشربہ باب الشرب فی آنیۃ الذہب والفضہ،

رسول اللہ صلعم نے پہلے یمن کی گورنری پر حضرت ابو موسیٰ اشعری[1] کو روانہ فرمایا، اُن کے بعد حضرت معاذ بن جبلؓ کو بھیجا، حضرت معاذ بن جبلؓ آئے تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے سامنے ایک مجرم کو دیکھا، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے سواری سے اترنے کے لیے کہا، لیکن انھون نے مجرم کی طرف اشارہ کرکے پوچھا یہ کون ہے؟ بولے "یہودی تھا، اسلام لاکر مرتد ہو گیا ہے"، فرمایا "جب تک خدا اور رسول م کے حکم کے مطابق قتل نہ کردیا جائے گا، مین نہ بیٹھون گا"، انھون نے بیٹھنے پر اصرار کیا، لیکن ان کا یہی جواب تھا، چنانچہ جب وہ قتل ہو چکا تو سواری سے اترے[1]،

ایک بار حضرت ابو بکرؓ ایک مجلس مین آئے، ایک شخص نے اُٹھ کر ان کے لیے اپنی جگہ خالی کردی، تو انھون نے اس کی جگہ بیٹھنے سے انکار کیا، اور کہا کہ رسول اللہ صلعم نے اس سے منع فرمایا ہے[2]،

ایک بار حضرت عایشہؓ کے پاس ایک سائل آیا، انھون نے اس کو روٹی کا ایک ٹکڑا دیدیا، پھر اس کے بعد ایک خوش لباس شخص آیا، تو انھون نے اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا، لوگون نے اس تفرق پر اعتراض کیا تو بولین رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے :-

انزلوا الناس منازلھم[3]، ہر شخص سے اس کے درجہ کے مطابق برتاؤ کرو،

ایک بار آپ مسجد سے نکل رہے تھے، دیکھا کہ راستے مین مرد اور عورتین مل جُل کے چل رہے ہین، عورتون کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "پیچھے رہو، تم وسط راہ سے نہین گذر سکتین" اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ عورتین اس قدر گلی کے کنارے سے چلتی تھین کہ ان کے کپڑے دیوارون سے الجھ جاتے تھے[4]،

---

[1] ابو داؤد کتاب الحدود باب الحکم فی من ارتد، لیکن اس کے بعد کی روایت مین ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس کو تقریباً ۲۰ دن تک سمجھایا، پھر حضرت معاذؓ نے بھی اس کو سمجھایا، لیکن جب وہ راہِ راست پر نہ آیا تو قتل کردیا، [2] ایضاً کتاب الادب باب فی التخلق، [3] ابو داؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلھم، [4] ابو داؤد کتاب الادب باب فی مشی النساء فی الطریق،

حضرت محمد بن اسلمؓ نہایت کبیر السن صحابی تھے، لیکن جب بازار سے پلٹ کر گھر آتے اور چادر اتارنے کے بعد یاد آتا کہ انھوں نے مسجد نبویؐ مین نماز نہین پڑھی تو کہتے کہ خدا کی قسم مین نے مسجد رسول اللہ مین نماز نہین پڑھی، حالانکہ آپ نے ہم سے فرمایا تھا کہ جو شخص مدینہ مین آئے تو جب تک اس مسجد مین دو رکعت نماز نہ پڑھ لے گھر کو واپس نہ جائے، یہ کہکر چادر اُٹھاتے اور مسجد نبویؐ مین دو رکعت نماز پڑھ کے گھر واپس آتے[1]،

غزوۂ احزاب مین آپ نے حضرت حذیفہؓ کو حکم دیا کہ کفار کی خبر لائین، لیکن ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کرین، وہ آئے تو دیکھا کہ ابوسفیان آگ تاپ رہے ہین، کمان مین تیر جوڑ لیا اور نشانہ لگانا چاہا، لیکن رسول اللہ صلعم کا حکم یاد آگیا اور رک گئے[2]،

جو صحابہ رافع بن ابی الحقیق یہودی کے قتل کرنے کے لیے گئے تھے، ان کو رسول اللہ صلعم نے حکم دیا تھا کہ اس کے بچون اور عورتون کو نہ قتل کرین، ان لوگون نے اس شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کی کہ ابن ابی الحقیق کی عورت نے باوجودیکہ اس قدر شور کیا کہ قریب تھا کہ ان کا راز فاش ہو جاتا، لیکن ان لوگون نے صرف آپ کے حکم کی بنا پر اس پر ہاتھ اُٹھانا پسند نہ کیا[3]،

ادب حرم نبوی

رسول اللہ صلعم کے تعلق سے صحابۂ کرام ازواج مطہراتؓ کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ جب آپ کی ایک حرم محترم نے انتقال کیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سجدے مین گر پڑے، لوگون نے کہا "آپ اس وقت سجدہ کرتے ہین"، بولے "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے، کہ "جب قیامت کی کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کر لیا کرو، پھر ازواج مطہرات کی موت

---

[1] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت محمد بن اسلمؓ [2] مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ الاحزاب

[3] موطائے امام مالک کتاب الجہاد باب النہی عن قتل النساء والولدان فی الغزو،

سے بڑھ کر قیامت کی کون سی نشانی ہوگی"[1]

مقام سرف مین حضرت میمونہؓ کا جنازہ اٹھایا گیا، تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی ساتھ تھے،

بولے کہ "یہ میمونہؓ ہین، ان کا جنازہ اٹھاؤ تو مطلق حرکت و جنبش نہ دو"[2]

بعض صحابہؓ عزت و محبت کی وجہ سے ازواجِ مطہرات پر اپنی جائدادین وقف کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ازواجِ مطہرات کو ایک جائداد دی تھی، جو چالیس ہزار پر فروخت کی گئی، اور ایک باغ بھی وقف کیا تھا، جو چار لاکھ پر فروخت کیا گیا[3]

خلفاء ازواجِ مطہرات کے ادب و احترام کا اسقدر لحاظ رکھتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت مین ازواجِ مطہرات کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے تیار کرائے تھے، جب انکے پاس میوہ یا اور کوئی عمدہ چیز آتی تو ان پیالون مین کر کے تمام ازواجِ مطہرات کی خدمت مین بھیجتے تھے[4]

۲۳ھ مین جب حضرت عمرؓ نے حج کیا تو ازواجِ مطہرات کو بھی نہایت ادب و احترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو سواریون کیساتھ کر دیا تھا، یہ لوگ آگے پیچھے چلتے تھے، اور کسی کو سواریون کے قریب نہین آنے دیتے تھے، ازواجِ مطہرات منزل پر اترتی تھین، تو خود حضرت عمرؓ کے ساتھ قیام کرتی تھین، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کسی کو قیام گاہ کے متصل آنے کی اجازت نہین دیتے تھے،[5]

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب السجود عند الآیات [2] نسائی کتاب النکاح ذکر امر رسول اللہ صلعم فی النکاح وازواجہ وما اباح اللہ عزوجل لنبیہ [3] ترمذی کتاب المناقب مناقب حضرت عبدالرحمن بن عوف [4] موطا امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب جزیۃ اہل الکتاب والمجوس [5] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ،

فضائلِ اخلاق

مسکین نوازی

صحابۂ کرامؓ اس قدر مسکین نواز تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی مسکین کی شرکت کے بغیر کھانا نہین کھاتے تھے[1] ان کے سامنے جب دسترخوان چنا جاتا اور اتفاق سے کسی معزز شخص کا گذر ہو جاتا تو ان کے اہل وعیال اس کو شریک طعام کر لیتے لیکن وہ خود اس کو نہ بلاتے، البتہ جب کوئی مسکین سامنے سے گذرتا تو اس کو ضرور شریک طعام کرتے اور کہتے کہ "یہ لوگ اس کو بلاتے ہین جس کو کھانے کی خواہش نہین، اور اس کو چھوڑ دیتے ہین جس کو کھانے کی خواہش ہے"

ایک بار ان کو مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی، آپ کی بیوی صفیہ نے بڑے اہتمام سے لذیذ مچھلی تیار کی، ابھی دسترخوان چنا ہی گیا تھا کہ کانون مین ایک مسکین کی صدا آئی فرمایا اس کو دیدو، بیوی کو عذر ہوا لیکن وہ اسی پر اصرار کرتے رہے، بالآخر مسکین کو ایک دینار دیکر راضی کر لیا گیا،

ایک بار لوگون نے ان کی بیوی کو ملامت کی کہ تم اچھی طرح ان کی خدمت نہین کرتین، بولین کیا کرون، ان کے لیے جب کھانا تیار کیا جاتا ہے تو کسی مسکین کو ضرور شریک کر لیتے ہین"، چنانچہ اس کے انسداد کے لیے جو فقراء و مساکین ان کے راستے مین بیٹھتے تھے انھون نے ان سے کہلا بھیجا کہ اب انکے راستے مین نہ بیٹھو، وہ مسجد سے نماز پڑھ کے نکلے

[1] بخاری کتاب الاطعمہ باب المومن یاکل فی معی واحد،

تو ان لوگون کو گھر سے بلوا بھیجا، ان کی بی بی نے ان سے کہدیا تھا کہ بلانے پر بھی آنا چنانچہ وہ لوگ نہ آئے، تو اس رات کو کھانا نہین کھایا،[1]

حضرت حارثہ بن النعمانؓ اندھے ہو گئے تھے، اس لیے اپنے مصلی سے دروازے تک ایک دھاگا باندھ رکھا تھا، جب کوئی مسکین آتا تو ٹوکری سے کچھ کھجورین لے لیتے اور دھاگے کے سہارے سے دروازہ تک آکر اس کو دے دیدیتے، گھر کے لوگون نے کہا "ہم آپ کا یہ کام کر سکتے ہین"، بولے "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ مسکین کو دینا بری جگہہ پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے"[2]

ایک دن حضرت عائشہؓ روزے سے تھین، اور گھر مین ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا، اسی حالت مین ایک مسکین نے سوال کیا تو انھون نے لونڈی سے کہا کہ وہ روٹی اس کو دیدو، اس نے کہا "افطار کس چیز سے کیجیے گا"، بولین "دے تو دو"، شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا، لونڈی کو بلا کر کہا "لے کھا یہ تیری روٹی سے بہتر ہے"[3]

استغنا

صحابہ کرام اگرچہ مفلس اور نادار تھے لیکن کسی کے سامنے دست سوال نہین پھیلاتے تھے، ایک بار چند صحابہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور بیعت کی، شرائط بیعت مین ایک شرط یہ بھی تھی،

لا تسألوا الناس شیئا — لوگون سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا،

ان مین بعض لوگون نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ اگر راہ مین کوڑا بھی گر جاتا تھا تو کسی سے یہ نہین کہتے تھے کہ اٹھا کر دیدو،[4]

حضرت ابوبکر صدیقؓ اونٹنی پر سوار ہوتے تھے اور ہاتھ سے لگام گر جاتی تھی تو اونٹنی

---

۱ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ۲ اصابہ تذکرہ حضرت حارثہ بن النعمانؓ ۳ موطائے امام مالک کتاب الجامع باب الترغیب فی الصدقہ ۴ ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب کراہیۃ المسئلۃ

کو بٹھا کر خود اپنے ہاتھ سے اُس کو اُٹھاتے تھے، لوگ کہتے کہ آپ نے ہم سے کیوں نہین کہا ہم اُٹھا دیتے،" فرماتے "میرے حبیب رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو کہ کسی سے کچھ نہ مانگ"[1] ایک بار آپ نے فرمایا کہ "جو شخص یہ ضمانت کرے کہ کسی سے سوال نہ کرے گا مین اُسکے لئے جنت کی ضمانت کرتا ہون،" آپ کے مولیٰ ثوبان بولے "مین یہ ضمانت کرتا ہون" چنانچہ اس کے بعد وہ کسی سے کچھ نہین مانگتے تھے[2]

ایک بار حضرت حکیم بن حزام رضؓ نے آپ سے سوال کیا، آپ نے ان کا سوال پورا کیا، پھر مانگا، پھر دیا، پھر مانگا پھر عنایت فرمایا، لیکن اس کے ساتھ یہ نصیحت بھی فرمائی کہ "اے حکیم یہ مال نہایت شیرین اور خوش رنگ چیز ہی جو شخص اس کو فیاض دلی کے ساتھ لیتا ہی، اس کو برکت نصیب ہوتی ہے، اور جو شخص اس کو حرص و طمع کے ساتھ حاصل کرتا ہی اس کو برکت نصیب نہین ہوتی، اور وہ مثل اُس آدمی کے ہوتا ہے جو کھاتا تو ہی، لیکن اس کا پیٹ نہین بھرتا، اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہرحال بہتر ہی، حضرت حکیم بن حزامؓ نے اسی وقت عہد کرلیا کہ اب تا دمِ مرگ کسی سے کچھ نہ مانگون گا، اور اس عہد کو اس شدت کے ساتھ پورا کیا کہ حضرت ابوبکرؓ اُن کو عطیہ دینے کے لیئے طلب فرماتے تھے اور وہ انکار کردیتے تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت مین اُن کو عطیہ دینا چاہا، مگر انھون نے رد کردیا، بالآخر حضرت عمرؓ نے فرمایا، کہ "مسلمانو! گواہ رہنا مین حکیم کو ان کا حق دیتا ہون، اور وہ قبول نہین کرتے"[3]

حضرت مالک بن سنانؓ سوال کو اس قدر موجب ننگ و عار سمجھتے تھے کہ ایک بار تین دن تک بھوکے رہے لیکن کسی سے کچھ نہ مانگا، رسول اللہ صلعم کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۱ [2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب کراہیۃ المسئلہ [3] ترمذی ابواب الزہد و بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسئلہ،

جس شخص کو عفیف المسألۃ شخص کا دیکھنا منظور ہو وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے[1]

اصحابِ صفہ اگرچہ نادار ی کی وجہ سے دوسرون کے دست نگر تھے، تاہم الحاح ولجاجت کے ساتھ سوال کرنا ان کی شان سے بالکل بعید تھا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک مین ان کے اس مخصوص وصف امتیازی کو خاص طور پر سراہا ہے،

یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ	جو شخص انکی حالت سے ناواقف ہی، وہ ان کی
مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ	خودداری سے انکو دولتمند سمجھتا ہی، تم صرف
لَا يَسْئَلُونَ النَّاسَ اِلْحَافًا	انکے بشرے سے انکو پہچان سکتے ہو، وہ
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	کسی سے گڑگڑا کر کچھ نہین مانگتے،

لوگون کے سامنے غیرون سے مانگنا تو بڑی بات ہے، صحابۂ کرامؓ کی غیرت اس کو بھی گوارا نہین کرتی تھی کہ ان باپ سب کے سامنے سوال کیا جائے، حضرت فاطمہؓ گھر کے کام کاج سے تنگ آگئی تھین، رسول اللہ صلعم کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے، حاضر خدمت ہوئین کہ آپ سے ایک غلام مانگین، دیکھا کہ آپ سے کچھ لوگ باتین کر رہے ہین، شرم کے مارے واپس آئین[2]،

اگر کبھی سوال کا موقع بھی آتا تو صحابۂ کرامؓ شرم وحیا سے علانیہ سوال نہین کرتے تھے، بلکہ صرف حسنِ طلب سے کام لیتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ اصحابِ صفہ مین تھے، جنکا تمغۂ امتیاز صرف فقر وفاقہ تھا، ان کی حالت یہ تھی کہ بھوک کے مارے زمین پر پیٹ کے بل پڑے رہتے تھے، پیٹ پہ پتھر باندھ لیتے تھے، لیکن کسی سے علانیہ کچھ نہین مانگتے تھے، ایک روز شاہراہِ عام پر بیٹھ گئے، حضرت ابوبکرؓ کا گذر ہوا، تو ان سے ایک آیت پوچھی، وہ گذر گئے، اور کچھ توجہ نہ کی

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت مالک بن سنانؓ [2] ابوداؤد کتاب الادب باب فی التسبیح عند النوم

حضرت عمرؓ کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا، لیکن اس حسن طلب سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ کوئی صاحب متوجہ ہون، اور اپنے ساتھ لیجا کر کھانا کھلائین[1]،

ایثار

فیاضی ایک اخلاقی وصف ہی، لیکن ایثار فیاضی کی اعلیٰ ترین قسم ہی اور وہ صحابہ کرام مین اس قدر پائی جاتی تھی کہ رسول اللہ صلعم حضرت عمرؓ کو عطیہ دیتے تھے، لیکن وہ یہ کہکر انکار کردیتے تھے کہ "یہ اس کو دیجیے، جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو[2]"،

ایک بار ایک فاقہ زدہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوا، سوء اتفاق سے آپ کے گھر مین پانی کے سوا کچھ نہ تھا، اس لیے آپ نے فرمایا "آج کی شب کون اس مہمان کا حق ضیافت ادا کریگا،؟" ایک انصاری یعنی حضرت ابو طلحہ رضؓ نے کہا، "مین یا رسول اللہ" چنانچہ اس کو ساتھ لیکر گھر آئے، بی بی سے پوچھا کچھ ہے؟ بولین "صرف بچون کا کھانا ہی"، بولے بچون کو تو کسی طرح بہلاؤ، جب مین مہمان کو گھر لے آؤن تو چراغ بجھا دو، اور مین اس پر یہ ظاہر کرونگا کہ ہم بھی ساتھ کھا رہے ہین، چنانچہ اُنھون نے ایسا ہی کیا، صبح کو آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو فرمایا کہ "رات خدا تمھارے اس حسن سلوک سے بہت خوش ہوا، اور یہ آیت نازل فرمائی،

ویوثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ[3]،	وہ دوسرون کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہین گو وہ خود تنگدست ہون"

حضرت عائشہ رضؓ نے رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر رضؓ کے پہلو مین اپنی قبر کے لیے مخصوص جگہ کر رکھی تھی، لیکن جب حضرت عمر رضؓ نے اُن سے درخواست کی تو اُنھون نے یہ تحفۂ جنت ان کو دیدیا اور فرمایا :-

---

[1] ترمذی ابواب الزہد صفحہ ۴۰۰ [2] بخاری کتاب الزکوۃ باب من اعطاہ اللہ شیئا من غیر مسئلۃ ولا اشراف نفس وفی اموالہم حق للسائل والمحروم [3] مسلم کتاب الاشربہ باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ،

کنت اریدہ لنفسی ولاوثرن — میں نے خود اپنے لیے اس کو محفوظ رکھا تھا

بہ الیوم علی نفسی[1] — لیکن آج اپنے اوپر آپ کو ترجیح دیتی ہوں،

ایک غزوہ میں حضرت عکرمہؓ، حضرت حارث بن ہشامؓ، حضرت سہیل بن عمروؓ زخم کھا کر زمین پر گرے، اور اس حالت میں حضرت عکرمہؓ نے پانی مانگا، پانی آیا تو انھوں نے دیکھا کہ حضرت سہیلؓ پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں، بولے "پہلے اُن کو پلاؤ"، حضرت سہیلؓ کے پاس پانی آیا تو انھوں نے دیکھا کہ حضرت حارثؓ کی نگاہ بھی پانی کی طرف ہے، بولے "اُن کو پلاؤ"، بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کے مُنہ میں پانی کا ایک قطرہ نہ گیا، اور سب نے تشنہ کامی کی حالت میں جان دی،[2]

فیاضی اگرچہ صحابۂ کرام کے تمام اخلاقی محاسن نے اسلام کو تقویت دی، لیکن سب سے زیادہ اسلام کو صحابہ کی فیاضی سے رسوخ و ثبات حاصل ہوا، مدینہ رسول اللہ صلعم کے لیئے غربت کدہ تھا، لیکن انصار کی فیاضی نے آپ کو اپنی آنکھوں میں جگہ دی، مہاجرین کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا، اور بعض شرائط کے ساتھ اپنی نخلستان کی پیداوار میں اُن کو شریک کر لیا،[3]

حضرت سعد بن الربیعؓ نے جائداد کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو اپنی ایک بی بی بھی دینا چاہی لیکن اُنھوں نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا،[4]

رسول اللہ صلعم کی شان استغنا نے اگرچہ انصار سے خدا کے گھر کے لیے بھی زمین مانگی تو قیمت دینا چاہی، لیکن انصار کی فیاضی نے اس کا معاوضہ صرف خدا سے لینا چاہا، اور نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ کہا،

لا نطلب ثمنہ الا الی اللہ،[5] — ہم اس کی قیمت صرف خدا سے مانگتے ہیں،

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ۔ [2] استیعاب تذکرہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل،
[3] بخاری کتاب المزارعۃ باب اذا قال اکفنی مؤنۃ النخل وغیرہ،
[4] ایضاً کتاب المناقب باب کیف آخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ، [5] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی بناء المسجد۔

اسلام مین عمری ایک خاص قسم ہبہ ہے جسکے معنی یہ ہین کہ ایک شخص عمر بھر کے لیے کسی پر کوئی چیز ہبہ کردے، مدینہ مین مہاجرین آئے تو انصار نے ہر قسم کی اعانت و امداد کے ساتھ مہاجرین کو بہت سی جائداد بطور عمری کے دینی چاہی لیکن رسول اللہ صلعم نے منع فرمایا[1]

انصار مین حضرت سعد بن عبادہ فیاضی مین عام طور پر مشہور تھے، روزانہ ان کے قلعہ کے اوپر سے ایک آدمی پکارتا کہ جس کو گوشت اور چربی کی خواہش ہو وہ یہان آئے، رسول اللہ صلعم مدینہ مین آئے تو زیادہ تر وہی کھانا تیار کرواکے بھیجتے تھے، اصحاب صفہ کی معاش کا زیادہ تر دار ومدار ان ہی کی فیاضی پر تھا، چنانچہ جب شام ہوتی تو اور صحابہ ان مین سے ایک یا دو کو لیجاتے لیکن وہ اسی اسی آدمیون کو لیجا کر کھانا کھلاتے[2]

حضرت جعفر بن ابی طالب بھی اصحاب صفہ کے ساتھ لطف ومدارات سے کے ساتھ پیش آتے تھے، کیونکہ وہ مسکینون کے ساتھ محبت رکھتے تھے، اُن کے ساتھ بیٹھتے اُٹھتے تھے اور اُن سے باتین کرتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ بھی مساکین صفہ مین داخل تھے، اس لیے اُنکو ان کی فیاضی کا خاص تجربہ تھا، وہ فرماتے ہین کہ مین صحابہ سے قرآن مجید کی وہ آیتین پوچھا کرتا تھا جو مجھے اُن سے زیادہ معلوم تھین، اور اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ کوئی کھانا کھلا دے، چنانچہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب سے پوچھنے کا اتفاق ہوتا تو وہ پہلے گھر لیجا کر کھانا کھلاتے تھے، اور پھر جواب دیتے تھے، بخاری کی روایت مین ہے کہ ہم لوگون کو گھر مین لیجا کر سب کچھ کھلا دیتے یہان تک کہ گھی کا خالی کپہ پھاڑ ڈالتے اور ہم لوگ اس کو چاٹ لیتے تھے،[3]

مہاجرین مین حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے ساتھ ہجرت کی تو اپنا کل مال جس کی مقدار پانچ یا چھ ہزار تھی نیک کامون مین صرف کرنے کے لیے ساتھ لیتے گئے، ان کے والد ابوقحافہ

---

[1] مسلم کتاب الفرائض باب العمری [2] اصابہ تذکرہ حضرت سعد بن عبادہؓ [3] بخاری و ترمذی کتاب المناقب جعفر بن ابی طالب

گھر مین آئے تو کہا "تم لوگون کو وہ مصیبت مین مبتلا کر کے چلا گیا، حضرت اسماءؓ نے ان کی تسکین کے لیے بہت سی کنکریان جمع کر کے طاق مین رکھین اور ان کو ایک کپڑے سے ڈھانک کر کہا کہ ہاتھ سے ٹٹول لیجیے (وہ اندھے تھے) سب کچھ چھوڑ گئے ہین [۱]،

مہاجرین مین حضرت عثمانؓ جس طرح بہت بڑے دولتمند تھے، بہت بڑے فیاض بھی تھے، عہد نبوت مین جب مسلمانون کی تعداد مین اضافہ ہوا تو آپ نے مسجد کو وسیع کرنا چاہا، مسجد کے متصل ایک قطعۂ زمین تھا، جس کی نسبت آپ نے فرمایا کون اس کو خرید کر خدا کے حوالہ کرتا ہے؟ حضرت عثمانؓ نے اسکو بیس ہزار درہم پر خرید کر مسجد پر وقف کر دیا، مسلمانون کو پانی کی تکلیف تھی، بیر رومہ کو خرید کر وقف عام فرما دیا، غزوۂ تبوک مین ایک متمدن سلطنت کا مقابلہ تھا، اور صحابۂ کرام کے پاس سامان جہاد بہت کم تھا، انھون نے تنہا نہایت فیاضی کے ساتھ تمام سامان مہیا کیا [۲]،

غزوۂ تبوک کے زمانہ مین آپ کی خدمت مین ہرقل کا قاصد آیا، چونکہ آپ عموماً قاصدون سے لطف و مراعات کے ساتھ پیش آتے تھے، اس لیے آپ نے معذرت کی کہ "ہم لوگ اس وقت سفر مین ہین، اگر ممکن ہوا تو ہم تمھین صلہ دین گے، حضرت عثمانؓ نے سنا تو پکارے کہ" مین صلہ دون گا،، چنانچہ اپنے توشہ دان سے ایک حلۂ صفوریہ نکال کر اس کو دیا، پھر آپ نے فرمایا کہ "کون اس کو اپنا مہمان بنائے گا"؟ ایک انصاری نے کہا مین اس کے لئے حاضر ہون [۳]،،

تقویت اسلام کے علاوہ ذاتی طور پر بھی صحابۂ کرام کی فیاضیون کا دریا عموماً بہتا رہتا تھا، حضرت مقدامؓ ایک صحابی تھے، وہ چند رفقاء کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ کے دربار مین حاضر ہوئے اور

---

[۱] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۳۵۰، [۲] نسائی کتاب الجہاد فضل من جہز غازیا [۳] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۴۴۲،

اُنھون نے صرف ان کو مالی عطیہ دیا، لیکن اُنھون نے اپنے تمام رفقاء پر برابر برابر تقسیم کردیا، حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ مقدام ایک فیاض شخص ہین۔[1]

حضرت قیس بن سعدؓ نہایت فیاض اور بہادر صحابی تھے، غزوات مین انصار کا علم ان ہی کے ہاتھ مین رہتا تھا، اور وہ اس عزت کو اپنی فیاضی سے قائم رکھتے تھے، ایک غزوہ مین وہ قرض لیکر فوج کو کھانا کھلاتے تھے، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی اس فوج مین شریک تھے، دونون بزرگون نے مشورہ کیا کہ اگر ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا گیا تو اپنے باپ کا تمام سرمایہ برباد کردین گے، اس لیے اُن کو روکنا چاہا، حضرت سعدؓ کو معلوم ہوا تو رسول اللہ صلعم کے پیچھے کھڑے ہوکر کہا کہ "مجھ کو ابن قحافہ اور ابن خطاب سے کون بچائے گا، میرے بیٹے کو یہ بخیل بنانا چاہتے ہین۔"[2] ان کی فیاضی یہین تک محدود نہ تھی، بلکہ ان کے پاس ایک پیالہ تھا، وہ جہان جاتے تھے، اس مین ایک آدمی گوشت اور مالیدہ بھر کے لے چلتا تھا، اور پکارتا جاتا تھا کہ ھلموا الی اللحم والثرید یعنی آؤ اور گوشت اور مالیدہ کھاؤ، ایک بار ایک بڑھیا نے ان سے کہا کہ "میرے گھر مین چوہے نہین رہتے"، بولے کیا خوب کنایہ ہے، اس کا گھر روٹی، گوشت، گھی اور کھجور سے بھر دو۔"[3]

حضرت عدیؓ حاتم طائی کے بیٹے تھے، ایک بار اُن سے ایک شخص نے سو درہم مانگے تو بولے "حاتم کے بیٹے سے صرف سو درہم مانگتا ہے، خدا کی قسم نہ دون گا۔"[4]

حضرت عائشہؓ اس قدر فیاض تھین کہ جو کچھ ہاتھ مین آجاتا، اس کو صدقہ کردیتی تھین، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کو روکنا چاہا، تو اس قدر برہم ہوئین کہ ان سے بات چیت کرنیکی قسم کھالی، حضرت اسماءؓ[5] بھی اسی درجہ کی فیاض تھین، لیکن دونون بہنون کے طرز عمل مین

---

[1] ابوداؤد کتاب اللباس باب فی جلود النمور [2] اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۲۱۵، تذکرہ حضرت قیس بن سعدؓ، [3] حسن المحاضرۃ جلد اول ص ۹۵ [4] مسلم کتاب الایمان باب نذر من حلف یمینا فرای غیرہا خیرا منہا ان یاتی الذی ہو خیر ویکفر عن یمینہ [5] بخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش،

اختلاف تھا، حضرت عائشہؓ کا معمول یہ تھا کہ جمع کرتی جاتی تھین، جب معتد بہ سرمایہ جمع ہوجاتا تھا، تو اُس کو تقسیم کردیتی تھین، لیکن حضرت اسماءؓ کل کے لیے کچھ نہ رکھ چھوڑتی تھین، جو کچھ ملتا تھا روز کا روز صرف کردیا کرتی تھین[۱]،

ایک بار حضرت منکدرؒ بن عبداللہ حضرت عائشہؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے، بولین کہ "تمھارے کوئی لڑکا ہے؟" انھون نے کہا "نہین" فرمایا، "اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو مین تم کو دیدیتی" حسن اتفاق سے شام ہی کو حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے پاس روپیے بھیجے، بولین "کس قدر جلد میری آزمایش ہوئی" فوراً اُن کے پاس دس ہزار درہم بھجوا دیئے، اُنھون نے اس رقم سے ایک لونڈی خریدلی اور اُس سے ان کے متعدد بچے پیدا ہوئے[۲]،

حضرت سعیدؓ بن عاص کی فیاضی کا یہ حال تھا کہ اگر اُن سے کوئی سائل سوال کرتا اور اُن کے پاس کچھ نہ ہوتا تو اس کو دستاویز لکھ دیتے کہ جب ہوگا تو دیا جائے گا، ہر جمعہ کو اپنے بھائی بند کو جمع کرتے، ان کو کھانا کھلاتے، خلعت پہناتے، اور اُن کے گھرون پر صلے بھیجتے، ہر جمعرات کو کوفہ (وہ کوفہ کے گورنر تھے) کی مسجد مین غلام کے ہاتھ اشرفیون کے توڑے بھیجتے کہ نمازیون کے آگے رکھ آئے، اس بنا پر اس دن مسجد مین نمازیون کا اژدحام ہوجاتا، مرتے وقت ان پر اسی ہزار اشرفیون کا قرض تھا، بیٹے نے پوچھا "یہ قرض کیونکر ہوا" بولے "کسی شریف کی حاجت روائی کی، کسی حیادار آدمی کو اس کے سوال کرنے سے پہلے دیدیا، اسی مین یہ قرض ہوا[۳]"

حضرت عبداللہؓ بن عمر کی فیاضی کا یہ حال تھا کہ ایک بار ان کے پاس بیس ہزار درہم سے زیادہ آئے، انھون نے اسی مجلس مین بیٹھے بیٹھے لوگون کو دیدیا، یہان تک کہ

---

[۱] ادب المفرد باب السخاوۃ [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ منکدر بن عبداللہ [۳] اسدالغابہ تذکرہ حضرت سعید بن العاص

جب کل خرچ ہوچکا تو ایک شخص کو ان ہی سے قرض لیکر دیدیا، وہ اکثر روزے سے رہتے تھے لیکن جب کوئی مہمان آجاتا تھا، تو وہ روزہ توڑ دیتے تھے کہ فیاضی کی وجہ سے کھانا کھلانا ان کو بہت پسند تھا، ان کے دسترخوان پر اس کثرت سے لوگ جمع ہوجاتے تھے کہ بعض لوگوں کو کھڑے کھڑے کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تھا، ایک بار ان کی خواہش سے مچھلی پکائی گئی۔ سامنے آئی تو ایک سائل آیا، انھوں نے اسکو اٹھاکر دیدیا، ایک بار بیمار پڑے، لوگوں نے اُن کے لیے ایک درہم پر پانچ انگور خریدے سامنے سے سائل گذرا، انھوں نے اس کو دینا چاہا، لوگوں نے کہا کہ "ہم اس کو دیدیں گے،" لیکن نہ مانے بالآخر لوگوں نے اُس کو دے کر بعد کو اس سے پھر خرید لیا[۱]،

کفِ لسان | حدیث شریف میں آیا ہے،

من وقاہ اللہ شر اثنین ولج الجنۃ	جس شخص کو خدا نے دو چیزوں کی برائی
مابین لحییہ ومابین	سے محفوظ رکھا تو وہ جنت میں داخل ہوا یعنی
رجلیہ (موطاے امام مالک)	زبان اور شرم گاہ،

اس لیے صحابۂ کرام غیبت، بدگوئی، نکتہ چینی، فحاشی، سب و شتم اور لایعنی باتوں سے نہایت احتراز کرتے تھے،

حضرت حارث بن ہشام نہایت کم سخن تھے، ایک بار انھوں نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ "کوئی ایسا عمل بتائیے جس کا میں التزام کرلوں،" آپ نے زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "اس کو قابو میں رکھو" وہ پہلے ہی سے کم سخن تھے، انھوں نے کہا کہ "یہ تو نہایت آسان کام ہے،" لیکن ان کا بیان ہے کہ "جب میں نے اس پر عمل کرنا چاہا تو وہ نہایت

---

[۱] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ،

دشوار معلوم ہوا۔"

ایک بار حضرت عبد الرحمن بن حارث رضؓ نے حضرت عایشہ رضؓ وحضرت ام سلمہؓ کی سند سے مروان کے سامنے ایک حدیث بیان کی، اس سے پہلے حضرت ابو ہریرہ رضؓ اس کے مخالف روایت... کر چکے تھے، مروان نے اس کو قسم دلائی کہ رد و قدح کے ذریعہ سے ابو ہریرہؓ کو جاکر دق کرو، لیکن انھون نے اس کو پسند نہین کیا،

ایک روز اتفاق سے حضرت ابو ہریرہ رضؓ مل گئے، انھون نے نہایت نرمی سے کہا، "مین تم سے ایک بات کہتا ہون اور اگر مروان نے قسم نہ دلائی ہوتی تو نہ کہتا" اس کے بعد حضرت عایشہ رضؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی روایت بیان کی،[۲]

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت جابر بن سلیمؓ کو چند نصیحتین کین، جن مین ایک یہ تھی کہ کسی کو برا بھلا نہ کہو، وہ فرماتے ہین کہ "اس کے بعد مین نے انسان تو انسان اونٹ اور بکری کی نسبت بھی نا ملائم الفاظ استعمال نہین کیے[۳]"،

ایک بار حضرت شداد بن اوسؓ سفر مین تھے، منزل پر اترے تو غلام سے کہا کہ چھری لاؤ اس سے کھیلین" چونکہ یہ فعل عبث تھا، لوگون نے اس پر نکتہ چینی کی، بولے کہ "جب سے مین اسلام لایا بجز اس کلمہ کے جو بات کہتا تھا اس کو لگام اور مہار دونون لگا لیتا تھا سو تم لوگ میری اس بات کو نہ یاد کرو[۴]"،

اگر صحابۂ کرام کی زبان سے کوئی سخت لفظ نکل جاتا تھا تو اس پر ان کو سخت ندامت ہوتی تھی، ایک بار حضرت ابو بکرؓ نے حضرت ربیعہ اسلمیؓ کو ایک سخت کلمہ کہدیا جس پر ان کو سخت ندامت ہوئی، اور حضرت ربیعہ رضؓ سے کہا کہ "تم بھی مجھ کو ایسا ہی کلمہ کہو تاکہ بدلہ ہو جائے" انھون نے

۱؎ استیعاب تذکرۂ حضرت حارث بن ہشام بن مغیرہ ۲؎ بخاری کتاب الصوم باب الصائم اصبح جنبا ۳؎ استیعاب تذکرہ حضرت جابر بن سلیمؓ ۴؎ مسند ابن حنبل ج ۴ ص ۱۲۳

کہا "مین ایسا نہین کر سکتا"، بولے "تو پھر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین شکایت کرون گا"، انھون نے اب بھی انکار کیا، معاملہ آپ تک پہنچا تو آپ نے حضرت ربیعہؓ سے کہا کہ "تم نے بہت اچھا کیا، لیکن ابو بکرؓ کے لیے استغفار کرو" انھون نے ان کے لیے دعاے مغفرت مانگی تو وہ روتے ہوے واپس آئے،[1]

ایک بار حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ مین سخت کلامی ہوگئی، بعد کو حضرت ابو بکرؓ کو ندامت ہوئی اور حضرت عمرؓ سے معافی مانگی، انھون نے معافی سے انکار کیا تو گھبرائے ہوے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے تین بار فرمایا "خدا تمھاری مغفرت کرے" اب حضرت عمرؓ کو بھی پشیمانی ہوئی، دوڑے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کے گھر آئے، ان سے ملاقات نہ ہوئی، تو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، دیکھا کہ آپکا چہرہ متغیر ہے، اس حالت کو دیکھ کر خود حضرت ابو بکرؓ کے دل مین خوف پیدا ہوا کہ مبادا حضرت عمرؓ کے خلاف کوئی ناگوار بات نہ پیش آجائے، اس لیے دو زانو ہو کر کہا "یا رسول اللہ مین نے بڑا ظلم کیا"[2]

حضرت ابو بکرؓ کو اپنی زبان پر قابو نہ تھا، اس لیے وہ ہمیشہ اس پر نادم رہتے تھے، اور اس کی اصلاح کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ وہ اپنی زبان کھینچ رہے ہے بولے "خدا آپ کی مغفرت کرے اس فعل سے باز آئیے"، بولے "اسی نے تو مجھ کو تباہ کیا ہے"[3]

عیب پوشی

ایک شخص ایک گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، ہم لوگ اُس کو افسانۂ بزم و انجمن بنا لیتے ہین، لیکن صحابۂ کرام لوگون کی برائیون کو چھپاتے تھے اور نیکیون کو نمایان کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اُن کے عہد مین دنیا کے سیاہ چہرے پر عیب پوشی کی نورانی چادر پڑی ہوئی تھی، ایک دن حضرت عقبہ بن عامرؓ سے اُن کے میرمنشی نے کہا کہ "میرے پڑوسی شراب پیتے ہین"

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۵۸، ۵۹، [2] بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکرؓ [3] موطاے امام مالک کتاب الجامع باب ما جاء فیما یخاف من اللسان،

مین نے ان کو منع کیا، باز نہ آئے، اب مین پولیس کو بلاتا ہون" انھون نے کہا جانے دو، اس نے دوسری بار پھر یہی گذارش کی، بولے "جانے بھی دو مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے:۔

من رای عورۃ فسترھا	جس نے عیوب پر پردہ ڈالا وہ اس شخص کے
کان کمن احیی مؤدۃ[۱]	مثل ہے جس نے زندہ درگور لڑکی کو جلا لیا

حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور زنا کا اقرار کیا، بولے "اور کسی سے کہا ہے؟" کہا "نہین" فرمایا "خدا کی بارگاہ مین توبہ کرو، اور اس پر خدا کا پردہ ڈال دو کیونکہ خدا بندون کی توبہ قبول کرتا ہے" لیکن اس کو تسکین نہ ہوئی، اور حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوا، انھون نے بھی یہی جواب[۲] دیا،

حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے کہ اگر مین چور پکڑتا تو میری سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی کہ خدا اُس کے جرم پر پردہ ڈال دے[۳]"

انتقام لینا اگر دشمن کسی مصیبت مین مبتلا ہو جائے تو ہمارے لیے انتقام لینے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہین مل سکتا، لیکن صحابہ کرام کے دل مین خدا اور رسول کی محبت نے بغض و انتقام کی جگہ کب چھوڑی تھی؟

حضرت عائشہؓ اور حضرت زینبؓ مین باہم نوک جھونک رہتی تھی، لیکن جب حضرت عائشہؓ پر اتہام لگایا گیا، اور رسول اللہ صلعم نے حضرت زینبؓ سے ان کی اخلاقی حالت دریافت فرمائی تو بجائے اس کے کہ وہ انتقام لیتین، بولین کہ مین اپنے کان اور آنکھ کی پوری حفاظت کرتی ہون مجھے ان کی بھلائی کے سوا کچھ معلوم نہین ہے" حضرت عائشہؓ کو خود اعتراف ہے کہ:

[۱] ابوداؤد کتاب الادب باب الستر علی المسلم [۲] موطاء امام محمد ابواب الحدود فی الزنا باب الاقرار بالزنا [۳] طبقات ابن سعد تذکرہ ابن صدیقؓ

وھی التی تصامینی فعصمہا اللہ بالورع، | وہ اگرچہ میری حریف مقابل تھیں، لیکن خدانے تورع کی وجہ سے اُن کو بچا لیا،

انتقام تو بڑی چیز ہے صحابۂ کرام اپنے دشمنوں سے بغض رکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے، حضرت معاویہ بن خدیج نے حضرت عائشہؓ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو قتل کردیا تھا، ایک بار وہ کسی فوج کے سپہ سالار تھے، حضرت عائشہؓ نے ایک شخص سے پوچھا کہ اس غزوہ میں معاویہ کا سلوک کیسا رہا؟ اُس نے کہا "اُن میں کوئی عیب نہ تھا، سب لوگ اُن کے مدّاح رہے، اگر کوئی اونٹ ضائع ہوجاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا اونٹ دیدیتے تھے، اگر کوئی گھوڑا مرجاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا گھوڑا دیدیتے تھے، اگر کوئی غلام بھاگ جاتا تھا، تو وہ اسکی جگہ دوسرا غلام دیتے تھے" حضرت عائشہؓ نے یہ سن کر کہا "استغفر اللہ! اگر میں ان سے اس بناپر دشمنی رکھوں کہ انھوں نے میرے بھائی کو قتل کیا، میں نے خود رسول اللہ صلعم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ہے کہ خداوندا! جو شخص میری اُمت کے ساتھ نرمی کرے تو بھی اس کے ساتھ نرمی کر اور جو اُن پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کر"۔[۲]

حلم | فیض تربیت نبویؐ نے صحابۂ کرامؓ کو نہایت نرم خو، حلیم، اور بردبار بنادیا تھا، ایکبار ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ کو بُرا بھلا کہا، وہ خاموش رہے، اس نے دوسری بار پھر کلمات ناشایستہ کہے، وہ چپ رہے، تیسری بار پھر ان کا اعادہ کیا تب اس کا جواب دیا لیکن رسول اللہ صلعم نے اس کو بھی ناپسند کیا۔[۳]

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے، لیکن حلم و بردباری کا یہ حال تھا کہ ایکبار راستے میں جارہے تھے، ایک شخص بانس کا بوجھ لیے جارہا تھا، اُس سے اُن کا بدن چھل گیا

---

[۱] بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضہن بعضا [۲] اسد الغابہ تذکرہ حضرت معاویہ بن خدیج [۳] ابوداؤد کتاب الادب باب فی الانتصار

اس کے پاس پھر گئے آئے، اور اس کا شانہ ہلا کر کہا کہ "جب تک نوجوانون کی حکومت کا زمانہ نہ دیکھ لو، تمھین موت نہ آئے[۱]" وہ عبا اور جانگھیا پہن کر نکلتے، تو لوگ ان کو دیکھ کر کہتے "کرگ آمد کرگ آمد" وہ پوچھتے کہ یہ کیا کہتے ہین؟ لوگ کہتے کہ "آپ کو ایک کھلونے سے تشبیہ دیتے ہین" لیکن وہ یہ سُن کر صرف اس قدر کہتے کہ ان کا کوئی جرم نہین نیکی آج کے دن کے بعد ہے"

اسی قسم کی وضع کی وجہ سے راستہ مین بچے ان کو گھیر لیتے تو بعض لوگ کہتے، کہ امیر کے پاس سے ہٹ نہین جاتے؛ فرماتے "ان کو جانے دو، بُرائی بھلائی آج کے بعد ہے"

ایک بار وہ کسی فوج کے سپہ سالار تھے، چند نوجوان سپاہیون کے سامنے سے گذرے تو وہ سب اُن کو دیکھ کر ہنس پڑے، اور تمسخر آمیز لہجے مین کہا کہ "یہی تمھارے سپہ سالار ہین" ایک شخص نے کہا کہ دیکھیے تو یہ لوگ کیا کہتے ہین؟ بولے، جانے بھی دو[۲]،

| مہمان نوازی |

مہمان نوازی اہل عرب کے محاسن اخلاق کا نہایت نمایان جزو تھی، اور اسلام نے اسکو اور بھی نمایان کر دیا تھا، اس لیے صحابۂ کرام کی زندگی مین مہمان نوازی کی بکثرت مثالین ملتی ہین، رسول اللہ صلعم کی خدمت مین ایک بار وفد بنو منتفق حاضر ہوا، سو اتفاق سے آپ گھر مین موجود نہ تھے، لیکن حضرت عائشہ رضی نے فوراً خزیرہ (عرب کا ایک کھانا تھا) تیار کرنیکا حکم دیا، اور مہمانون کے سامنے ایک طبق مین کھجورین رکھوا دین، آپ تشریف لائے تو حسب معمول سب سے پہلے دریافت فرمایا کہ کچھ ضیافت کا سامان ہوا یا نہین؟ ان لوگون نے کہا "یہ تو ہو چکا[۳]"

ایک بار ایک شخص حضرت ابوذر رضی کی خدمت مین حاضر ہوا، اُنھون نے باصرار کھانا منگوایا، اور کہا کہ "کھاؤ مین روزے سے ہون[۴]"

---

۱ یعنی وہ میری طرح اس کے متحمل نہ ہون گے، ۲ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسی رضی ۳ ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الاستنثار، ۴ ادب المفرد باب من قدم الی ضیفہ طعاماً فقام یصلی،

ایک بار حضرت ابو الدرداءؓ کی خدمت مین ایک شخص آیا، انھون نے کہا کہ اگر آپ قیام کرین تو ہم آپ کے ناقہ کو چرنے کے لیے چھوڑ دین اور اگر جانا چاہین تو اس کو چارہ کھلا دین" وہ بولا کہ "مین جانا چاہتا ہون" فرمایا "تو مین تم کو ایک زاد راہ دیتا ہون اگر اس سے بہتر کوئی زادِ راہ ہوتا تو مین اس کو تمھارے ساتھ کر دیتا" یہ کہہ کر ایک حدیث بیان کی[۱]

آپ کی خدمت مین وفد عبد القیس حاضر ہوا تو آپ نے انصار کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "اپنے بھائیون کی خاطر مدارات کرو، کیونکہ شکل مین صورت مین، وضع مین اور اسلام مین وہ تم سے بہت مشابہ ہین، اور بلا جبر و اکراہ اسلام لائے ہین" انصار نے ان کو ہاتھون ہاتھ لے لیا، صبح کے وقت وہ لوگ حاضر ہوے تو آپ نے فرمایا "تمھارے بھائیون نے تمھاری خاطر مدارات کیسی کی؟ بولے "بڑے اچھے لوگ ہین، ہمارے لیے نرم بچھونے بچھائے عمدہ کھانے کھلائے اور رات بھر کتاب و سنت کی تعلیم دیتے رہے" آپ نہایت خوش ہوے اور ہر ایک نے جو کچھ پڑھا تھا، اس کو سنایا،[۲] ایک شخص مدینہ مین حضرت ابوہریرہؓ کے مہمان ہوے اور انھون نے جس طریقہ سے ان کی مہمانداری کی وہ اس کا ذکر ان الفاظ مین کرتے ہین،

فلم ار رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ	مین نے صحابہ مین سے کسی کو ان سے زیادہ
علیہ وسلم اشد تشمیرا ولا	مستعدانہ طریقہ پر مہمانی کرنے والا اور مہمان
اقوم علی ضعیف منہ[۳]،	کی خبر رکھنے والا نہین پایا،

حضرت ام شریکؓ نہایت دولتمند اور نہایت فیاض صحابیہ تھین، انھون نے اپنے مکان کو مہمان خانہ بنا دیا تھا، رسول اللہ صلعم کی خدمت مین باہر سے جو مہمان آتے تھے وہ اکثر ان ہی کے مکان پر ٹھہرتے تھے[۴]،

[۱] مسند ابن حنبل ج ۳ ص ۲۲۲،
[۲] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۴۳۲، [۳] ابو داؤد کتاب النکاح باب مایکرہ من ذکر الرجل مایکون من اصابۃ اہلہ [۴] نسائی کتاب النکاح باب الخطبۃ فی النکاح،

تحفظ عزت | حضرت محمد بن سلمہؓ جب کعب بن اشرف کے قتل کو گئے اور اس سے قرض لینے کا بہانہ کیا تو اس نے اپنی دنا رت طلبی سے ان کی آل و اولاد کو گرو کروانا چاہا، لیکن وہ بولے "سبحان اللہ لوگ ہماری اولاد کو طعنہ دین گے کہ دو وسق غلہ پر گرو تھے"[۱]

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ جس روز شہید ہوئے، اس روز اپنی والدہ حضرت اسماءؓ کے پاس تشریف لے گئے، انھون نے ان کو دیکھا تو بولین "بیٹا قتل کے خوف سے ہرگز کوئی ایسی شرط نہ قبول کر لینا جسمین تم کو ذلت برداشت کرنا پڑے، خدا کی قسم عزت کے ساتھ تلوار کھا کر مرجانا اس سے بہتر ہے کہ ذلت کے ساتھ کوڑے کی مار برداشت کرلی جائے"[۲] شاعرون کی حوصلہ افزائی اگرچہ صحابۂ کرام کے تقدس کے خلاف تھی، تاہم تحفظ عزت کے لیے وہ اس فرقہ کو بھی محروم نہین کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرانؓ بن حصین کی خدمت مین ایک شاعر آیا، جس کو انھون نے صلہ دیا، لوگون نے کہا "آپ شاعر کو انعام دیتے ہین" بولے "اپنی عزت کو قائم رکھتا ہون"[۳]

صبر و ثبات | مردون پر نوحہ و بکا کرنا، بال نوچنا، کپڑے پھاڑ ڈالنا، مدتون مرثیہ خوانی کرنا، عرب کا قومی شعار تھا، لیکن فیض تربیت نبوی نے صحابۂ کرام کو صبر و ثبات کا اس قدر خوگر بنا دیا تھا کہ حضرت ابو طلحہؓ انصاری کا لڑکا بیمار ہوا، اور وہ صبح کے وقت اس کو بیمار چھوڑ کر باہر چلے گئے، اور ان کی عدم موجودگی مین لڑکا جان بحق تسلیم ہو گیا، اُن کی بی بی نے لوگون سے کہدیا تھا کہ ابو طلحہ سے نہ کہنا، وہ شام کو پلٹے تو بی بی سے پوچھا کہ بچہ کیسا ہے؟ بولین "پہلے سے زیادہ سکون کی حالت مین ہے"، یہ کہہ کر سامنے کھانا لائین، اور انھون نے کھانا کھایا، اس کے بعد معمول سے زیادہ بن ٹھن کے سامنے آئین، اور ان کے ساتھ ہمبستر ہوئین، صبح ہوئی تو استعارۃً کہا

---

[۱] ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی العدو یؤتی علی غرۃ و یتشبہ بہم [۲] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ
[۳] ادب المفرد باب اعطاء الشاعر اذا خاف شرہ،

کہ "اگر ایک قوم کسی کو کوئی چیز عاریۃً دے اور پھر اس کا مطالبہ کرے تو کیا اس کو اس کے روک رکھنے کا حق حاصل ہے؟" بولے "نہیں"، بولیں "تو پھر اپنے بیٹے کو صبر کرو"[1]

رسول اللہ صلعم غزوۂ اُحد سے واپس ہوئے تو تمام صحابیات اپنے اپنے اعزہ و اقارب کا حال پوچھنے آئیں، انہی میں حضرت حمنہ بنت جحش بھی تھیں، وہ آئیں تو آپ نے فرمایا کہ "حمنہ اپنے بھائی عبداللہ بن جحش کو صبر کرو" انھوں نے اناللہ پڑھا اور ان کیلیے دعائے مغفرت کی پھر فرمایا کہ "اپنے ماموں حمزہ بن عبدالمطلب کو بھی صبر کرو" انھوں نے اس پر بھی انا للہ پڑھا اور دعائے مغفرت کر کے خاموش ہو رہیں[2]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے واقد نے انتقال کیا تو انھوں نے تجہیز و تکفین کے بعد بدوون کو بلایا اور ان میں دوڑ کروائی، اس پر حضرت نافعؓ نے کہا کہ "ابھی آپ واقد کو دفن کر کے آئے ہیں اور ابھی بدوؤں میں دوڑ کروا رہے ہیں" فرمایا "اے نافع جب مشیت ایزدی اپنا کام کر چکی تو اس کے نتائج کو کسی نہ کسی طرح بھلا ہی دینا چاہیے"[3]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب حجاج سے معرکہ آرا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماءؓ بیمار تھیں، وہ ان کے پاس آئے اور مزاج پرسی کے بعد بولے کہ "مرنے میں آرام ہے"، بولیں شاید تم کو میرے مرنے کی آرزو ہے لیکن جب تک دو باتوں میں سے ایک نہ ہو جائے میں مرنا پسند نہ کروں گی، یا تم شہید ہو جاؤ اور میں تم کو صبر کر لوں یا فتح و ظفر حاصل کرو کہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں" چنانچہ جب وہ شہید ہو چکے تو حجاج نے ان کو سولی پر لٹکا دیا، حضرت اسماءؓ باوجود پیرانہ سالی کے عبرت کا یہ منظر دیکھنے آئیں، اور بجائے اس کے کہ روتی پیٹتیں، حجاج کی طرف مخاطب ہو کر

---

[1] مسلم کتاب الآداب باب استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ وحملہ الی صالح یحنکہ وجواز تسمیتہ یوم ولادتہ واستحباب التسمیۃ بعبداللہ وابراہیم وسائر اسماء الانبیاء علیہم السلام وکتاب الفضائل باب من فضائل ابی طلحۃ الانصاریؓ، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت حمنہؓ بنت جحش [3] طبقات ابن سعد تذکرہ واقدؓ بن عبداللہ،

کہا "کیا اس سوار کے لیئے ابھی تک وقت نہین آیا کہ اپنے گھوڑے سے نیچے اُتر آئے"[۱]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک سفر مین تھے، اسی حالت مین اپنے بھائی حضرت قثم بن عباسؓ کے انتقال کی خبر سُنی، پہلے انا للہ پڑھا، پھر راستے سے ہٹ کر دو رکعت نماز ادا کی، نماز سے فارغ ہو کر اونٹ پر سوار ہوے اور یہ آیت پڑھی،

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ	مصیبت مین، صبر اور نماز کا سہارا پکڑو، نماز بجز
وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین،[۲]	خشوع وخضوع کرنے والون کے سب پر گران ہو

اسی صبر وثبات کا یہ نتیجہ تھا کہ جب کفار نے حضرت خبیبؓ کو شہید کرنا چاہا تو انھون نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ اگر تم کو یہ خیال نہ ہوتا کہ مین مرنے سے ڈرتا ہون تو ان رکعات کو اور طویل کرتا" اس کے بعد یہ اشعار پڑھے،

ولست ابالی حین اقتل مسلماً	علی ای شق کان للہ مصرعی
جب مین مسلمان ہو کر مرتا ہون،	تو اس کی کیا پروا کہ میرا دھڑ کس بل گرے گا
وذلک فی ذات الالٰہ وان یشاء	یبارک علیٰ اوصال شلو ممزع
یہ مرنا تو خدا کے لیے ہے، اگر وہ چاہے	تو ان کٹے ہوئے جوڑون پر برکت نازل کرسکتا ہو

جرأت وشجاعت

جرأت وشجاعت کا اظہار کبھی عقائد کے اظہار مین ہوتا ہی کبھی میدان جنگ مین، اور کبھی ظالم بادشاہون کے سامنے، صحابہ کرام مین یہ اخلاقی جوہر موجود تھا، اس لیے اس کا ظہور ان تمام موقعون پر ہوتا تھا،

حضرت ابو ذر غفاریؓ نہایت قدیم الاسلام صحابی ہین، وہ مکہ مین آکر ایمان لائے تو رسول اللہ صلعم نے ان کو ہدایت کی کہ اس وقت اپنے وطن کو واپس جاؤ اور اپنی قوم کو میری بعثت کی

[۱] استیعاب تذکرہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ [۲] اسد الغابہ تذکرہ حضرت قثم بن عباسؓ [۳] بخاری کتاب الجہاد باب قتل الاسیر

خبر کرو، لیکن انھون نے نہایت پُرجوش لہجے مین کہا کہ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے مین کفار مکہ کے سامنے ہی کلمۂ توحید کا اعلان کرون گا" حالت یہ تھی کہ وہ غریب الوطن تھے مکہ مین کوئی اُن کا حامی ومددگار نہ تھا، لیکن با این ہمہ وہ مسجد حرام مین آئے اور بآواز بلند کہا "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ" اس آواز کا سننا تھا کہ کفار ٹوٹ پڑے اور سخت زدوکوب کی لیکن انھون نے دوسرے دن پھر اُسی جوش کے ساتھ خانۂ کعبہ مین اس کلمے کا اعلان کیا، اور کفار نے پھر اسی طرح یورش[1] کی،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ چھٹے مسلمان ہین، ان مین سے پہلے کوئی مسلمان مکہ مین علانیہ تلاوتِ قرآن کی جرأت نہین کرسکتا تھا لیکن وہ اسلام لائے تو ایک روز تمام صحابہ نے جمع ہوکر کہا کہ "اب تک قریش نے قرآن مجید کو کسی کی زبان سے علانیہ نہین سُنا، اس کی جرأت کون کرسکتا ہے؟" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا "مین"، صحابۂ کرامؓ نے کہا کہ "ہم کو تمھاری نسبت خوف ہے ہم ایسا آدمی چاہتے ہین جس کا قبیلہ ہو تاکہ کفار حملہ کرین تو اس کی طرف سے مدافعت کرسکے" بولے "مجھے جانے دو، خدا میری حفاظت کریگا"، اُٹھے اور ٹھیک دوپہر مین آئے، خانۂ کعبہ مین قریش انجمن آرا تھے، مقام ابراہیم کے پاس پہنچکر بآواز بلند کہا "بسم اللہ الرحمن الرحیم، الرحمٰن علم القرآن" کفار نے سنا تو کہا کہ ابن ام عبید کیا کہتا ہے؟ غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی آیتین ہین، دفعۃً تمام کفار ٹوٹ پڑے اور زدوکوب کرنے لگے، وہ پلٹے تو چہرے پر زخمون کے نشان دیکھکر صحابہ نے کہا کہ "ہم کو اسی کا تو ڈر تھا"، بولے "خدا کے دشمن آج سے زیادہ مجھے کبھی کمزور نظر نہین آئے، اگر کہو تو کل بھی اسی طرح ان کو علانیہ قرآن سنا آؤن"[2]

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب اسلام ابی ذرؓ [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

حضرت عمرؓ اسلام لائے تو پہلے اپنے ماموں کے گھر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، انھوں نے دروازہ کھولا تو کہا "تمھیں معلوم ہے کہ مین صابی ہو گیا" وہان سے ایک سردارِ قریش کے پاس آئے اور وہان بھی یہی گفتگو ہوئی، وہان سے نکلے تو ایک آدمی نے کہا کہ "تم اپنے اسلام کا اعلان کرنا چاہتے ہو" بولے "ہان" اس نے کہا "تو اس کی صورت یہ ہی کہ جب کفار خانۂ کعبہ مین حجرِ اسود کے پاس جمع ہون تو تم وہان جاؤ، اُن مین ایک آدمی ہی، جو افشائے راز مین بدنام ہی، اُس کے کان مین یہ راز کہدو وہ اعلان کر دیگا" انھون نے خانۂ کعبہ مین جاکر اس کے کان مین کہا تو وہ باوازِ بلند پکارا کہ "عمر بن الخطاب صابی ہو گیا" یہ سننا تھا کہ کفار دفعۃً ٹوٹ پڑے، اور باہم زد و کوب ہونے لگی، بالآخران کے ماموں نے اپنی آستین سے اشارہ کیا کہ مین اپنے بھانجے کو اپنی پناہ مین لیتا ہون، اب کفار رک گئے[۱]

غزوات مین صحابہ کرام نے جس طرح دادِ شجاعت دی، صحابیات کے بہادرانہ کارنامے اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہین، غزوۂ حنین مین کفار نے اس زور و شور سے حملہ کیا تھا، کہ میدانِ جنگ لرزاٹھا تھا، لیکن حضرت ام سلیمؓ کی شجاعت کا یہ حال تھا کہ ہاتھ مین خنجر لیے ہوئے منتظر تھین کہ کوئی کافر سامنے آئے تو اس کا کام تمام کر دین، چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے اُن کے ہاتھ مین خنجر دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ بولین "چاہتی ہون کہ کوئی کافر قریب آئے تو پیٹ مین بھونک دون"[۲]

غزوۂ خندق مین رسول اللہ صلعم نے تمام بی بیون کو ایک قلعہ مین کر دیا تھا ایک یہودی آیا اور قلعہ کے گرد چکر لگانے لگا حضرت صفیہؓ نے دیکھا تو حضرت حسانؓ سے کہا، ممکن ہے کہ یہ پلٹ کر یہودیون سے ہماری جاسوسی کرے جاؤ اور اس کو قتل کرو" بولے "تمھین تو یہ معلوم

---

[۱] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرؓ [۲] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی السلب یعطی القاتل،

ہے کہ "مین اس میدان کا مرد نہین"، اب حضرت صفیہؓ خود اترین اور خیمہ کے ایک ستون سے اس کو ایسا مارا کہ وہین ٹھنڈا ہو گیا،[۱]

تمام عرب حجاج کے ظلم وستم سے کانپتا تھا، لیکن جب اس نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو پھانسی دی اور ان کی والدہ حضرت اسماءؓ کو بلا بھیجا تو اُنھون نے آنے سے انکار کیا، دوسری بار آدمی بھیجا کہ "اگر اب کی نہ آئین تو بال پکڑ کر گھسٹوا بلاؤن گا"؛ انھون نے پھر انکار کیا، اور کہا کہ "اُن لوگون کو بھیجدو جو بال پکڑ کر مجھے گھسیٹ لیجائین، مجبوراً حجاج خود آیا اور کہا کہ "دیکھا مین نے خدا کے دشمن کے ساتھ کیا کیا؟ بولین" ہان دیکھا تم نے اس کی دنیا خراب کی اس نے تمھاری آخرت کو برباد کیا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اس کو ابن ذو النطاقین کہتے تھے، (دو پٹکون والی عورت کا لڑکا) خدا کی قسم ذو النطاقین مین ہی ہون ایک پٹکے مین مین نے ہجرت کے وقت رسول اللہ صلعم اور حضرت ابو بکر کا زاد راہ باندھا تھا اور دوسرا پٹکا عورت کا معمولی پٹکا ہے جس سے وہ بے نیاز نہین ہوسکتی، آپنے فرمایا ہے کہ ثقیف مین ایک کذاب اور ایک ہلاکو پیدا ہوگا، کذاب (مسیلمہ) کو تو ہم دیکھ چکے، میرا خیال ہے کہ ہلاکو تو ہے"، حجاج اٹھ کھڑا ہوا، اور کچھ جواب نہ دیا،[۲]

اعتراف گناہ اگرچہ صحابۂ کرام چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی برا سمجھتے تھے، اور اس سے اجتناب کرتے تھے، چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہین:-

انکم لتعملون اعمالا ھی ادق	تم لوگ بہت سے کام کرتے ہو جو تمھین بال
فی اعینکم من الشعر ان کنا	سے بھی زیادہ باریک یعنی حقیر نظر آتے ہین
لنعدھا علی عھد النبی صلعم	لیکن ہم لوگ عہد نبوت مین ان کو مہلک

[۱] اسد الغابہ تذکرہ حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب۔ [۲] مسلم کتاب الفضائل، باب ذکر کذاب ثقیف و مبیرہا،

من الموبقات[١] ترین گناہ مین شمار کرتے تھے،

تاہم مقتضائے بشریت ان سے کبھی کبھی بعض گناہ سرزد ہو جایا کرتے تھے، لیکن ہم مین اور ان مین فرق یہ ہے کہ ہم گناہ کرتے ہین تو طرح طرح کے ریاکارانہ طریقون سے اسکو چھپاتے ہین لیکن صحابۂ کرام نہایت صداقت کیساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر اپنے گناہون کا اعتراف کرتے تھے، اور طالب مغفرت ہوتے تھے

ایک بار ماہ رمضان مین حضرت سلمہ بن صخرؓ نے اپنی بی بی سے ظہار کیا لیکن ایک روز بی بی رات کو مصروف خدمت تھین، ان سے مقاربت کرلی، چونکہ اس حالت مین مقاربت ناجائز تھی، پہلے اپنی قوم کو اس واقعہ کی خبر کی اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین لے چلو" لوگون نے انکار کیا تو خود گئے اور آپ کو واقعہ سے اطلاع دی، آپ نے فرمایا "تم اور ایسا کام؟ بولے" ہان یا رسول اللہ مین خدا کے حکم پر صابر رہونگا، جو فیصلہ ہو صادر فرمایئے"[٢]

ایک بار روزے کے دن مین حضرت عمرؓ نے اپنی بی بی کا بوسہ لے لیا، رسول اللہ صلعم کی خدمت مین آئے، اور کہا کہ" مین نے بڑا قصور کیا ہے" آپ نے فرمایا، "اگر تم روزے کی حالت مین کلی کر لو تو اس کی نسبت تمھارا کیا خیال ہے؟" بولے" اس مین تو کوئی حرج نہین" ارشاد ہوا کہ اسی طرح اس کو بھی جانے دو[٣]

ایک بار رمضان کے دن مین رسول اللہ صلعم مسجد مین تشریف فرما تھے، ایک صحابی نے آکر کہا" یا رسول اللہ مین تو جل بھنا" آپ نے پوچھا کیا حال ہے: بولے" بی بی سے مقاربت کر لی"[٤]

صداقت | حضرت عایشہؓ فرماتی ہین کہ جھوٹ سے زیادہ کوئی خلق اصحاب رسول اللہ کے نزدیک مبغوض نہ تھا، اگر کوئی شخص رسول اللہ صلعم کی خدمت مین جھوٹ بول دیتا تو آپ کے دل

---

١ بخاری کتاب الرقاق باب ما یتقی من محقرات الذنوب، ٢ ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی الظہار، ٣ ابوداؤد کتاب الصیام باب القبلہ للصائم ٤ ایضاً کفارۃ من اتی اہلہ فی رمضان؛

مین اس وقت تک اس کی کھٹک باقی رہتی، جب تک وہ توبہ نہ کرلیتا،[۱]

مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلعم نے تمام مال غنیمت قریش کو دیدیا، انصار کو خبر ہوئی تو بولے "یا للعجب! ہماری تلوارون سے جن کا خون ٹپک رہا ہے، ہمارا مال غنیمت انھین کو دیا جا رہا ہے" آپ کو معلوم ہوا تو تمام انصار کو جمع کر کے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ صحابہ کرام آپکے خوف وادب سے کانپتے رہتے تھے، اس لیے آپ کے سامنے اس گستاخی کا اقرار انکے لیے نہایت مشکل تھا، تاہم تمام انصار نے صاف کہدیا کہ "جو کچھ آپ کو معلوم ہوا واقعہ وہی ہے" اس حدیث کے راوی حضرت انس بن مالک رضہ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہین:-

وکانوا لا یکذبون،[۲] یہ اقرار اس بنا پر تھا کہ صحابہ جھوٹ نہین بولتے تھے،

غزوۂ تبوک کی عدم شرکت پر رسول اللہ صلعم نے بازپرس فرمائی تو منافقین نے جھوٹی سچی معذرت کردی، اور آپ نے اس کو قبول کرلیا، لیکن حضرت کعب بن مالک رضہ نے سچ سچ کہدیا کہ "اگر مین کسی دنیا دار آدمی کے پاس ہوتا تو چرب زبانی سے اس کی ناراضی سے بچ جاتا، لیکن اگر مین کوئی جھوٹا عذر کر کے آپ کی ناراضی سے بچ جاؤن تو ممکن ہے کہ خدا آپ کو مجھ پر ناراض کردے (یعنی بذریعۂ وحی اصل حقیقت سے خبر کردے) لیکن اگر سچ بولون تو گو آپ مجھ پر ناراض ہوجائین گے، تاہم مجھ کو خدا سے عفو و مغفرت کی توقع رہیگی، خدا کی قسم مین بالکل معذور نہ تھا، خدا کی قسم مین اس زمانہ سے زیادہ کبھی متمول اور چاق و چست نہ تھا، آپ نے فرمایا" اس نے سچ کہا، بالآخر آپ نے ان پر سخت ناراضی کا اظہار کیا، لیکن جب خدا نے ان کی توبہ قبول کرلی تو اُن کو خود اس صداقت پر ناز ہوا، چنانچہ خود فرماتے ہین،

ما انعم اللہ علی من نعمۃ — اسلام لانے کے بعد خدا نے مجھ پر کوئی ایسا

---

[۱] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۵۲، [۲] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المولفۃ القلوبہم علی الاسلام،

قط بعد ان هدانی للاسلام
اعظم فی نفسی من صدقی
لرسول الله ان لا اکون
کذبته فاهلک کما
هلک الذین کذبوا،

احسان نہین کیا جس کی عزت میرے دل
مین اس سچائی سے زیادہ ہو جس کا اظہار
مین نے آپ کے سامنے کیا اگر مین جھوٹ
بولتا تو اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ
لوگ ہلاک ہوے جو جھوٹ بولتے تھے یعنی منافقین،

اہل عرب خاندانی عصبیت اور شرافت کا بہت زیادہ لحاظ رکھتے تھے، لیکن ایک موقع پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ "انصار کے خاندانون مین سب سے بہتر بنو نجار ہین، پھر بنو عبد الاشہل پھر بنو حارث بن خزرج، پھر بنو ساعدہ" قبیلہ بنو ساعدہ کے بعض سربر آوردہ بزرگون کو یہ ناگوار گذرا کہ آپ نے اُن کو چوتھے نمبر پر رکھا، لیکن اسی قبیلہ کے ایک بزرگ حضرت ابو اسیدؓ نے جب یہ روایت کی تو فرمایا کہ اگر مین جھوٹ بولتا تو سب سے پہلے اپنے قبیلہ بنو ساعدہ کا نام لیتا،[۱]

صحابۂ کرام جھوٹ کو اپنے دامن کا اس قدر بدنما داغ سمجھتے تھے کہ اگر ان پر کبھی کذب و دروغ کا اتہام لگ جاتا تو ان کے گھر مین صف ماتم بچھ جاتی، ایک سفر مین عبد اللہ بن ابی سلول نے اپنے رفقا سے کہا کہ "رسول اللہ کے ساتھ جو بدو ہین اُن کو کچھ نہ دو یہان تک کہ وہ بھاگ جائین اب ہم اگر مدینہ کو لوٹ کر جائین گے تو وہان سے معزز لوگ ذلیل لوگون کو نکال دین گے" حضرت زید بن ارقمؓ نے سُن لیا، اور اپنے چچا سے اس کا ذکر کیا، انھون نے اس واقعہ کو رسول اللہ صلعم تک پہنچایا، آپ نے عبد اللہ بن ابی کو بلا بھیجا، تو اس نے حلف اٹھایا کہ مین نے ایسا نہین کہا، آپ نے اس کے قول کا اعتبار کر لیا اور حضرت زید بن ارقمؓ کی تکذیب کی، اس کا اُن کو اس قدر صدمہ ہوا کہ عمر بھر کبھی نہ ہوا تھا، یہان تک کہ وہ اس صدمہ مین خانہ نشین ہو گئے اور فرط غم

---

[۱] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ تبوک و مسلم کتاب الفضائل باب فی خیر دور الانصار،

سے گردن جھک گئی، اس کے بعد جب سورۂ منافقون نازل ہوئی، تو آپ نے ان کو طلب فرمایا اور کہا کہ "خدا نے تمھاری تصدیق کی"[1]

دیانت ایک بار حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب نے سو اشرفیون کا توڑا پایا اور بکمال دیانت کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین ان کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا کہ "ایک سال تک مالک کی جستجو مین منادی کرتے رہو"، انھون نے تعمیل ارشاد کی، دوسرے سال پھر حاضر خدمت ہوئے آپ نے پھر یہی حکم دیا، وہ حکم بجا لائے پھر تیسرے سال آئے، آپ نے پھر یہی ارشاد فرمایا، جب اب کی بھی مالک نہین ملا تو آپ نے فرمایا کہ "بحفاظت رکھ لو، اگر مالک مل گیا تو خیر ورنہ خود خرچ کر ڈالو"[2]

ایک بار حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بضرورت بقیع غرقد مین گئے، دیکھا کہ چوہا بل سے اشرفیان نکال کر ڈھیر کر رہا ہے، انھون نے گنا تو اٹھارہ نکلین اٹھا لائے، اور آپ کی خدمت مین پیش کرکے کہا کہ "اس کا صدقہ لے لیجیے"، فرمایا "خود تو بل سے نہین نکالا تھا"؟ بولے "نہین" ارشاد ہوا "خدا تمھین برکت دے"[3]

ایک بار حضرت سفیان رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ ثقفی نے کسی کا توشہ دان پایا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائے، انھون نے فرمایا کہ ایک سال تک اعلان کرو، اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو وہ تمھارا ہی، سال بھر تک مالک کا پتہ نہ چلا تو وہ پھر آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تو وہ اب تمھارا ہے بولے "مجھے ضرورت نہین" آخر کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بیت المال مین داخل کر دیا،[4]

ایک بار حضرت جریر کا چرواہا گایون کو چرا کر لایا، تو ساتھ ساتھ کسی دوسرے کی ایک گائے بھی آگئی، بولے یہ کس کی ہے؟ چرواہے نے کہا "خبر نہین گلے کے ساتھ آکر مل گئی"، فرمایا "اس کو نکال دو، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ بھولے بھٹکے جانور کو

---

[1] ترمذی ابواب تفسیر القرآن، تفسیر سورۃ المنافقین [2] ابوداؤد کتاب اللقطہ [3] ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب اجاز فی الرکاز [4] مسند دارمی کتاب البیوع باب فی اللقطہ،

صرف گمراہ پناہ دیتا ہے[1]"،

ایک صحابی کی اونٹنی گم ہوگئی، اور انھون نے دوسرے صحابی سے کہدیا کہ ملے تو پکڑ لینا" ان کو اونٹنی مل گئی لیکن اس کا مالک کہین چلا گیا، انھون نے اونٹنی اپنے یہان رکھ چھوڑی کہ مالک آئے تو حوالہ کردین، اسی اثنا رمین اونٹنی بیمار پڑی، بی بی نے کہا "ذبح کرڈالو"، فقرو فاقہ کی یہ حالت تھی کہ مردار کھانے پر مجبور تھے، چنانچہ اونٹنی مرگئی تو رسول اللہ صلعم نے ان کو اس کے گوشت کھانے کی اجازت بھی دیدی لیکن کمال دیانت سے ذبح کرنے پر راضی نہ ہوے، مالک آیا تو انھون نے تمام سرگزشت کہہ سنائی، اس نے کہا "ذبح کیون نہین کرڈالا؟" بولے تم سے شرم آتی تھی[2]"،

حضرت زبیرؓ کی دیانت کا یہ حال تھا کہ جب کوئی شخص ان کے پاس امانت رکھتا تو کہتے کہ "مبادا کہین یہ ضایع نہ ہوجائے، اس لیے ہم پر قرض رہی" اس طرح ان پر کئی لاکھ کا قرض ہوگیا، متعدد صحابہ نے ان کی حفاظت مین اپنا مال دیدیا تھا، اور وہ اس دیانت سے اسکی نگہداشت کرتے تھے کہ خود اپنے مال سے ان کے اہل وعیال کے نان ونفقہ کا انتظام کرتے تھے، مگر ان کا مال صرف نہین کرتے تھے،

ایک صحابی کے پاس کسی کی وراثت کا مال محفوظ تھا، انھون نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ "میرے پاس قبیلہ ازد کے ایک شخص کی وراثت کا مال محفوظ ہے، مین کسی ازدی کو نہین پاتا کہ اس کے حوالہ کردون،" ارشاد ہوا کہ "جاؤ ایک سال تک تلاش کرو" ایک سال کے بعد آئے اور کہا کہ "نہین ملتا"، پھر یہی حکم ہوا، ایک سال کے بعد پھر آئے، اور کہا کہ

---

[1] ابوداؤد کتاب اللقطہ [2] ابوداؤد کتاب الاطعمہ باب فی المضطر الی المیتتہ [3] بخاری کتاب الجہاد باب فی برکۃ الغازی فی مالہ حیا ومیتاً،
[4] اصابہ تذکرہ حضرت زبیر بن العوامؓ،

نہین ملتا، فرمایا، "کہ پہلے جس خزاعی کو پاؤ اس کو سونپ دو"[۱]

حضرت عقیل بن ابی طالب غزوۂ حنین سے پلٹے تو بی بی نے کہا کہ "مال غنیمت مین کیا لائے؟" اُنھون نے ان کو ایک سوئی دی کہ اس سے کپڑا سینا، اتنے مین رسول اللہ صلعم نے منادی کروائی کہ "دھاگا اور سوئی تک دیدو" انھون نے فوراً سوئی لے لی، اور مال غنیمت مین داخل کردیا،[۲]

یہ دیانت صرف مال و دولت تک محدود نہ تھی، بلکہ اس کا اثر صحابۂ کرام کی ہر چیز سے نمایان ہوتا تھا حضرت عمرؓ کا اخیر وقت آیا تو ایک خاص ضرورت سے حضرت عائشہؓ کے پاس ایک آدمی بھیجا اور کہا کہ "عمر کا سلام کہو، امیرالمومنین نہ کہنا کیونکہ مین اب امیرالمومنین نہین ہون"[۳]

صحابۂ کرام صرف خود ہی متدین نہ تھے، بلکہ متدین لوگون کے بہت بڑے قدردان بھی تھے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدینہ کے اطراف مین نکلے، ایک خدا ترس چرواہا بکریان چرارہا تھا، انھون نے اس کو کھانے پر بلایا، لیکن اس نے عذر کیا، کہ مین روزے سے ہون، اب اُنھون نے اس کے ورع و تقوی کے امتحان لینے کو کہا کہ "ان بکریون مین سے ایک بکری ہمارے ہاتھ فروخت کردو ہم تمھین قیمت بھی دینگے اور افطار کرنے کے لیے گوشت بھی، لیکن اس نے کہا کہ "بکریان میری نہین ہین میرے آقا کی ہین"، انھون نے کہا کہ "تمھارا آقا کیا کرے گا؟" اب چرواہے نے پیٹھ پھیرلی اور آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا تو خدا کہان چلا جائیگا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس فقرے پر محو ہوگئے اور بار بار اس کو دہرانے لگے، مدینہ مین پلٹ کر آئے تو اس کو اس کے آقا سے مع بکریون کے خرید کر آزاد کردیا، اور بکریان

۱؎ ابوداؤد کتاب الفرائض باب فی میراث ذوی الارحام ۲؎ اسدالغابہ تذکرہ فاطمہ بنت عتبہ، ۳؎ بخاری کتاب المناقب

اس پر ہبہ کردیں[1]،

خاکساری اگرچہ دنیا صحابۂ کرام کی خاکِ پا کو آنکھ کا سرمہ بناتی تھی لیکن با ایں‌ہمہ وہ نہایت فروتن، متواضع اور خاکسار تھے، ایک بار محمد بن حنفیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ "رسول اللہ صلعم کے بعد کون شخص افضل الناس ہے؟" بولے "ابوبکر"، پھر پوچھا کہ "ان کے بعد" بولے "عمرؓ"، اس کے بعد وہ خود کہہ اٹھے کہ ان کے بعد آپ" فرمایا "میں تو مسلمانوں کا ایک معمولی فرد ہوں[2]"،

حضرت سلمان فارسیؓ مداین کے گورنر تھے، لیکن طرز معاشرت اس قدر سادہ تھا کہ کوئی پہچان نہیں سکتا تھا، ایک بار کسی شخص نے گھاس خریدی اور ان کو بیگار پکڑ کر گٹھیا سر پر لاد دی، وہ چلے تو لوگوں نے کہا یہ "امیر ہیں، صاحب رسول اللہ ہیں" اس نے کہا "معاف فرمائیے میں نے آپ کو پہچانا نہیں، بوجھ سر سے رکھ دیجئے"، بولے "نہیں اب تو تمھارے گھر پہنچا کر اتاروں گا[3]"۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نہایت خاکسارانہ زندگی بسر کرتے تھے، ایک بار ان کے پاس کسی نے ہروی کپڑے ہدیۃً بھیجے، انھوں نے واپس کردیا اور کہا کہ "ہم غرور کے خوف سے اس کو نہیں پہن سکتے"، اگر کسی مجلس میں جاتے، اور کوئی ان کی تعظیم کو اٹھتا، تو وہاں نہ بیٹھتے[4]،

حضرت امیر معاویہؓ کو جاہ پسند کہا جاتا ہے، لیکن ایک بار ابن عامر ان کی تعظیم کے لئے اٹھے تو انھوں نے منع کیا[5]،

عفو ودرگذر صحابۂ کرام کی زندگی اس آیت کی حقیقی تفسیر ہے،

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ [2] ابوداؤد کتاب الاعتصام بالسنۃ باب فی التفضیل [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمانؓ [4] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ [5] طحاوی فی قیام الناس بعضہم لبعض، ادب المفرد باب قیام الرجل للرجل تعظیماً،

وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ، (آل عمران) — غصے کے ضبط کرنے والے اور لوگون سے درگذر کرنے والے ہین،

ایک بار حضرت صفوانؓ مسجد مین کمل بچھا کر سو رہے تھے، ایک شخص آیا اور اس کو چرا کر چلتا ہوا، لیکن لوگ اس کو پکڑ کر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین لائے، اور آپ نے اسکے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، حضرت صفوانؓ کو خبر ہوئی تو حاضر خدمت ہوکر عرض کیا، "کیا ۳۰ درہم (چادر کی یہی قیمت تھی) کے لیے آپ اس کا ہاتھ کاٹتے ہین؟ مین یہ کمل اس کے ہاتھ فروخت کردیتا ہون، قیمت بعد کو ادا کردے گا" فرمایا "میرے پاس لانے سے پہلے ہی کیون نہ معاف کردیا"[1]

ایک بار رسول اللہ صلعم نے صدقۂ فطر کی حفاظت حضرت ابوہریرہؓ کے متعلق کی رات کو تین بار ایک چور آیا اور غلہ چرا کرلے چلا حضرت ابوہریرہؓ نے اُس کو ہر بار پکڑا، لیکن اُس نے منت سماجت کی تو چھوڑ دیا، اخیر مین معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا،[2]

حضرت عروہ بن مسعودؓ نے جب رسول اللہ صلعم کی خدمت مبارک سے مشرف باسلام ہوکر اپنے وطن طائف مین واپس آکر اپنی قوم کو دعوت اسلام دی تو وہ لوگ دشمن ہوگئے، اور اُن کے قتل کا تہیہ کرلیا، چنانچہ صبح کے وقت اُنھون نے اذان دی تو قبیلۂ بنو مالک کے ایک شخص نے تیر مارا اور وہی زخم منجر الی الشہادۃ ہوگیا، ان کے خاندان والون کو خبر ہوئی تو ہتھیار سج سج کے آئے اور کہا "ہم ایک ایک کرکے مرجائین گے لیکن جب تک ان کے عوض مین بنو مالک کے دس سردار نہ قتل کرلین گے ہم کو چین نہ آئے گا،" لیکن حضرت عروہؓ نے فرمایا کہ میرے بارے مین جنگ و جدل نہ کرو، مین نے باہمی اصلاح

---

[1] ابوداؤد کتاب الحدود، باب من سرق من حرز، [2] بخاری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئاً،

کے لیے اپنے خون کو معاف کر دیا[۱]

حضرت عمرؓ اگرچہ مذہبی معاملات مین نہایت سخت تھے، لیکن ایک بار طائف کے دو شخصون نے مسجد نبویؐ مین شور و غل کیا، تو انھون نے ان کو طلب کیا، اور کہا کہ "مسجد نبویؐ مین شور کرتے ہو اگر شہر کے رہنے والے ہوتے تو مین تم کو سزا دیتا[۲]"

عصبیت اور قومی حمیت اسلام نے اگرچہ تمام صحابہ کو بھائی بھائی بنا دیا تھا تاہم ان مین عصبیت اور قومی حمیت باقی تھی، اور جب موقع آجاتا تھا، تو دفعۃً یہ چنگاری سلگ اٹھتی تھی، حضرت محلم بن جثامۃ اللیثی نے قبیلۂ اشجع کے ایک شخص کو قتل کر ڈالا، حضرت عیینہ بن حصن قبیلۂ اشجع کے سردار تھے، اس لئے انھون نے مقتول کی حمایت کی، حضرت اقرع بن حابس کا تعلق قبیلۂ بنو لیث سے تھا، اس لیے وہ قاتل کی حمایت مین اٹھے، باہم سخت شور و غل ہوا، بالآخر رسول اللہ صلعم نے فرمایا "عیینہ دیت قبول کر لو" صحابۂ کرام اگرچہ آپ کی اطاعت کو فرض عین سمجھتے تھے، لیکن اس موقع پر عیینہ نے کہا "خدا کی قسم جس طرح اس نے ہماری عورتون کو سوگ مین مبتلا کیا ہے اسی طرح مین اس کے قبیلہ کی عورتون کو سوگوار کر کے چھوڑون گا" پھر باہم سخت کشمکش ہوئی، آپ نے حضرت عیینہ کو پھر دیت لینے پر آمادہ کرنا چاہا، لیکن انھون نے پھر وہی پہلا جواب دیا، بالآخر آپ نے خود دیت دلا دی[۳]

واقعۂ افک کے متعلق جب آپ نے فرمایا من یعذرنی من رجل بلغنی اذاہ فی اھلی تو حضرت سعد بن معاذؓ اٹھے، اور فرمایا "خدا کی قسم اگر وہ ہمارے قبیلۂ اوس کا ہوگا تو ہم اس کی گردن اڑا دین گے اور اگر قبیلۂ خزرج کا ہوگا تو آپ جو حکم دین گے تعمیل ارشاد کرینگے" حضرت سعد بن عبادہؓ قبیلۂ خزرج کے سردار تھے، ان کی حمیت قومی نے جوش مارا، اور بولے

---

[۱] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عروہ بن مسعودؓ [۲] بخاری کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت فی المسجد، [۳] ابوداؤد کتاب الدیات باب الامام یامر بالعفو بالدم،

جھوٹ بکتے ہو، خدا کی قسم تم اس کے قتل کرنے کی طاقت نہین رکھتے" حضرت اسید بن حضیرؓ
حضیر اوسی کو بھی جوش آگیا بولے "تم جھوٹ بکتے ہو ہم خدا کی قسم اس کو ضرور قتل کر ڈالین گے"
بات اس قدر بڑھی کہ اگر آپ نہ روکتے تو دونون قبیلون مین سٹ بھیڑ ہو جاتی[1]،

شکر الٰہی | ایک شخص کا بیٹا مر جاتا ہی، دولت لٹ جاتی ہی، جائداد تباہ ہو جاتی ہی، تو وہ
ابتدا مین بدحواس ہو جاتا ہی، لیکن مایوسی مجبوراً صبر کا خوگر بنا دیتی ہی کہ الیاسُ احدی الراحتین
لیکن جب خدا ایک لاولد شخص کو بیٹا دیتا ہی، ایک مفلس کو دولت مل جاتی ہی، ایک ذلیل
شخص معزز ہو جاتا ہی تو دفعۃً اس قدر مغرور اور خود پسند ہو جاتا ہی کہ اس حالت مین اُس کو
خدا یاد نہین آتا، اس لیے بعض صوفیہ کا قول ہی کہ "صبر آسان اور شکر مشکل ہی"، لیکن
اسلام کے تمام دور صحابہ کرام کے سامنے تھے، وہ بھی جس مین وہ سخت مفلس اور محتاج
تھے، اور وہ بھی جسمین وہ دولت مند اور متمول ہو گئے تھے، پہلے دور مین انھون نے
صبر کیا تھا، اور دوسرے دور مین خدا کا شکر ادا کرتے تھے، ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ
نے فرمایا کہ مین نے یتیمی کی حالت مین نشو ونما پائی، مسکینی کی حالت مین ہجرت کی کھانے پر
ابنۃ غزوان کا ملازم تھا جب وہ لوگ منزل پر اترتے تھے، تو ان کے لیے لکڑیان
چن لاتا تھا، اور جب وہ اونٹ پر سوار ہوتے تھے تو ان کی حدی خوانی کرتا تھا لیکن خدا
کا شکر ہی کہ اب مذہب نے قوت حاصل کر لی ہی اور ابوہریرہ امام بن گیا ہی[2]"
ایک بار مدینہ کے کچھ لوگ ان کی خدمت مین آئے تو اُنھون نے ایک شخص کو بھیجا کہ
جاؤ گھر سے کھانا مانگ لاؤ، وہ گئے تو ان کی والدہ نے تین روٹیان زیتون کے تیل اور
نمک کے ساتھ بھیجدین وہ سب کے سامنے رکھی گئین تو حضرت ابوہریرہؓ نے تکبیر کا نعرہ مارا

---

[1] بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضھن بعضاً، [2] سنن ابن ماجہ ابواب الرہون باب اجارۃ الاجیر علی طعام بطنہ،

اور کہا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے روٹی سے ہمارا پیٹ بھرا، حالانکہ اس سے پہلے ہماری غذا کھجور اور پانی کے سوا کچھ نہ تھی۔"[۱]

حضرت سلمان فارسی رضی کھانا کھاتے تھے تو کہتے تھے کہ اُس خدا کا شکر ہے جو ہمارا کفیل ہوا اور ہمارے رزق مین وسعت دی؛[۲]

ایک بار حضرت عمرؓ نے نیا کپڑہ پہنا تو فرمایا کہ مین اس خدا کا شکر کرتا ہون جس نے مجھکو کپڑا پہنایا جس سے مین اپنی شرمگاہ کو چھپاتا ہون اور زندگی مین زینت حاصل کرتا ہون؛[۳]

استغنار | کیمیا اگر خاک کو سونا بنا دیتی ہے تو استغنا اور بے نیازی سونے کے ڈلے کو تودہ خاک بنا دیتے ہین صحابہ کرام کو اسی کیمیا کا نسخہ ہاتھ آگیا تھا، اس لیے وہ ہوس پرست کیمیا گرون کی طرح سونے کی حرص مین خاک نہین چھانتے، بلکہ ان کے سامنے لعل وگہر بھی آجاتے تھے تو ان کو بے پروائی کے ساتھ سنگریزون کی طرح ٹھکرا دیتے تھے،

مالِ خُمس مین سے ایک حصہ اہل بیت کو ملتا تھا جس کی تقسیم کا انتظام رسول اللہ صلعم نے حضرت علیؓ کے متعلق کر دیا تھا شیخین کے زمانہ مین بھی وہ اسی خدمت پر مامور تھے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین کہین سے بہت سا مال آیا اور انھون نے حسب معمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دینا چاہا تو بولے "اس سال ہم تو اس سے بے نیاز ہین البتہ مسلمانون کو اس کی ضرورت ہے انھین کو دید یجیے" چنانچہ حضرت عمرؓ نے اُسکو بیت المال مین داخل کر دیا[۴]

ایک بار عبد العزیز بن مروان نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو لکھا کہ "میرے دربار مین اپنی ضرورتین پیش کیجیے" انھون نے جواب مین لکھا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے، پہلے اس شخص کو دو جس کے تم کفیل ہو، نہ مین تم سے کچھ مانگتا ہون اور

---

[۱] موطائے امام مالک، کتاب الجامع باب جامع ماجاء فی الطعام والشراب؛ [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسی رضؓ؛ [۳] ترغیب وترہیب جلد ۲ صفحہ ۵۸؛ [۴] ابوداؤد کتاب الخراج والامارة باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذی القربیٰ؛

نہ اس رزق کو واپس کرتا جو خدا مجھ کو تمھارے ذریعہ سے دیتا ہے[1]"

ایک بار حضرت وائل بن حجر حضرت امیر معاویہ رضؓ کے پاس آئے انھون نے نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کو عطیہ دینا، اور وظیفہ مقرر کرنا چاہا لیکن انھون نے کہا کہ "ہم اس سے بے نیاز ہین، جو اس کے ہم سے زیادہ مستحق ہین وہ اس کو قبول کرین گے[2]"

ایک بار حضرت عثمان رضؓ نے حضرت عبداللہ بن ارقم کو تیس ہزار درہم دینا چاہے مگر انھون نے انکار کردیا[3]،

شرم وحیا حدیث شریف مین آیا ہے:-

الحیاء شعبۃ من الایمان (بخاری کتاب الایمان) حیا ایمان کی شاخ ہے،

صحابۂ کرام کے کشتِ دل مین ایمان کی یہ شاخ اس قدر سرسبز و شاداب تھی کہ بہت سے صحابہ کو بیوی کے ساتھ ہم بستر ہونے مین بھی شرم آتی تھی، اور قضائے حاجت کی حالت مین بھی حیا دامن گیر ہوتی تھی، چنانچہ یہ آیت انھین لوگون کی شان مین نازل ہوئی الا انھم یثنون صدورھم لیستخفوا منہ[4]،

حضرت عثمان رضؓ کی شرم وحیا کا یہ حال تھا کہ گھر کا دروازہ بند ہوتا تھا لیکن کپڑا اتار کر نہین نہاتے تھے[5]، نہانے کے بعد ان کی بی بی کی لونڈی کپڑے پہننے کے لیے لاتی تھی تو کہدیتے تھے کہ میری طرف نہ دیکھنا کیونکہ تمھارے لیے یہ جائز نہین[6]، خود رسول اللہ صلعم ان کی شرم وحیا کا لحاظ رکھتے تھے، ایک بار آپ کی خدمت مین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آئے اس وقت

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۔ [2] استیعاب تذکرہ وائل بن حجر [3] ایضاً تذکرہ عبداللہ بن ارقم۔ [4] بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۂ ہود، باب تفسیر ہذہ الآیہ [5] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۷۴، مسند عثمان [6] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عثمان رضؓ

آپ گھر میں لیٹے ہوئے تھے، اور آپ کی ران کھلی ہوئی تھی، لیکن جب حضرت عثمانؓ آئے تو آپ نے اسکو ڈھانک لیا حضرت عائشہ رضؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ عثمانؓ شرمیلے آدمی ہیں، اگر میں اسی حالت میں رہتا تو وہ اپنی حاجت نہ پیش کرتے[1]۔"

حضرت ابوموسی اشعریؓ اندھیرے گھر میں نہاتے تھے، تاہم شرم کے مارے سیدھے نہیں کھڑے ہوتے تھے، بلکہ سکڑے رہتے تھے، ایک دفعہ چند لوگوں کو دیکھا کہ پانی میں بغیر تہبند باندھے ہوئے کھڑے ہوئے ہیں، بولے "مجھے یہ پسند ہے کہ مرکر زندہ ہوں پھر مروں پھر زندہ ہوں، پھر مروں پھر زندہ ہوں لیکن یہ بے حیائی پسند نہیں"، اُن کو ستر عورت کا اس قدر خیال تھا کہ سونے کی حالت میں خاص کپڑے پہن لیتے تھے کہ مبادا حالت خواب میں کشف عورت ہو جائے[2]،

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ حمام میں گئے دیکھا کہ کچھ لوگ برہنہ نہا رہے تھے آنکھ بند کرکے فوراً واپس آئے، حمامی کو معلوم ہوا تو اس نے سب کو نکال کر اور حمام کو خوب پاک و صاف کرکے اُن کو بلوایا، اور کہا کہ اب حمام میں کوئی نہیں اندر داخل ہوئے تو پانی نہایت گرم تھا، بولے "کتنا بُرا گھر ہے جس سے حیا نکال دی گئی ہے، اور کتنا اچھا گھر ہے جس سے آدمی چاہے تو عبرت حاصل کر سکتا ہے یعنی دوزخ کو یاد کر سکتا ہے"، ایک دن اُن سے کسی نے کہا کہ آپ حمام کیوں نہیں کرتے"، بولے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میری شرمگاہ پر کسی کی نگاہ پڑے"، اس نے کہا "تو تہبند باندھ لیجیے"، بولے "میں کسی دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا[3]"،

حضرت عبداللہ بن عامرؓ ایک روز غسل کر رہے تھے، ان کے والد حضرت عامرؓ ایک

---

[1] مسلم کتاب المناقب فضائل عثمانؓ، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوموسی اشعریؓ [3] ایضاً تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

یتیم بچے کی پرورش کرتے تھے، وہ بھی ساتھ نہا رہا تھا، اور دونوں ایک دوسرے کے بدن پر پانی ڈال رہے تھے، حضرت عامرؓ نے دیکھا تو کہا کہ "ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھ رہے ہو، خدا کی قسم ہم تم کو اپنے آپ سے اچھا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ عہد اسلام مین پیدا ہوے ہین، جاہلیت کے زمانے مین نہین پیدا ہوئے لیکن خدا کی قسم تم لوگ بڑے ناخلف ہو"[1]

طہارت ونظافت صحابۂ کرام نہایت طہارت ونظافت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، اہل عرب عموماً قضائے حاجت کے بعد پانی سے آبدست نہین لیتے تھے لیکن صحابۂ کرام مین اہل قبا پانی سے آبدست لیتے تھے، اور عرب کی حالت کے لحاظ سے یہ ایک ایسی عظیم الشان فضیلت تھی کہ اس کے متعلق قرآن پاک مین ایک خاص آیت نازل ہوئی،

فیہ رجال یحبون ان	مسجد قبا مین ایسے لوگ رہتے ہین جو طہارت
یتطہروا واللہ یحب	کو پسند کرتے ہین، اور خدا بھی طہارت
المتطہرین[2]	کرنے والون کو محبوب رکھتا ہے،

ان کے علاوہ اور صحابہ بھی طہارت کا نہایت خیال رکھتے تھے،

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو طہارت کا اس قدر خیال تھا کہ شیشے مین پیشاب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ "بنو اسرائیل کے جسم پر اگر پیشاب کی چھینٹین پڑجاتی تھین تو اس کو قینچی سے کتر دیتے تھے"[3]

حضرت عثمانؓ کو طہارت کا اس قدر خیال تھا کہ جب سے اسلام لائے

---

[1] موطائے امام محمد ابواب السیر باب الرجل ینظر الی عورۃ الرجل
[2] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الاستنجاء بالماء، حدیث مین اس آیت کا آخری ٹکڑا نہین ہے، ہمنے بڑھا دیا ہے،
[3] مسلم کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین،

معمولاً ایک بار روزانہ غسل کرتے تھے،[1]

حضرت حمزہ بن انسؓ کی طہارت پسندی کا یہ حال تھا کہ جس گھر مین کوئی جنب مرد یا حائضہ عورت ہوتی تھی اس کے اندر نہین جاتے تھے،[2]

صحابہ کرامؓ اگرچہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے، تاہم غسل وطہارت کیلئے حضرت انسؓ کے گھر مین ایک حمام موجود تھا،[3]

نجاست کی حالت مین رہنا صحابہ کرام کو اس قدر گران تھا کہ جب یہ حالت زائل ہو جاتی تھی تو گویا اُن کے سر کا بار اُتر جاتا تھا،

حضرت ابو ذرؓ مقام ربذہ مین اونٹ اور بکریان چراتے تھے، چونکہ میدان مین پانی میسر نہین آتا تھا، اور اُن کو یہ معلوم نہ تھا کہ حالت جنابت مین بھی تیمم کیا جا سکتا ہی، اس لیے جب اُن کو غسل کی حاجت ہوتی تھی تو پانچ پانچ چھ چھ روز تک ناپاک رہجاتے تھے لیکن اُن پر نجاست کا یہ زمانہ اس قدر شاق گذرتا تھا کہ جب اُن کو رسول اللہ صلعم نے اس غلطی پر تنبیہ کی اور پانی منگوا کر نہلوایا، تو ان کو محسوس ہوا کہ

فکانی القیت عنی جبلاً[4]	گویا مجھ پر ایک پہاڑ لدا ہوا تھا جس کو اب مین نے اپنے اوپر سے پھینکدیا،

سخت سی سخت خود فراموشانہ مصیبت مین بھی صحابہ کرام کو طہارت و نظافت کا خیال رہتا تھا، کفار جب حضرت خبیبؓ کو گرفتار کرکے لے گئے اور قتل کرنا چاہا تو انھون نے اس آخری وقت مین سب سے پہلے استرہ طلب کیا،[5]

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ا صفحہ ۶۷ مسند عثمان [2] اصابہ تذکرہ حضرت حمزہ بن انسؓ [3] بخاری کتاب الصوم باب اغتسال الصائم [4] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الجنب یتیمم [5] ابوداؤد کتاب الجنائز باب المریض یؤخذ من اظفارہ وعانتہ،

حضرت ابوسعید خدریؓ کے نزع کا وقت آیا تو نئے کپڑے منگا کر پہنے اور کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جس کپڑے میں مریگا اسی میں اس کا حشر ہوگا[۱]

اگرچہ صحابہ کرام کو زیب و زینت کی پروا نہ تھی، تاہم وہ طہارت و نظافت کی وجہ سے بالکل راہبانہ زندگی بھی بسر کرنا پسند نہیں کرتے تھے حضرت ابوقتادہ انصاریؓ نے بال رکھ چھوڑے تھے، رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ "میں بالوں میں کنگھی کروں؟" فرمایا "ہاں کنگھی کرو، اور اسکو گرد و غبار سے بچاؤ" اس کے بعد یہ حالت ہوگئی کہ وہ بسا اوقات دن میں دو بار ان میں تیل لگاتے تھے[۲] حضرت عمرؓ ریزہائے مشک کا استعمال کرتے تھے[۳]

زندہ دلی | اسلام نے صحابہ کرام کے جذبات کو تر و تازہ اور شگفتہ کر دیا تھا، اس لیے ان میں زندہ دلی پائی جاتی تھی اور وہ مختلف طریقوں سے اس کا اظہار کرتے تھے، تمام صحابہ عید کے دن خوشیاں مناتے تھے، دعوتیں کرتے تھے اور ہمسایوں کو کھانا کھلاتے تھے، قربانی نماز کے بعد کیجاتی ہے لیکن ایک صحابی نے نماز سے پہلے ہی قربانی کر دی، اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ کھانے پینے کا دن تھا، اس لیے میں نے جلدی کی خود کھایا، بچوں اور ہمسایوں کو کھلایا[۴] عید کے دن معمولاً چھوکرے اور چھوکریاں رسول اللہ صلعم کے پاس جمع ہوکر باجے بجاتے تھے، اور مسرت کے ترانے گاتے تھے[۵]

اخیر زمانہ میں جب اس کا رواج جاتا رہا، تو حضرت قیس بن سعدؓ نے فرمایا، آپکے عہد کی کل چیزیں مجھ کو نظر آتی ہیں بجز اس کے کہ میں عید کے دن بچوں کو گاتے بجاتے نہیں دیکھتا حضرت عیاض اشعریؓ انبار میں تھے، عید کا دن آیا تو تعجب سے پوچھا کہ جس طرح آپکے

---

۱ ابوداؤد کتاب الجنائز باب تطہیر ثیاب المیت ۲ موطائے امام مالک کتاب الجامع باب اصلاح الشعر ۳ موطائے امام محمد ابواب السیر باب الطیب للرجل ۴ ابوداؤد کتاب الاضاحی باب ما یجوز من السن فی الضحایا ۵ بخاری کتاب العیدین باب سنۃ العیدین لاہل الاسلام،

عہد مین بچے گاتے بجاتے تھے، اسی طرح تم لوگ کیون نہین گاتے بجاتے۔[1]

خود رسول اللہ صلعم کے سامنے صحابۂ کرام زمانۂ جاہلیت کے واقعات کا ذکر کرتے تھے، اشعار پڑھتے تھے، اور آپ بھی ان تذکرون کو سن کر کبھی کبھی مسکرا دیتے تھے،[2]

حضرت رباحؓ ایک صحابی تھے جو عرب کی ایک نے کے بڑے ماہر تھے، وہ ایک سفر مین حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کے ساتھ تھے، انھون نے الاپنا شروع کیا، تو حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے کہا یہ کیا؟ بولے "کوئی ہرج نہین، اس سے دل بہلاتے ہین اور راستہ کی کلفت دور کرتے ہین۔[3]"

ایک بار حضرت عمرؓ سفر حج مین تھے، قافلہ کیساتھ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح اور حضرت عبد الرحمن بن عوف بھی تھے، لوگون نے حضرت خواتؓ سے کہا کہ ضرار بن خطاب کے اشعار گاؤ، حضرت عمرؓ بولے کہ "انکو اپنے ہی نتیجۂ افکار سنانے دو" چنانچہ وہ صبح تک متصل گاتے رہے صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا "اب بس کرو۔[4]"

کبھی کبھی یہ زندہ دلی، سنجیدہ ظرافت کی صورت اختیار کر لیتی تھی،

ایک بار حضرت صہیب رضؓ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، سامنے روٹی اور کھجور رکھی ہوئی تھی، آپ نے پاس بلا کر اُن کو شریک کر لیا، وہ کھجور کھانے لگے، کھجور آشوب چشم کے لیے مضر ہے، اس لیے آپ نے ٹوکا کہ تمھاری آنکھون مین آشوب ہے، بولے "یا رسول اللہ صلعم آنکھ کے اُس گوشہ سے کھاتا ہون جس مین آشوب نہین" آپ مسکرا دیئے۔[5]

غزوۂ تبوک کے زمانہ مین آپ ایک چمڑے کے خیمے مین مقیم تھے، ایک صحابی آئے اور سلام کیا، آپ نے جواب سلام کے بعد فرمایا "اندر آجاؤ" بولے "اپنے پورے جسم کیساتھ یا رسول اللہ صلعم

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی التقلیس یوم العید و بخاری [2] شمائل ترمذی باب ماجاء فی صفۃ کلام رسول اللہ صلعم فی الشعر [3] اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۱ تذکرہ رباح بن المعترفؓ [4] الاصابہ تذکرہ حضرت خوات بن جبیرؓ، [5] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۶۱ [6] ابو داؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح،

یعنی اس مین یہ ظریفانہ تعریض تھی کہ خیمہ اس قدر تنگ ہے کہ پورا جسم بمشکل اس کے اندر سکتا ہے،

کبھی کبھی باہم دوڑ مین مردانہ وار مسابقت کرتے تھے، ایک انصاری صحابی تھے جن کا دوڑ مین کوئی مقابلہ نہین کرسکتا تھا، ایک غزوہ مین وہ فخریہ لہجے مین بار بار کہہ رہے تھے کہ کیا کوئی مدینہ تک دوڑ مین میرا مقابلہ کرے گا؟ کیا کوئی مقابلہ کرنے والا ہے؟" حضرت سلمہؓ بن اکوعؓ کے کان مین یہ آواز پہنچی، تو بولے "تم کسی معزز شخص کی عزت نہین کرتے، کسی شریف آدمی سے نہین ڈرتے؟" جواب دیا کہ رسول اللہ صلعم کے سوا کسی سے نہین" بالآخر حضرت سلمہ بن اکوع نے آپ سے اجازت لیکر دوڑ مین ان کا مقابلہ کیا اور بازی جیت لی، [۱]

کبھی کبھی سیر و شکار بھی کرلیتے تھے، حضرت ابو قتادہؓ رسول اللہ صلعم کے ساتھ سفر حج مین تھے، لیکن احرام نہین باندھا تھا، راہ مین ایک جنگلی گدھا نظر آیا، گھوڑے پر سوار ہوئے، ہاتھ مین برچھا لیا، اور گدھے کو جا کر ایسا برچھا مارا کہ وہ ڈھیر ہو کر رہ گیا، [۲]

حضرت صفوان بن محمدؓ نے ایک بار دو خرگوشون کا شکار کیا، اور ان کو پتھر سے ذبح کیا آپ سے دریافت فرمایا تو آپ نے ان کو حلال قرار دیا، [۳]

صحابۂ کرام مین حضرت عدی بن حاتمؓ اور حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ مشہور شکاری تھے، اس غرض سے باز اور کتے پال رکھے تھے اور اُن کو اس فن کی تعلیم دی تھی، تیر و کمان سے بھی شکار کرتے تھے اور تین تین دن تک شکار کے پیچھے پیچھے دوڑتے رہتے تھے، [۴] لیکن یہ زندہ دلی اسی وقت تک تھی جب تک کوئی مذہبی کام پیش نہ آتا، لیکن جب کوئی مذہبی کام پیش آجاتا، تو یہ تمام چیزین خواب فراموش ہو جاتین اور صحابۂ کرام اس کی ذمہ داریون کی گرانباری سے بدحواس

---

[۱] مسلم کتاب الجہاد باب غزوۂ ذی قرد وغیرہا۔ [۲] ابو داؤد کتاب المناسک باب لحم الصید للمحرم [۳] ابو داؤد کتاب الاضاحی باب فی الذبیحۃ بالمروۃ، [۴] ابو داؤد کتاب الاضاحی باب فی الصید،

ہو جاتے، ادب المفرد مین ہے:۔

لم يكن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم متحزقين ولا متماوتين وكانوا ينتاشدون الشعر في مجالسهم ويذكرون امر جاهليتهم فاذا اريد احد منهم من شئي من امر الله دارت حماليق عينيه كانه مجنون[1]

اصحاب رسول اللہ مردہ دل اور ترش مزاج نہ تھے، اپنی صحبتون مین شعار پڑھتے اور جاہلیت کے واقعات کا تذکرہ کرتے تھے لیکن جب کوئی مذہبی کام آپڑتا تو ان کی آنکھین اس طرح الٹ جاتین کہ گویا وہ پاگل ہین،

پابندی عہد | معاہدہ ایک نازک رشتہ ہے جس کو صرف اخلاقی طاقت ہی مضبوط بنا سکتی ہے صحابۂ کرام مین یہ اخلاقی طاقت موجود تھی، اس لیے وہ نہایت مضبوطی کے ساتھ اس رشتہ کو قائم رکھتے تھے، ایک دفعہ امیر معاویہؓ نے رومیوں کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، ابھی مدت معاہدہ گذرنے بھی نہ پائی تھی کہ حملہ کی تیاریان کردین کہ مدت گذرنے کے ساتھ ہی حملہ شروع کردیا جائے، فوج روانہ ہوئی تو حضرت عمرو بن عنبسہؓ گھوڑے پر سوار ہوکر آئے، اور فرمایا "اللہ اکبر وفا کرنی چاہیئے، بے وفائی اور بدعہدی سزاوار نہین[2]"

امیہ بن خلف اسلام کے الد الاعدا مین تھا، اس مین اور حضرت عبد الرحمن بن عوف مین تحریری معاہدہ ہوا تھا کہ وہ مکہ مین ان کی جان و مال کی حفاظت کریگا اور وہ مدینہ مین اس کی جان و مال کی حفاظت کرین گے، غزوۂ بدر پیش آیا، اور لوگ سو گئے تو وہ اس کی حفاظت کو نکلے حضرت بلالؓ نے امیہ کو دیکھ لیا، اور انصار کی ایک مجلس مین آکے کہا کہ اگر امیہ بچ کے نکل گیا تو میری جان کی خیر نہین، انصار کے کچھ لوگ ان کے ساتھ ہو لیے، اب حضرت عبد الرحمنؓ

---

[1] ادب المفرد باب الکبر۔ [2] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الامام یکون بینہ و بین العدو عہد فیسیر الیہ،

ابن عوفؓ گھبرائے کہ کہیں وہ لوگ ہمارے پاس نہ پہنچ جائین مجبوراً اُمیہ کے بیٹے کو اس لیے پیچھے کردیا کہ وہ لوگ اسی کے قتل مین اُلجھے رہین انصار نے اس کو قتل کرکے اُن لوگون کا پیچھا کیا، اُمیہ نہایت فربہ آدمی تھا جب وہ لوگ پاس آگئے تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اس سے کہا کہ "بیٹھ جاؤ" وہ بیٹھ گیا تو اپنے آپ کو اس کے اوپر ڈال دیا لیکن صحابہ نے ان کو بچا کر ادھر اُدھر سے تلوارین لگائین یہان تک کہ اس کو قتل کردیا، اور خود اُن کے پانون مین زخم آئے[1]

معاہدہ تو ایک بڑی چیز ہی صحابۂ کرام معمولی سے معمولی وعدے کو بھی لازمی طور پر پورا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابو موسی اشعریؓ نے حضرت انسؓ سے کہا کہ" مین فلان دن سفر کرنے والا ہون میرے سفر کا سامان کردو" انھون نے سامان کرنا شروع کیا جب روانگی کا وقت آیا تو بولے کہ" ذرا سی کسر رہ گئی ہے، اگر آپ ٹھہر جاتے تو مین اس کو پورا کردیتا" بولے "مین گھر کے لوگون سے کہہ چکا ہون کہ مین فلان دن سفر کرون گا، اب اگر اُن سے جھوٹ بولتا ہون تو وہ بھی مجھ سے جھوٹ بولین گے، ان سے خیانت کرتا ہون تو وہ بھی مجھ سے خیانت کرین گے، اُن سے وعدہ خلافی کرتا ہون تو وہ بھی مجھ سے وعدہ خلافی کرینگے، چنانچہ وہ روانہ ہوگئے اور اس کی کچھ پروا نہ کی کہ سامان سفر ناکمل ہی[2]

رازداری

رازداری ایک امانت ہی اور دنیا مین بہت کم لوگ ہین جو اس امانت کا بار اُٹھا سکتے ہین، لیکن صحابۂ کرام کا سینہ راز کا مدفن تھا جس سے وہ قیامت تک باہر نہین نکل سکتا تھا، ایک دن حضرت انس بنؓ مالک بچون کے ساتھ کھیل رہے تھے، رسول اللہ صلعم آئے اور اُن کو کسی ضرورت سے بھیجدیا، اس کے پورا کرنے مین دیر ہوگئی، گھر آئے تو مان نے پوچھا کہان رہ گئے تھے؟ بولے "آپ نے ایک ضرورت سے بھیجا تھا" بولین "وہ کیا"؟ انھون نے

---

[1] بخاری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل المسلم حربیا فی دار الحرب او فی دار الاسلام جاز۔ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابو موسی اشعریؓ،

"وہ ایک راز ہے"، بولین آپ کا راز کسی سے نہ کہنا، چنانچہ حضرت انسؓ بن مالک نے اسکو اس طرح محفوظ رکھا کہ جب حضرت ثابتؓ سے یہ واقعہ بیان کیا، تو فرمایا کہ "مین نے اگر وہ راز کسی سے بیان کیا ہوتا تو تم سے ضرور بیان کرتا"[1]

ایک دن آپ کی خدمت مین تمام ازواج مطہرات جمع تھین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اسی حالت مین آگئین، آپ نے ان کو مرحبا کہا، اور اپنے پہلو مین بٹھالیا اور آہستہ سے اُنکے کان مین ایک بات کہی، وہ چیخ مار کر رو پڑین، پھر آہستہ سے ایک بات کہی جس سے وہ ہنس پڑین آپ چلے گئے تو حضرت عائشہؓ نے اس کی وجہ پوچھی، بولین آپکی زندگی مین مین آپ کا راز فاش نہین کرسکتی"[2]

حضرت حفصہؓ بیوہ ہوئین تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے انکی منگنی کرنی چاہی لیکن انھون نے کہا "مین اس سے معذور ہون" اب اُنھون نے حضرت ابوبکرؓ سے درخواست کی وہ خاموش ہو رہے، حضرت عمرؓ کو پہلی ناکامی کے بعد دوسری ناکامی کا بہت رنج ہوا، اُسکے چند روز کے بعد رسول اللہ صلعم نے خود نکاح کا پیغام بھیجا، نکاح ہوگیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے اپنے رنج کا ذکر کیا، تو اُنھون نے کہا کہ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ رسول اللہ صلعم نے حفصہؓ کا ذکر مخفی طور پر کیا تھا، لیکن مین آپ کا راز فاش کرنا پسند نہیں کرتا تھا، اگر آپ نکاح نہ کرتے تو مین ضرور نکاح کرلیتا"[3]

رسول اللہ صلعم نے تمام صحابہ مین منافقین کے نام صرف حضرت حذیفہؓ کو بتائے تھے، اس لیئے وہ صاحب سر رسول اللہ[4] کے لقب سے ممتاز تھے حضرت حذیفہؓ نے اس راز کو عمر بھر فاش نہین کیا، ایک بار حضرت عمرؓ نے اُن سے پوچھا کہ "میرے عمال مین کوئی منافق بھی

۱؎ مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۵۳، ۲؎ مسلم کتاب الفضائل مناقب فاطمہؓ ۳؎ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت حفصہؓ
۴؎ بخاری کتاب الاستیذان باب من القی لہ وسادۃ

ہے" بولے ایک شخص ہے، لیکن نام نہ بتاؤں گا[۱]" ایک بار اُنھون نے کہا کہ "اب صرف چار منافق رہ گئے ہین" ایک بدو نے کہا، "آپ لوگ اصحاب رسول اللہ ہین ہم کو ان کی کچھ خبر نہین ہی، آپ ہم کو اُن کے نام بتائیے، آخر کون لوگ ہین جو ہمارے گھرون مین نقب لگاتے ہین اور اسباب چرا لیجاتے ہین"؟ بولے "یہ تو بدکار لوگ ہین، منافق صرف چار ہین جن مین ایک اس قدر بوڑھا ہو گیا ہی کہ اگر ٹھنڈا پانی بھی پیئے تب بھی اس کو اس کی ٹھنڈک کا احساس نہ ہو[۲]"

جانورون پر شفقت

صحابۂ کرام جس طرح انسانون کے درد دکھ کو نہین دیکھ سکتے تھے اسی طرح ان کو جانورون کی اذیت و تکلیف بھی گوارا نہ تھی، حضرت انس بن مالک فرماتے ہین کہ جب ہم منزل پر اترتے تھے تو پہلے اونٹون کا کجاوہ کھول لیتے تھے، پھر نماز پڑھتے تھے[۳]"

ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن عمر نے دیکھا کہ ایک چرواہا ایک جگہ اپنی بکریان چرا رہا ہی ان کو دوسری جگہ اس سے بہتر نظر آئی تو اس سے کہا کہ "وہان لیجاؤ کیونکہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے کہ قیامت کے دن ہر راعی سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائیگا[۴]"

ایک دن آپ سے ایک صحابی نے کہا "یا رسول اللہ مجھے بکری ذبح کرنے پر رحم آتا ہے" فرمایا "اگر اس پر رحم کروگے، تو خدا تم پر بھی رحم کریگا[۵]"

ایک دن کچھ لوگ حضرت عبید اللہ اور حضرت عبد اللہ بن بشر کی خدمت مین آئے اور پوچھا کہ "ایک شخص گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اور اس کو کوڑا مارتا ہے، اس کے متعلق آپنے رسول اللہ صلعم سے کوئی روایت سُنی ہے"، بولے "نہین"، اندر سے ایک خاتون بولین

خدا خود کہتا ہی:-

---

[۱] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت حذیفہ [۲] بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۂ براۃ تفسیر و قاتلوا ائمۃ الکفر [۳] ابوداؤد کتاب الجہاد باب ما یؤمر بہ من القیام علی الدواب والبہائم [۴] ادب المفرد باب من اختار علی اخیہ ان لم یستشر [۵] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۴

وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم — زمین کے جانور اور ہوا کی چڑیان بھی تمھاری ہی طرح ایک امت ہین ۔

یعنی وہ بھی قابل رحم ہین ۔

دونون نے کہا "یہ ہماری بڑی بہن ہین" ۱

غیرت صحابۂ کرام اگرچہ فخر و غرور سے سخت نفور تھے تاہم انھون نے نہایت غیور طبیعت پائی تھی

ایک بار رسول اللہ صلعم حضرت عائشہ رض کے حجرے مین جلوہ افروز تھے حضرت زینب رض نے آپ کے لیے ایک پیالے مین کھانا بھیجا، حضرت عائشہ رض نے اس کو پٹک دیا اور وہ چور چور ہوگیا، اس پر آپ نے فرمایا،

غارت امکم — تمھاری مان کو غیرت آگئی ۲

حضرت عمر اس قدر غیور تھے کہ ایک بار آپ نے فرمایا کہ مجھے خواب مین جنت نظر آئی جس مین ایک محل کے گوشے مین ایک عورت وضو کر رہی تھی مین نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ جواب ملا کہ عمر کا، مین نے اس مین داخل ہونا چاہا لیکن عمر رض کی غیرت کے خیال سے واپس آیا ۳ حضرت عمر رض کی بیوی حضرت عاتکہ رض نماز فجر اور نماز عشا جماعت کے ساتھ مسجد مین ادا کرتی تھین اور حضرت عمر رض کو یہ سخت ناگوار تھا تاہم چونکہ رسول اللہ صلعم نے عورتون کو مسجد مین جانے کی اجازت دیدی تھی اس لیے منع بھی نہین کر سکتے تھے ۳ حضرت اسماء رض کہتی ہین کہ "مین اپنے شوہر حضرت زبیر رض کے گھر کا تمام کام خود کرتی تھی چنانچہ ایک بار وہ بڑی دور سے سر پر کھجورون کی گٹھلی لا رہی تھین راستہ مین رسول اللہ صلعم سے ملاقات ہوگئی اور آپ نے مجھ کو اپنے پیچھے سوار کر لینا چاہا لیکن مین حضرت زبیر رض کی غیرت کے خیال سے سوار نہین ہوئی" ۴

---

۱ اصابۃ تذکرہ حضرت عبید اللہ بن شبر الازنی ۲ بخاری کتاب النکاح باب الغیرۃ ۳ ایضاً کتاب الجمعۃ باب ہل علی من لم یشہد الجمعۃ غسل من النساء والصبیان وغیرہم ۴ مسلم کتاب السلام باب جواز ارداف المرأۃ الاجنبیۃ اذا اعیت فی الطریق،

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی،

والذین یرمون المحصنات ثم لم	جو لوگ پاکدامن بی بیون پر تہمت لگائین
یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوھم	اور اس پر چار گواہ نہ لاسکین انکو اسی کوڑے
ثمانین جلدۃ ولاتقبلوا لھم شھادۃ ابداً،	مارو اور (آئیندہ) انکی شہادت کبھی قبول کرو،

تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا "یا رسول اللہ اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی ہی؟ آپ نے انصار سے کہا" دیکھو تمھارے سردار کیا کہتے ہین؟ انصار نے کہا "یا رسول اللہ ان کو ملامت نہ کیجیئے وہ سخت غیور آدمی ہین، باکرہ عورت کے سوا کسی دوسری عورت سے نکاح نہین کیا، اور جب کسی عورت کو طلاق دی تو ان کی غیرت کے خیال سے ہم مین کسی نے اس سے نکاح کرنے کی جرأت نہین کی۔" حضرت سعد بن عبادہؓ بولے "یا رسول اللہ بخدا مجھے یقین ہے کہ یہ آیت حق ہے اور خدا کی جانب سے نازل ہوئی ہی لیکن مجھے تعجب اس پر ہوا کہ مین ایک عورت کو دیکھون کہ اسے ایک شخص اپنی ران پر بٹھائے ہی، اور اس کو مین اس وقت تک کچھ نہ کہہ سکون جب تک چار گواہ نہ جمع کرلون[1]۔"

---

[1] مسند ابی داود الطیالسی صفحہ ۳۴۲،

حُسنِ معاشرت

صلۂ رحم تمدن کی ابتدا درحقیقت صلہ رحمی سے ہوتی ہے، اگر باپ بیٹے کو، بیٹا باپ کو، بھائی بھائی کو چھوڑ دے، تو نوع انسان جانوروں کا ایک ریوڑ بنجائے، اس بنا پر قرآن وحدیث دونوں میں صلۂ رحمی کی نہایت فضیلت بیان کی گئی ہے، اور صحابۂ کرام میں فضیلت یہ عموماً پائی جاتی تھی،

حضرت مسطحؓ حضرت ابوبکرؓ کے قرابت دار تھے، اس لیے وہ ان کی کفالت کرتے تھے[1]، حضرت حفصہؓ نے اپنا گھر حضرت زید بن خطابؓ کی بیٹی کو عمر بھر کے لیے دیدیا تھا[2]،

ایک صحابی تھے جو اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور احسان کرتے تھے، اور ان کے ساتھ حلم وبردباری کے ساتھ پیش آتے تھے، مگر اُدھر سے تمام چیزوں کا جواب اُلٹا ملتا تھا، انھوں نے رسول اللہ صلعم سے اس کی شکایت کی تو فرمایا کہ "جب تک تم اس حالت کو قائم رکھوگے خدا کی جانب سے اُن کے مقابل میں تمھارا ایک مددگار رہیگا[3]"،

حضرت زینبؓ اپنے اعزہ واقارب کے ساتھ نہایت سلوک کرتی تھیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، :-

ولم ارامرأة قط خیرا فی الدین	میں نے زینب سے زیادہ دیندار، پرہیزگار، زیادہ سچی اور زیادہ صلہ رحمی
من زینب واتقی اللہ واصدق	

[1] بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضہن بعضا۔ [2] موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب فی القضاء فی العمری۔ [3] ادب المفرد باب فضل صلۃ الرحم۔

حدیفا وا وصل للرحم[۱]، کرنے والی عورت نہین دیکھی،

ایک بار حضرت عمرؓ نے ان کی خدمت مین ان کا سالانہ وظیفہ جس کی مقدار بارہ ہزار درہم تھی بھیجا تو اُنھون نے یہ رقم اپنے اعزہ کو تقسیم کردی[۲]،

حضرت عثمان رضؓ نے اپنے زمانہ خلافت مین اپنے اعزہ واقارب کے ساتھ جو فیاضیان کین ان کا محرک یہی صلہ رحمی تھی جس کا اظہار انھون نے عام طور پر کردیا تھا[۳]،

حضرت اسمارضؓ نے ایک جائداد حضرت عائشہ رضؓ سے وراثۃً پائی تھی، جس کو حضرت امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ پر خرید لیا، لیکن انھون نے اس رقم کو حضرت قاسم بن محمد اور حضرت ابن ابی عتیق پر ہبہ کردیا[۴]، حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے کہ چونکہ قاسم کو حضرت عائشہ رضؓ کی وراثت سے حصہ نہین ملا تھا، اس لیے حضرت اسماءؓ نے انکی دلشکنی کے خیال سے یہ رقم اُن کو دے دی،

صحابہ کرام کو صلہ رحمی کا اس قدر خیال تھا کہ حضرت عمرؓ صبح کے وقت اپنے بچون سے کہتے تھے کہ الگ الگ کھیلو، رل مل کر رہو گے تو تم مین جھگڑا فساد ہوگا، اور قطعہ رحم کرو گے[۵]،

یہ حسن سلوک صرف مسلمان اعزہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ صحابہ کرام اپنے ان اعزہ واقارب کے ساتھ بھی جو کافر تھے اسی قسم کا فیاضانہ برتاؤ کرتے تھے، ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت عمرؓ کو ایک ریشمی جوڑا دیا، تو انھون نے اس کو اپنے ایک مشرک بھائی کے پاس بھیجدیا جو کفرزار مکہ مین اقامت گزین تھا[۶]،

---

[۱] مسلم کتاب الفضائل باب فضل عائشہؓ [۲] اسد الغابہ تذکرہ حضرت زینبؓ بنت جحش [۳] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۶۲ [۴] بخاری کتاب الہبہ باب ہبۃ الواحد للجماعۃ [۵] ادب المفرد باب التفرقۃ بین الاحداث [۶] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب اللبس للجمعۃ

حضرت اسماءؓ ہجرت کرکے مدینہ گئیں تو ان کی والدہ جو کافرہ تھیں ان کے پاس آئیں اور مالی مدد مانگی حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ کیا وہ انکے ساتھ صلہ رحمی کرسکتی ہیں"؟ آپ نے فرمایا "ہاں"[1]

حضرت حفصہ رضی نے اپنے ایک یہودی قرابت دار کے لیے ایک جائداد کی وصیت کی تھی[2]

ماں باپ کے ساتھ سلوک

صحابۂ کرام والدین کی خدمت، اطاعت، اعانت اور ادب و احترام کا نہایت لحاظ کرتے تھے، ایک صحابی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "میرے پاس دولت ہے، اور میرا باپ اس کا محتاج ہے"! ارشاد ہوا کہ "تم اور تمھاری دولت دونوں تمھارے باپ کے ہیں[3]"

ایک دوسرے صحابی نے ایک باغ کو عمر بھر کے لیے اپنی ماں پر وقف کردیا[4]،

ایک بار کفار نے رسول اللہ صلعم کی گردن میں اونٹ کی اوجھ ڈال دی، حضرت فاطمہؓ دوڑ کے آئیں، اس کو آپ کے اوپر سے اتار کر پھینک دیا، اور کفار کو برا بھلا کہا[5]،

ایک صحابی نے خانہ کعبہ تک پا پیادہ چلنے کی نذر مانی تھی، لیکن بڑھاپے کی وجہ سے بغیر سہارے کے نہیں چل سکتے تھے، اس لیے اُن کے دونوں لڑکے ان کو ٹیک کرلائے اور حج کرے، رسول اللہ صلعم نے دیکھا تو فرمایا کہ "سوار ہو جاؤ، خدا کو تمھاری اور تمھاری نذر کی ضرورت نہیں[6]"

ایک بار رسول اللہ صلعم کی خدمت میں ایک عورت آئی اور کہا کہ "میرا شوہر میرے لڑکے کو چھین لینا چاہتا ہے، حالانکہ وہ مجھے فائدہ پہنچاتا تھا، اور میرے لیے کنوئیں سے پانی بھر لاتا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین [2] مسند دارمی کتاب الوصایا باب الوصیۃ لاہل الذمۃ [3] ابوداؤد کتاب البیوع فی الرجل یاکل من مال ولدہ [4] ایضاً باب من قال فیہ ولعقبہ [5] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المراۃ تطرح عن المصلی شیأ من الاذی [6] مسلم کتاب النذر باب من نذر ان یمشی الی الکعبۃ،

تھا"، آپ نے حکم دیا کہ قرعہ اندازی کر لو، باپ نے کہا کہ "میرے لڑکے میں کون دعویٰ دار ہو سکتا ہے"، آپ نے لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "یہ تمھارا باپ ہے، اور یہ تمھاری ماں ہے جس کا ہاتھ چاہو پکڑ لو" لڑکے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا[1]،

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اگرچہ جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف حصہ لینا پسند نہیں کرتے تھے، تاہم جب ان کے والد نے اصرار کیا تو اطاعت کے خیال سے مجبوراً شریک ہو گئے،

ایک بار حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُن سے اس کی وجہ پوچھی تو بولے "مجھ سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ روزہ رکھو، نماز پڑھو سوؤ، اور اپنے باپ کی اطاعت کرو" تو صفین کی شرکت کے لیے میرے باپ نے مجبور کیا، اس لیے میں شریک ہوا لیکن تلوار اٹھائی، نہ نیزہ مارا، نہ تیر چلایا[2]"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کھجور کی قیمت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی لیکن ایک بار حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کھجور کے ایک درخت میں شگاف کیا، اور اس سے جمار نکالا، لوگوں نے کہا "ایسا کیوں کرتے ہو؟ کھجور کا درخت تو بہت بیش قیمت ہو گیا ہے"، بولے "میری ماں نے مجھ سے اس کی فرمایش کی تھی، اور جہاں تک ہو سکتا ہے ان کی فرمایشوں کی تعمیل کرتا ہوں[3]"

مروان اکثر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا کرتا تھا، اس تعلق سے وہ ایک بار ذی الحلیفہ میں مقیم تھے، اور ان کی والدہ الگ دوسرے گھر میں تھیں، جب وہ اپنے گھر سے نکلتے تو ان کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے "السلام علیکم یا اماہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ" وہ فرماتیں "و علیک یا بنی و رحمۃ اللہ و برکاتہ"، پھر وہ فرماتے "خدا تم کو اسی طرح رحم کرے جس طرح

[1] ابو داؤد کتاب الطلاق باب من احق بالولد [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت اسامہ بن زید [4] ادب المفرد باب جزاء الوالدین

تم نے بچپن میں مجھ کو پالا، وہ جواب دیتے ہیں کہ خدا تم پر بھی اسی طرح رحم کرے جس طرح تم نے بڑے ہو کر میرے ساتھ سلوک کیا، جب گھر میں داخل ہوتے تب بھی اسی طرح آداب بجا لاتے ہیں[۱]

ان کی والدہ جب تک زندہ رہیں انھوں نے ان کو چھوڑ کر حج کرنا پسند نہیں کیا،[۲]

باپ کے تعلق سے باپ کے دوست و احباب بھی قابلِ تعظیم و مستحقِ خدمت ہو جاتے ہیں، اس لیے حدیث شریف میں آیا ہے :-

ابر البر ان یصل الرجل ود ابیہ،	سب سے زیادہ حسن سلوک یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوست سے بھی سلوک کرے،

صحابہ کرام اس حدیث پر اس شدت سے عمل کرتے تھے کہ ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سفر میں تھے، راہ میں ایک بدو ملا، انھوں نے اس کو اپنا عمامہ عنایت فرمایا، اور اس کو اپنے گدھے پر سوار کرایا، لوگوں نے کہا "یہ تو بدو ہیں ذرا سی چیز میں راضی ہو جاتے ہیں"، بولے "اس کا باپ ابن الخطاب کا دوست تھا، اور حدیث میں ہے کہ باپ کے دوست کی اولاد کے ساتھ سلوک کرنا بڑی نیکی کا کام ہے"[۳]

حضرت ابو الدرداءؓ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلام سفر کر کے ان کی عیادت کو گئے، انھوں نے پوچھا کہ "اس شہر میں کیوں آئے"، بولے صرف اس لیے کہ آپ میں اور میرے والد میں دوستانہ تعلقات تھے"[۴]

بھائی سے محبت صحابہ کرام بھائیوں سے نہایت محبت رکھتے تھے حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کا مقام حبشی میں انتقال ہوا اور لاش مکہ میں دفن ہوئی تو حضرت عائشہؓ فرط محبت سے اُن کی قبر کی زیارت کو آئیں اور ایک مشہور مرثیے کے یہ اشعار پڑھے :-

---

[۱] ادب المفرد باب جزاء الوالدین، [۲] مسلم کتاب الایمان باب ثواب العبد واجرہ اذا نصح لسیدہ واحسن عبادۃ اللہ [۳] مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب فضل صلۃ اصدقاء الاب والام ونحوہما۔ [۴] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۴۵۰،

وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃً — من الدھر حتی قیل لن یتصدعا

اور ہم دونون ایک مدت تک جذیمہ کے دونون ہم نشینون کی طرح ساتھ رہے یہان تک کہ لوگون نے کہا کہ ان مین کبھی جدائی نہ ہوگی"

فلما تفرقنا کانی ومالکا — لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا

لیکن جب جدائی ہوئی تو ایسی کہ گویا ہم نے اور مالک نے باوجود طویل ملاقات کے ایک رات بھی ساتھ بسر نہین کی تھی[1]،

حضرت عمرؓ کو اپنے بھائی زید سے اس قدر محبت تھی کہ وہ غزوۂ یمامہ مین شہید ہوے تو عمر بھر ان کا داغ دل سے نہ مٹ سکا، فرمایا کرتے تھے کہ "جب پروا ہوا چلتی ہے تو اس سے مجھے زید کی خوشبو آتی ہے[2]"

حضرت حمزہؓ غزوۂ احد مین شہید ہوئے، اور ان کی بہن حضرت صفیہؓ ان کا حال معلوم کرنے آئین تو حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ سے ملاقات ہوئی، لیکن ان لوگون نے یہ ظاہر کیا کہ ہم کو ان کی نسبت کچھ معلوم نہین، رسول اللہ صلعم کے پاس آئین تو آپ کو خوف پیدا ہوا کہ اس واقعہ سے کہین ان کی عقل نہ جاتی رہے، اس لیے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا، اور اُن کے لیے دعا کی، اُنھون نے انا للہ پڑھا اور رونے لگین[3]،

محبت اولاد | اولاد اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اس لیے صحابہ کرام اولاد سے نہایت محبت رکھتے تھے، ایک بار ایک صحابی نے بی بی کو طلاق دی اور بچے کو اس سے لینا چاہا، وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور کہا کہ "میرا پیٹ اس کا ظرف میری چھاتی اس کا مشکیزہ اور میری گود اس کا گہوارہ تھا اور اب اس کے باپ نے

---

[1] ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی الزیارۃ للقبور للنساء، [2] اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۹ تذکرہ زید بن الخطاب، [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت حمزہؓ

نے مجھے طلاق دی اور اس کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے،" آپ نے فرمایا "جب تک نکاح نہ کرلو، تم بچے کی سب سے زیادہ مستحق ہو[1]"

ایک بار حضرت عائشہ رضؓ کے پاس ایک عورت آئی، اُنھون نے اس کو تین کھجورین دین، اس نے ایک ایک بچون کو دیدی، اور ایک اپنے لیے رکھ چھوڑی، بچے کھجور کھا چکے تو مان کی طرف دیکھنے لگے، اس نے اپنے حصے مین سے بھی دو قاشین کین اور ایک ایک بچون کو دیدی، حضرت عائشہ رضؓ نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا، تو فرمایا تمھین تعجب کیا ہے اس کے رحم کے بدلے جو اس نے اپنے بچون پر کیا خدا نے اس پر بھی رحم کیا[2]"

ایک بار حضرت عائشہ رضؓ بخار مین مبتلا ہوئین، حضرت ابوبکرؓ اُن کے پاس آئے، حال پوچھا اور مُنھ چوم لیا[3]،

ایک صحابی کا بچہ جاتا رہا، ان کو سخت صدمہ ہوا، انھون نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے کہا "کوئی ایسی بات بتاؤ جس سے یہ غم غلط ہوجائے"۔ بولے "آپ نے فرمایا ہے کہ "ننھے بچے جنت کے کیڑے ہین[4]"

ایک صحابی آپ کی خدمت مین اپنے بچے کو لیکر حاضر ہوئے، اور اس کو چمٹانے لگے، آپ نے فرمایا "تم کو اس سے محبت ہے؟" بولے "ہان" فرمایا "اس سے زیادہ تم سے ارحم الراحمین کو محبت ہے[5]"

حضرت عثمان رضؓ کا عام قاعدہ یہ تھا کہ جب اُن کے کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو اس کو منگاتے اور فرط محبت سے سونگھتے[6]،

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کو اپنے بیٹے سالم کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ لوگ

---

[1] ابوداؤد کتاب الطلاق باب من احق بالولد، [2] ادب المفرد باب الوالدات رحیمات، [3] ابوداؤد کتاب الادب باب قبلۃ الجسد، [4] ادب المفرد، باب فضل من مات له الولد، [5] ادب المفرد باب رحمۃ العیال، [6] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عثمان رضؓ،

ان کو اس شیفتگی پر ملامت کرتے، لیکن وہ ان ملامتون کو سن کر فرماتے :-

یلوموننی فی سالم والومهم وجلدة بین العین والانف سالم[1]

"مجھے لوگ سالم کے بارہ مین ملامت کرتے ہین، اور مین لوگون کو ملامت کرتا ہون کیونکہ سالم کا چہرہ آنکھ اور ناک کے درمیان تمام عیوب سے پاک ہے"

اسی محبت کی بنا پر صحابۂ کرام کو بچے کے پیدا ہونے کی بڑی تمنا رہتی تھی حضرت سہل بن حنظلیہ ایک صحابی تھے جو ترک دنیا کر کے بالکل عزلت گزین ہو گئے تھے، تاہم اولاد کی اس قدر خواہش تھی کہ فرماتے تھے کہ "اگر میرے ایک ادھورا بچہ بھی پیدا ہو جاتا تو مجھے دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہوتا"[2]

اگر کوئی شخص اپنی اولاد سے محبت کا اظہار نہ کرتا تو صحابۂ کرام اس کو نہایت برا سمجھتے، ایکبار حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو عامل مقرر فرمایا، اس نے کہا "میرے متعدد لڑکے ہین، مگر مین نے کسی کو نہین چوما"، بولے "خدا صرف محبت کیش آدمیون پر رحم کرتا ہے"[3]

یہ محبت صرف اپنے ہی بچون کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ صحابۂ کرام عموماً بچون سے نہایت محبت رکھتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک بار راستے سے گذرے تو دیکھا کہ حبشی لڑکے کھیل رہے ہین، ان کو دو درہم دیئے[4]،

انھون نے ایک لونڈی کو جس سے ان کو بڑی محبت تھی آزاد کر دیا تھا، لیکن جب اسکے بچہ پیدا ہوا تو اس کو گود مین لے کر چوما، اور کہا کہ "واہ واہ اس سے اس لونڈی کی خوشبو آتی ہے"[5]

بچون کی پرورش | صحابۂ کرام بچون کی پرورش مین اپنے عیش وآرام کو بھی فراموش کر دیتے تھے،

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ سالم بن عبداللہ، [2] استیعاب تذکرہ حضرت سہل بن حنظلہؓ، [3] ادب المفرد باب من لا یرحم لم یرحم [4] ایضاً باب لعب الصبیان بالجوز، [5] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ،

حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے والد نے متعدد صغیر السن لڑکیوں کو چھوڑ کر انتقال کیا، تو حضرت جابرؓ نے اُن کی پرورش کی غرض سے ایک ثیبہ عورت سے شادی کی، رسول اللہ صلعم نے فرمایا "کنواری لڑکی سے کیون نہین شادی کی، وہ تم سے کھیلتی، تم اس سے کھیلتے"، تو بولے میرا باپ شہید ہوا اور صغیر السن لڑکیان چھوڑین، اگر انہی کی سی کمسن عورت سے شادی کرتا تو وہ نہ ان کو ادب سکھلاتی، نہ ان کی خبرگیری کرتی، اس لیے ایسی عورت سے نکاح کرنا پسند کیا جو اُن کو اکٹھا رکھے، اُن کے بالون مین کنگھی کرے، اُن کے سر سے جوئین نکالے، ان کے کپڑے پھٹ جائین تو ان کو سی دے، اور ان کی اصلاح و نگرانی کرے۔[۱]

حضرت ام سلیمؓ بیوہ ہوئین تو حضرت انس بن مالکؓ بچے تھے، اس لیے انھون نے یہ عزم بالجزم کر لیا کہ جب تک ان کی نشو و نما کامل طور پر نہ ہو جائے گی وہ دوسرا نکاح نہ کرین گی، چنانچہ انھون نے اس ارادہ کو پورا کیا، حضرت انسؓ خود بپاس گذارانہ لہجے مین اعتراف کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ میری مان کو جزاے خیر دے کہ اس نے میری ولایت کا حق ادا کیا۔[۲]

یہ وصف اگرچہ تمام صحابیات مین عموماً پایا جاتا تھا لیکن اس مین قریشی عورتین خاص طور پر ممتاز تھین، اس لیے رسول اللہ صلعم نے قریشی عورتون کی اس فضیلت کو خاص طور پر بیان فرمایا:۔

خیر نساء رکبن الابل نساء	عرب کی عورتون مین قریش کی عورتین
قریش احناھن علی ولد فی	سب سے اچھی ہین کہ بچون سے اُن کو بچپن
صغرہ وارعاہ علی	مین نہایت محبت رکھتی ہین اور شوہرون کے

[۱] مسلم کتاب البیوع باب بیع البعیر و استثناء رکوبہ۔ [۲] ایضاً کتاب الطلاق باب استحباب نکاح البکر و مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۵۸ [۳] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ام سلیمؓ۔

الزوج،[1] مال واسباب کی نگہداشت کرتی ہین،

صحابۂ کرام نہ صرف اپنی اولاد کی بلکہ اپنے اعزہ اپنے متعلقین بلکہ غیرون کی اولاد کی پرورش بھی اسی دلسوزی سے کرتے تھے

حضرت سعید بن اطول رض کے بھائی نے انتقال کیا، اور تین سو دینار اور چند صغیر السن بچے چھوڑے، انھون نے اس رقم کو ان بچون کی پرورش مین صرف کرنا چاہا، لیکن بھائی پر لوگون کا قرض تھا، اس لیے رسول اللہ صلعم کے ارشاد سے پہلے اس کو ادا کیا،[2]

حضرت حارث بن ہشام رض نے طاعون عمواس مین انتقال کیا، تو حضرت عمر رض نے انکی بی بی فاطمہ بنت ولید رض سے نکاح کر لیا، اور ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمن بن حارث رض کو اپنے آغوش تربیت مین لے لیا، اور اس لطف و محبت کے ساتھ ان کی تربیت فرمائی کہ خود حضرت عبدالرحمن رض کا بیان ہے کہ "مین نے عمر بن الخطاب سے بہتر کوئی مربی نہین دیکھا"[3]

جب حضرت زید بن حارثہ رض مکہ سے حضرت حمزہ رض کی صاحبزادی کو لائے تو ان کی پرورش کے متعلق حضرت علی رض اور حضرت جعفر رض مین اختلاف ہوا، حضرت جعفر رض کہتے تھے کہ "مین اس کا مستحق ہون، وہ میرے چچا کی لڑکی ہے، اور میرے نکاح مین اس کی خالہ ہے، جو بمنزلہ مان کے ہے،" حضرت علی رض فرماتے تھے کہ "وہ میرے بھی چچا کی لڑکی ہے اور میرے نکاح مین خود رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی ہین، جو لڑکی کی سب سے زیادہ مستحق ہین،" اب حضرت زید رض بھی مدعی ہو گئے، اور کہا کہ "مین اس کا مستحق ہون، مین نے اس کے لیے سفر کیا ہے اور اس کو یہان لایا ہون"

بالآخر رسول اللہ صلعم نے حضرت جعفر رض کے حق مین فیصلہ کیا،[4]

ایک عورت نے آپ کی خدمت مین زنا کا اقرار کیا، اس کے گود مین بچہ تھا، آپ نے

۱؎ بخاری کتاب النفقات باب حفظ المرأۃ زوجہا فی ذات یدہ والنفقۃ علیہ ۲؎ مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۳۶ ۳؎ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبدالرحمان بن حارث ۴؎ بخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضا مع فتح الباری

فرمایا "بچہ دودھ چھوڑ دے تو آنا" بچے نے دودھ چھوڑ دیا تو وہ آئی اور کہا کہ "مجھ پر حد شرعی جاری فرمائیے" آپ نے فرمایا "تمھارے بچہ کی پرورش کون کریگا؟" ایک انصاری بولے "میں یا رسول اللہ!" اب آپ نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا[۱]،

اگر کوئی شخص پرورش اولاد سے آزادی چاہتا تھا تو صحابۂ کرام اس کو سخت لعنت و ملامت کرتے، کسی شخص کے متعدد لڑکیاں تھیں، اس نے ان کی موت کی آرزو کی، تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سخت برہم ہوئے، اور کہا "کیا تم ان کو روزی دیتے ہو[۲]؟"

پرورش یتامیٰ یتیموں کی پرورش بڑی نیکی کا کام ہے، حدیث شریف میں آیا ہے:-

انا و کافل الیتیم کھاتین فی الجنۃ،	ہم یتیموں کی پرورش کرنے والے جنت میں اس قدر قریب ہوں گے جس قدر یہ دونوں انگلیاں قریب ہیں،

صحابۂ کرام کو اللہ تعالیٰ نے اس نیک کام کی توفیق دی تھی اس لیے وہ اپنے بچوں کی طرح یتیموں کی پرورش کرتے تھے،

حضرت زینبؓ متعدد یتیموں کی پرورش کرتی تھیں، ایک بار رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور حضرت بلالؓ کے ذریعہ سے دریافت کروایا کہ "وہ اپنے شوہر اور ان یتیموں کو صدقہ کریں تو جائز ہے؟" ایک دوسری صحابیہ بھی اسی غرض سے در دولت پر کھڑی تھیں، حضرت بلالؓ نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ "ان کو دوہرا ثواب ملے گا، ایک قرابت کا اور دوسرا صدقہ کا[۳]"

ایک یتیم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ شریک طعام ہوا کرتا تھا، ایک دن انھوں نے

---

[۱] دارقطنی صفحہ ۳۴ کتاب الحدود [۲] ادب المفرد باب من کرہ ان تیمنی موت البنات، [۳] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الزوج والایتام فی الحجر،

کھانا منگوایا، تو اتفاق سے وہ موجود نہ تھا، کھانے سے فارغ ہو چکے تو وہ آیا، انھون نے اور کھانا منگوانا چاہا، مگر گھر سے جواب آیا، اب ستو اور شہد لائے اور کہا "لو کچھ نقصان مین نہین رہے"[1]

حضرت عائشہ رض کے بھائی محمد بن ابی بکر رض کی لڑکیان یتیم ہو گئی تھین اور حضرت عائشہ رض انکی پرورش فرماتی تھین،[2]

پرورش کے علاوہ صحابۂ کرام اور طریقون سے بھی یتیمون کے ساتھ سلوک کرتے تھے، ایک یتیم نے ایک شخص پر ایک نخلستان کے متعلق دعوی کیا، لیکن رسول اللہ صلعم نے اس کے خلاف فیصلہ کیا، تو وہ رو پڑا، آپ کو اس پر رحم آگیا، اور مدعا علیہ سے فرمایا کہ "اس کو یہ نخلستان دیڈالو، خدا تم کو اس کے بدلے مین جنت مین نخلستان دے گا" لیکن اس نے انکار کر دیا، حضرت ابوالدحداح رض بھی موجود تھے، انھون نے اس سے کہا کہ "تم میرے باغ کے عوض اپنے باغ کو بیچتے ہو"؟ اس نے کہا "ہان" وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا کہ "جو نخلستان آپ یتیم کے لیے مانگتے تھے، اگر مین دیدون تو اس کے عوض مجھے جنت مین نخلستان ملے گا"؟ ارشاد ہوا "ہان"[3]

عام قاعدہ ہے کہ لوگ اپنی لڑکیون کی شادی یتیم بچون سے کرنا پسند نہین کرتے لیکن صحابۂ کرام کو یتیمون سے اس قدر محبت تھی کہ وہ اس معاملہ مین انھین ترجیح دیتے تھے حضرت صالح رض کی صاحبزادی سے حضرت عبداللہ بن عمر رض نے منگنی کی، ان کی بی بی بھی اس نسبت کو پسند کرتی تھین، لیکن انھون نے انکار کر دیا، اور ایک یتیم بچے کے ساتھ جو ان کی تربیت مین تھا، صاحبزادی کا نکاح کر دیا،[4]

---

[1] ادب المفرد باب فضل من یعول یتیما بین ابویہ [2] موطاے امام مالک کتاب الزکوۃ باب الزکوۃ فیہ من الحلی والتبر و العنبر [3] استیعاب تذکرہ حضرت ابوالدحداح رض [4] مسند جلد ۲ صفحہ ۹۷،

یتیمون کی پرورش کے ساتھ صحابۂ کرام نہایت دیانت کے ساتھ اُن کے مال کی نگہداشت بھی کرتے تھے اور اس کو ضائع ہونے سے بچاتے تھے بلکہ اس کو ترقی دیتے تھے، حضرت عمرؓ کا عام حکم تھا،

ابجروافی اموال الیتامی لاتاکلھا الزکوٰۃ،	یتیمون کے مال سے تجارت کرو کہ زکوٰۃ اُسے کھا نہ جائے،

حضرت عائشہؓ جن یتیمون کی پرورش کرتی تھین، ان کے مال لوگون کو دے دیتی تھین کہ تجارت کے ذریعہ سے اس کو ترقی دین[1]،

شوہر کی محبت صحابیات اپنے شوہرون سے نہایت محبت رکھتی تھین، حضرت زینبؓ کی شادی ابوالعاص سے ہوئی تھی، وہ حالتِ کفر مین تھے کہ بدر کا واقعہ پیش آگیا اور وہ گرفتار ہوگئے، آپ نے اسیرانِ جنگ کو فدیہ لیکر رہا کرنا چاہا، اور تمام اہلِ مکہ نے اپنے اپنے فدیے بھیجے، تو حضرت زینبؓ کے پاس ایک یادگار ہار تھا جس کو حضرت خدیجہؓ نے رخصتی کے وقت دیا تھا لیکن انھون نے ابوالعاص کے فدیہ مین مال کے ساتھ اس ہار کو بھی بھیجدیا، آپ نے اس کو دیکھا تو سخت رقت طاری ہوئی اور صحابہ کے مشورہ سے اُن کو آزاد کردیا، اور ہار بھی واپس دیدیا[2]،

حضرت حمنہ بنت جحشؓ کے شوہر شہید ہوئے، اور انھین ان کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی تو فرطِ محبت سے چیخ اُٹھین[3]،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا انتقال ہوا اور حضرت امام حسن علیہ السلام خلیفہ ہوئے تو اُنکی بی بی حضرت عائشہ الخثعمیہ نے کہا، "آپ کو حکومت مبارک ہو" سخت برہم ہوئے اور کہا کہ تم مجھے امیرالمومنین کے انتقال پر مبارکباد دیتی ہو، اور اسی غصہ کی حالت مین طلاق بائن دیدی،

---

[1] موطاے امام مالک کتاب الزکوٰۃ، زکوٰۃ اموال الیتامی والتجارۃ لہم فیہا [2] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی فداء الاسیر بالمال، [3] سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی البکاء علی المیت،

انھون نے منہ ڈھانک لیا، اور کہا کہ "مین نے تو یہ نیک نیتی سے کہا تھا، بعد کو انھون نے مہر وغیرہ کی رقم بھیجی تو اُس کو دیکھ کر وہ رو پڑین، اور کہا کہ "جدا ہونے والے دوست کے مقابل مین یہ نہایت حقیر چیز ہے"[۱]

حضرت عمرؓ کی بی بی حضرت عاتکہؓ روزے کے دنون مین فرط محبت سے اُنکے سر کا بوسہ لیتی تھین،[۲]

حضرت عاتکہؓ کو اپنے پہلے شوہر حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے نہایت محبت تھی، چنانچہ جب وہ غزوۂ طائف مین شہید ہوے تو حضرت عاتکہؓ نے ایک پُر درد مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے؛

فآلیت لا تنفک عینی حزینة ‌ ‌ ‌ ‌ علیک ولا ینفک جلدی اغبرا

مین نے قسم کھائی ہو کہ تمھارے غم مین میری آنکھین ہمیشہ پُرنم اور جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اُن سے شادی کی اور دعوت ولیمہ مین حضرت علیؓ کو بھی شریک کیا، تو انھون نے حضرت عاتکہؓ کو یہ شعر یاد دلایا، اور وہ رو پڑین، حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی تو اُن کا بھی نہایت پُر درد مرثیہ لکھا، اس کے بعد ان سے حضرت زبیرؓ نے شادی کی، اور وہ بھی شہید ہوئے، تو ان کا بھی نوحہ لکھا،[۳]

شوہر کی خدمت

صحابیات شوہر کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتی تھین اور نہایت پابندی کے ساتھ اس فرض کو بجا لاتی تھین، ازواج مطہرات مین حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلعم کو نہایت محبوب تھین، لیکن اس محبوبیت کا کوئی اثر رسول اللہ صلعم کی خدمت پر نہین پڑتا تھا، بلکہ سب سے زیادہ ان ہی کو آپ کا شرف خدمت حاصل ہوتا تھا، رسول اللہ صلعم کمال طہارت کی وجہ سے

---

[۱] دار قطنی صفحہ ۴۳۰ کتاب الطلاق [۲] موطا کتاب الصیام باب ما جاء فی الرخصة فی القبلة للصائم [۳] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عاتکہؓ

مسواک کو پہلے دُھلوا لیا کرتے تھے، اور اس پاک خدمت کو حضرت عائشہؓ ادا فرماتی تھیں[۱]،

ایک بار آپ کمل اوڑھ کر مسجد میں آئے، ایک صحابی نے کہا "یا رسول اللہ صلعم اس پر دھبہ نظر آتا ہے"، آپ نے اس کو غلام کے ہاتھ حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجدیا کہ دُھو کر خشک کر کے میرے پاس بھیجدیں، حضرت عائشہؓ نے کٹورے میں پانی منگایا، خود اپنے ہاتھ سے دُھویا، خشک کیا اور اس کے بعد آپ کے پاس بھیجدیا[۲]،

جب رسول اللہ صلعم احرامِ حج باندھتے تھے اور احرام کھولتے تھے، تو وہ جسم مبارک میں خوشبو لگاتی تھیں[۳]،

جب آپ خانۂ کعبہ کو ہدی بھیجتے تھے تو وہ ان کے گلے کا قلادہ بٹتی تھیں[۴]،

صحابۂ کرام جب تمام دنیا کی خدمت و اعانت سے محروم ہو جاتے تھے، تو اس بیکسی کی حالت میں صرف ان کی بیبیاں ان کا ساتھ دیتی تھیں،

رسول اللہ صلعم تخلفِ غزوۂ تبوک کی بنا پر حضرت ہلال بن امیہ سے ناراض ہوئے اور اخیر میں تمام مسلمانوں کی طرح اُن کو بی بی سے بھی تعلقات کے منقطع کر لینے کا حکم دیا، وہ حاضر خدمت ہوئیں اور کہا کہ "وہ بوڑھے آدمی ہیں، ان کے پاس نوکر چاکر نہیں، اگر میں اُن کی خدمت کروں تو آپ ناپسند فرمائیں گے"؟ ارشاد ہوا "نہیں[۵]"!

شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت

مرد و زن کے معاشرتی تعلقات پر اس کا نہایت عمدہ اثر پڑتا ہے کہ بیوی نہایت دیانت کے ساتھ شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت کرے اور صحابیات میں یہ دیانت اس شدت سے پائی جاتی تھی کہ مال و اسباب تو در کنار جو چیز شوہر سے تعلق رکھتی تھی اس میں بغیر اس کی اجازت کے کسی قسم کا تصرف کرنا پسند نہیں کرتی تھیں،

---

[۱] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب غسل السواک [۲] ایضاً باب الاعادۃ من النجاسۃ تکون فی الثوب، [۳] ایضاً کتاب المناسک باب الطیب عند الاحرام [۴] ایضاً باب من بعث بہدیہ و اقام۔ [۵] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ تبوک۔

حضرت اسماءؓ کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی، ایک بار وہ گھر مین تھین کہ ایک غریب سوداگر آیا کہ اپنے سایۂ دیوار مین مجھ کو سودا بیچنے کی اجازت دیجئے، وہ عجیب کشمکش مین مبتلا ہوئین فیاضی اور کشادہ دلی سے اجازت دینا چاہتی تھین لیکن شوہر کے حکم کے بغیر اجازت نہین دے سکتی تھین بولین "اگر مین اجازت دیدون اور زبیرؓ انکار کردین تو بڑی مشکل پڑے گی، زبیر کی موجودگی مین آؤ اور مجھ سے سوال کرو" وہ اسی حالت مین آیا اور کہا "یا ام عبداللہ مین محتاج آدمی ہون آپ کی دیوار کے سایہ مین کچھ سودا بیچنا چاہتا ہون" بولین "تم کو مدینہ مین میرا ہی گھر ملتا تھا" حضرت زبیرؓ نے کہا "تمھارا کیا بگڑتا ہے جو ایک محتاج کو بیع و شرا سے روکتی ہو"؟ وہ تو چاہتی ہی تھین، اجازت دیدی[1]، وہ نہایت فیاض تھین، اس لیے صدقہ و خیرات کرنا بہت پسند کرتی تھین، لیکن شوہر کے مال کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا، اور شوہر کے مال مین بلا اجازت تصرف نہین کرسکتی تھین، مجبوراً رسول اللہ صلعم سے دریافت فرمایا کہ "مین زبیرؓ کی آمدنی مین سے کچھ صدقہ کرون تو کیا کوئی گناہ کی بات ہے"؟ ارشاد ہوا کہ "جو کچھ ہو سکے دو[2]" ایک دفعہ رسول اللہ صلعم نے عورتون سے بیعت لی تو ان مین سے ایک خاتون اٹھین اور کہا کہ "ہم اپنے باپ بیٹے اور شوہر کے محتاج ہین، اُن کے مال مین سے ہمارے لئے کس قدر لینا جائز ہے"؟ آپ نے فرمایا اس قدر کہ کھا پی لو اور ہدیہ دو[3]"

اگرچہ یہ وصف عموماً تمام صحابیات مین پایا جاتا تھا، لیکن اس باب مین قریش کی عورتین خاص طور پر ممتاز تھین، چنانچہ خود رسول اللہ صلعم نے اپنی زبان مبارک سے اُنکی اس خصوصیت کو نمایان کیا:-

نساء قریش خیر نساء رکبن الابل احناہ علی طفل — قریش کی عورتین کس قدر اچھی ہین بچون سے محبت رکھتی ہین اور

---

[1] مسلم کتاب السلام باب جواز ارداف المرأۃ الاجنبیۃ اذا اعیت فی الطریق [2] ایضاً کتاب الزکوۃ باب الحث علی الصدقۃ ولو بالقلیل
[3] ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب المرأۃ تتصدق من بیت زوجہا

وراعاہ علی زوج فی ذات یدہٖ[1] اور شوہروں کے مال و اسباب کی نگرانی کرتی ہیں،

شوہر کی خوشنودی صحابیات اپنے شوہروں کی رضامندی اور خوشنودی کا نہایت خیال رکھتی تھیں حضرت حولاءؓ عطر فروش تھیں، ایک دن حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ "میں ہر رات کو خوشبو لگاتی ہوں، بناؤ سنگار کرکے دلہن بنجاتی ہوں اور خالصۃً لوجہ اللہ اپنے شوہر کے پاس جاکر سو رہتی ہوں، لیکن پھر بھی وہ متوجہ نہیں ہوتے اور منھ پھیر لیتے ہیں، پھر ان کو متوجہ کرتی ہوں اور وہ اعراض کرتے ہیں" رسول اللہ صلعم آئے تو آپ سے بھی اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا "جاؤ اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہو"[2]

ایک روز آپ نے حضرت عائشہؓ کے ہاتھ میں چاندی کے چھلے دیکھے فرمایا "عائشہ یہ کیا ہے؟" بولیں "میں نے اسکو اسلیے بنایا ہے کہ آپ کے لیے بناؤ سنگار کروں"[3] ایک صحابیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اُن کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے، آپ نے اُن کے پہننے سے منع فرمایا، بولیں "اگر عورت شوہر کے لیے بناؤ سنگار نہ کرے گی تو اس کی نگاہ سے گر جائے گی"[4]

بی بی کی محبت جس طرح صحابیات اپنے شوہروں سے بحد محبت رکھتی تھیں، اسی طرح صحابہ کرام بھی بیویوں سے نہایت محبت رکھتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی بی بی کو اسقدر چاہتے تھے کہ جب حضرت عمرؓ نے اُن کو طلاق دینے پر مجبور کیا تو انھوں نے صاف انکار کر دیا، معاملہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اطاعتِ والدین کے خیال سے ان کو طلاق دینے کا حکم دیا،[5]

ایک بار وہ سفر میں تھے، معلوم ہوا کہ ان کی بی بی سخت بیمار ہیں، ان کے پاس

---

[1] مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل نساء قریش [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت حولاءؓ [3] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب الکنز ما ہو و زکوٰۃ الحلی [4] نسائی کتاب الزینہ صفحہ ۲۷۵ [5] ابوداؤد کتاب الادب باب فی بر الوالدین،

آنے کے لیے نہایت تیز رفتاری سے کام لیا، اور عشاء و مغرب کی نماز ایک ساتھ ادا کی[۱]

ایک بار حضرت امام حسنؓ نے اپنی بی بی حضرت عائشہؓ بنت الخلیفۃ الخثعمیہ کو غصہ کی حالت مین طلاق بائن دیدی، بعد کو مہر کی رقم بھیجی تو وہ اس کو دیکھ کر رو پڑین اور کہا کہ "جدا ہونے والے دوست کے مقابل مین یہ نہایت حقیر چیز ہے" قاصد نے حضرت امام حسنؓ کو اس کی خبر دی تو بے اختیار رو پڑے اور فرمایا کہ "اگر طلاق بائن نہ دے چکا ہوتا تو رجعت کر لیتا[۲]"،

حضرت عبد اللہ بن ابی بکر کو اپنی بی بی عاتکہؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کے عشق مین جہاد تک کو ترک کر دیا تھا، اس خیال سے حضرت ابو بکرؓ نے ان کو طلاق دینے پر مجبور کیا، پہلے تو انھون نے "ٹالا" لیکن جب ان کی طرف سے سخت اصرار ہوا تو اطاعت والدین کے خیال سے طلاق دی اور یہ اشعار کہے :-

اعاتک لا انساک ما در شارق ... وما ناح قمری الحمام المطوق

اے عاتکہ جب سورج چمکتا ... اور قمری بولتی رہیگی مین تجھے نہ بھولونگا

اعاتک قلبی کل یوم ولیلۃ ... الیک بما تخفی النفوس معلق

اے عاتکہ میرا دل ہر دن اور ہر رات ... بصد ہزار تمنا و شوق تجھ سے لگا ہوا ہے

ولم ار مثلی طلق الیوم مثلہا ... ولا مثلہا فی غیر جرم تطلق

مجھ جیسے شخص نے اس جیسی عورت کو کبھی طلاق نہ دی ہوگی اور نہ ایسی عورت کو بغیر گناہ طلاق دیگئی،

حضرت ابو بکرؓ پر ان اشعار کا سخت اثر ہوا اور انھون نے رجعت کرنے کی اجازت دے دی[۳]،

---

[۱] بخاری کتاب الجہاد باب السرعۃ فی السیر [۲] دار قطنی صفحہ ۴۴۳، کتاب طلاق [۳] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عاتکہؓ بنت زید

حضرت مغیثؓ ایک غلام تھے، ان کی شادی حضرت بریرہؓ سے ہوئی تھی حضرت بریرہؓ آزاد ہوگئیں، تو حضرت مغیثؓ سے قطع تعلق کرنا چاہا، رسول اللہ صلعم نے اُن کو اس ارادہ سے روکا لیکن بولیں کیا یہ آپ کا حکم ہے؟" فرمایا نہیں میں سفارش کرتا ہوں، وہ راضی نہ ہوئیں، حضرت مغیثؓ ان کے فراق سے بدحواس ہوگئے، ان کے رخساروں پر آنسوؤں کی چادر دیکھ کر آپ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا "مغیث کی محبت اور بریرہ کا بغض تم کو عجیب نہیں معلوم ہوتا"[1]

ایک بار صحابہ کرام حج سے واپس آرہے تھے، ذوالحلیفہ کے پاس پہنچے تو انصار کے لڑکے استقبال کے لیے نکلے، ان ہی صحابہ میں حضرت اسید بن حضیرؓ بھی تھے، انکے خاندان کے بچوں نے ان کو بی بی کے انتقال کی خبر سنائی تو وہ منہ ڈھانک کر رونے لگے، حضرت عائشہؓ نے کہا "آپ قدیم الاسلام صحابی ہو کر ایک عورت کے لیے اس طرح روتے ہیں" بولے "سچ ہے سعد بن معاذ کے بعد مجھے کسی پر ایں رونا نہیں چاہیئے"[2]

اس محبت کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام عورت کے حقِ صحبت کا اس قدر لحاظ رکھتے تھے کہ عورت کی درشت خوئی بھی اس کو فراموش نہیں کرا سکتی تھی، حضرت لقیط بن صبرہؓ وفد بنو منتفق کے ساتھ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اپنی بی بی کی بدزبانی کی شکایت کی آپ نے فرمایا تو پھر طلاق دیدو، انھوں نے کہا "یارسول اللہ مدت کا ساتھ ہے، اور اس سے ایک بچہ بھی ہے" فرمایا کہ "اس کو نصیحت کرو، اگر راہ راست پر آجائے تو بہتر ہے ورنہ اس کو لونڈی کی طرح نہ مارو"[3]

ہمسایوں کے ساتھ سلوک صحابہ کرام ہمسایوں کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کرتے تھے اور اسمیں

۱؎ ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی المملوکۃ تعتق وہی تحت حر او عبد ۲؎ مسند جلد ۴ صفحہ ۳۵۲ ۳؎ ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الاستنثار،

کافر و مسلم کی تفریق روا نہیں رکھتے تھے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک بکری ذبح کی، پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا، گھر والوں سے پوچھا کہ "تم نے ہمارے یہودی ہمسایہ کے پاس گوشت بھیجا یا نہیں؟ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جبرئیل نے مجھ کو ہمسایون کے ساتھ حسن سلوک کی اس شدت سے وصیت کی کہ مین سمجھا کہ اسکو شریک وراثت بنا دین گے"[۱]

صحابۂ کرام خود بھوکے رہتے تھے، اور اپنے ہمسایون کو کھلاتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ نے حضرت جابرؓ کے پاس گوشت کی گٹھری دیکھی، تو بولے "کیا تم لوگ اپنی بھوک کو اپنے ہمسایے اور اپنے چچازاد بھائی کے لیے نہین مارنا چاہتے"[۲]

اگر کوئی شخص ہمسایون کے ساتھ برا سلوک کرتا، تو صحابۂ کرام اس کو نہایت برا سمجھتے، ایک بار ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے شکایت کی کہ "میرا پڑوسی مجھے ستاتا ہے" آپ نے فرمایا، جاؤ اور گھر سے اپنا تمام اسباب نکال کر باہر ڈال دو، اس نے تعمیل ارشاد کی، لوگون نے دیکھا تو پوچھا "کیا معاملہ ہے"؟ بولا "میرے پڑوسی نے مجھے ستایا ہے"، تمام صحابہؓ نے کہا "اس پر خدا کی لعنت ہو، اس نے سنا تو کہا "گھر مین چلو اب نہ ستاؤن گا"[۳]

غلامون کے ساتھ سلوک صحابۂ کرام غلامون کے ساتھ بالکل مساویانہ برتاؤ کرتے تھے، اور جو خود پہنتے تھے وہی اُن کو بھی پہناتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی لڑکیون کی طرح اپنی لونڈیون کو بھی سنہرے زیورات پہناتے تھے[۴]، ایک بار کچھ لوگ ان سے ملنے کو آئے، دیکھا کہ اُن کے غلام کے گلے مین سونے کا طوق پڑا ہوا ہے، ہر ایک دوسرے کی طرف تعجب سے دیکھنے لگا، بولے "تمھاری نگاہ برائیون ہی پر پڑتی ہے"[۵]

ایک بار حضرت ابوذر غفاریؓ ایک حلہ پہنے ہوے تھے، اور غلام کو بھی ویسی ہی پہنایا تھا

---

[۱] ابوداؤد کتاب الادب باب فی حق الجوار، [۲] موطائے امام مالک کتاب الجامع باب ماجاء فی اکل اللحم، [۳] ادب المفرد، باب شکایۃ الجار، [۴] موطائے امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب مالا زکوٰۃ فیہ من الحلی و التبر و العنبر، [۵] ادب المفرد باب فضول النظر،

تھا، اس کا سبب دریافت کیا گیا تو بولے "مین نے ایک غلام کو ایک دفعہ بُرا بھلا کہا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ابوذر! تم مین اب تک جاہلیت کا اثر باقی ہے، یہ لوگ تمھارے بھائی ہین، خدا نے ان کو تمھارے ہاتھ مین دیدیا ہے، تو جس کا بھائی اس کے ہاتھ مین ہو وہ اس کو وہی کھلائے پلائے جو خود کھاتا پیتا ہے[1]"

ایک بار رسول اللہ صلعم نے ان کو ایک غلام دیا، اور یہی نصیحت کی تو انھون نے اپنا کپڑا پھاڑ کر آدھا غلام کو بھی دیدیا[2]،

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے گاڑھے کی دو قمیصین خریدین، ساتھ مین ان کا غلام بھی تھا، بولے "اس مین تمھین جو پسند ہو لے لو، اس نے ایک لے لی[3]"

ایک بار حضرت ابوالیسرؓ کے جسم پر دو مختلف قسم کے کپڑے تھے اور اُن کے غلام کے بدن پر بھی اسی قسم کے مختلف کپڑے تھے، ایک شخص نے کہا کہ اگر آپ لوگ ایک ایک کپڑا دوسرے سے بدل لیتے تو ہمرنگ ہو کر پورا حلہ یعنی جوڑا ہو جاتا، بولے "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ غلامون کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو، یعنی اس طریقہ سے دونون کپڑے ہمرنگ تو ہو جاتے لیکن اس سے کپڑون مین اختلاف ہو جاتا اور مساوات زائل ہو جاتی،

صحابۂ کرام غلامون کی زد و کوب کو نہایت بُرا سمجھتے تھے، ایک بار ایک شخص نے اپنے غلام کے منہ پر طمانچہ مارا، حضرت سویدؓ بن مقرن نے فرمایا، طمانچہ کے لیے تم کو صرف اس کا چہرہ ہی ملا تھا، ہمارے بھائیون مین ایک نے غلام کو مارا تھا تو آنحضرت صلعم نے اُس کے آزاد کرنے کا حکم دیا تھا[4]"

---

[1] بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من امر الجاہلیۃ [2] فتح الباری ج ۱ ص ۸۱، [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت علیؓ [4] ادب المفرد باب اکسوہم مما تلبسون [5] مسلم کتاب النذور باب صحبۃ الممالیک کفارۃ من لطم عبدہ،

زدو کوب، تو بڑی بات ہے صحابۂ کرام لونڈیوں اور غلاموں کو آدھی بات بھی کہنا پسند نہیں کرتے تھے، ایک بار رات کو عبد الملک اٹھا اور اپنے خادم کو آواز دی اس نے آنے میں دیر لگائی، تو اس نے اس پر لعنت بھیجی حضرت ام الدرداءؓ اس کے محل میں تھیں، صبح ہوئی تو کہا کہ "تم نے رات اپنے خادم پر لعنت بھیجی حالانکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ لعنت بھیجنے والے قیامت کے دن شفعا یا شہدا نہ ہوں گے"[۱]

ایک بار حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اپنے ایک دوست سے ملنے آئے وہ موجود نہ تھے، ان کی بی بی سے پانی مانگا، اُس نے لونڈی کو ہمسایہ کے گھر بھیجا کہ دودھ مانگ لائے، لونڈی نے آنے میں دیر لگائی تو اس نے اس پر لعنت بھیجی حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ گھر سے نکل آئے، اُن کے دوست آئے تو کہا "آپ کیا پردہ تھا، گھر میں آکر بیٹھے ہوتے، کھایا پیا ہوتا"، بولے سب کچھ کرلیا، لیکن آپ کی بی بی نے لونڈی پر لعنت بھیجی، اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "اگر لعنت بے محل ہوتی ہے تو خود لعنت بھیجنے والے پر لوٹ آتی ہے" اس لیے مجھے خوف پیدا ہوا کہ شاید لونڈی بے قصور ہو اور وہ لعنت آپ کی بی بی پر لوٹ آئے، اور میں اس کا سبب ہوں، اس خیال سے گھر سے باہر نکل آیا"[۲]

صحابۂ کرام غلاموں کے آرام و آسایش کا نہایت خیال رکھتے تھے، ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے گھر کا منتظم آیا تو انھوں نے پوچھا، "غلاموں کو کھانا دیا یا نہیں؟" بولا "نہیں"، فرمایا جاؤ اور دو، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "یہ تو بڑے گناہ کی بات ہے کہ آدمی غلاموں کی روزی کو روک رکھے"[۳]

---

[۱] مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب النہی عن لعن الدواب وغیرہا۔ [۲] مسند ابن حنبلؓ جلد اول صفحہ ۴۰۸ مسند عبد اللہ ابن مسعودؓ [۳] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک،

صحابۂ کرام غلاموں سے کبھی سخت کام نہیں لیتے تھے، ایک بار ایک شخص حضرت سلمان فارسیؓ کے یہاں آیا دیکھا کہ بیٹھے ہوئے آٹا گوندھ رہے ہیں، اس نے کہا کہ "غلام کہاں ہے؟ بولے ہم نے اس کو ایک کام کے لیے بھیجا ہے، اس لیے یہ پسند نہیں کیا کہ اس سے دو دو کام لیں"[۱]

حضرت عثمانؓ رات کو اُٹھ کر خود وضو کا پانی لے لیا کرتے تھے، لوگوں نے کہا "اگر آپ کسی خادم سے کہدیتے تو وہ یہ کام کردیتا" بولے نہیں رات ان کے آرام کے لیے ہے"[۲]

اسی حسن سلوک کا یہ نتیجہ تھا کہ غلام صحابۂ کرام پر جان دیتے تھے، اور ان کے ارشادات کی بطیب خاطر تعمیل کرتے تھے، افلح نامی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا غلام تھا، انھوں نے اس کو مکاتب بناکر آزاد کرنا چاہا تو تمام لوگوں نے اس کو مبارکباد دی، لیکن بعد میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے معاہدۂ کتابت کو فسخ کرنا چاہا، اور اس کے یہاں کہلا بھیجا کہ تمہیں مثل سابق کے غلامی کی حالت میں رہنا ہوگا، افلح کے اہل وعیال نے کہا "کیا تم پھر غلام بنتا پسند کروگے؟ حالانکہ خدا نے تم کو آزاد کردیا تھا" لیکن اس نے کہا کہ "میں انکی کسی بات کا انکار نہیں کرسکتا، چنانچہ خود اس معاہدہ کو فسخ کردیا، اس کے چند دنوں کے بعد حضرت ابو ایوبؓ نے اس کو آزاد کردیا، اور کہا کہ "جو مال تمہارے پاس ہو وہ کل تمہارا ہے"[۳]

باہمی محبت | صحابۂ کرام باہم نہایت الفت ومحبت رکھتے تھے، اس لیے جب کسی صحابی کو کسی قسم کا دکھ درد پہنچتا تھا، تو دوسرے صحابہ کے دل بھر آتے تھے حضرت عمرؓ کو جب ابن لولو نے زخمی کیا تو تمام صحابہ کو اس قدر رنج ہوا کہ گویا اُن پر کبھی ایسی مصیبت نہیں آئی تھی، حضرت عائشہؓ الگ رو رہی تھیں حضرت صہیبؓ پاس آئے اور واخیاہ، واصاحباہ کہکر رونے لگے[۴]

---

[۱] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عثمانؓ [۳] طبقات ابن سعد تذکرہ افلح [۴] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفانؓ [۵] نسائی کتاب الجنائز باب النیاحۃ علی المیت

حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو تمام صحابہ نے اُن کے تابوت کو گھیر لیا، اور دعائیں کرنے لگے[۱] حضرت علیؓ نے پاس پہنچکر کہا "خدا تم پر رحم کرے مجھے توقع ہے کہ خدا تم کو تمھارے دونوں رفقا، (حضرت ابوبکرؓ و رسول اللہ) کی معیت عطا کریگا، کیونکہ رسول اللہ صلعم اکثر کہا کرتے تھے کہ "مین ابوبکرؓ اور عمرؓ تھے"، "مین نے ابوبکرؓ اور عمرؓ نے یہ کام کیا تھا"[۲]

صحابہ کرام حضرت عمرؓ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوے تو سب کے سامنے دسترخوان بچھایا گیا، لیکن رنج و غم کی وجہ سے کسی نے کھانے کو ہاتھ لگانا پسند نہین کیا، بالآخر حضرت عباسؓ کے سمجھانے سے سب نے کھانا کھایا[۳]

ایک بار صحابہ کرام رسول اللہ صلعم کے ساتھ شہداء کے مزار کی زیارت کو نکلے[۴] پہاڑ پر چڑھے تو قبرین نظر آئین، محبت کے لہجے مین بولے "یارسول اللہ! یہ ہمارے بھائیون کی قبرین ہین" فرمایا "ہمارے اصحاب کی قبرین ہین"[۵]

ایک بار واقد بن عمروؓ بن سعد بن معاذ حضرت انس بنؓ مالک کی خدمت مین حاضر ہوئے، انھون نے نام پوچھا، اور سلسلۂ نسب مین حضرت سعد بنؓ معاذ کا نام آیا، تو فرمایا "تمھاری صورت سعدؓ سے مشابہ ہے، وہ سب مین بڑے اور لمبے تھے" یہ کہہ کر رو پڑے[۶]

ایک دن حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے سامنے کھانا آیا، اُن کو ابتدائے اسلام کا افلاس یاد آگیا، بولے "مصعب بنؓ عمیر مجھ سے بہتر تھے، وہ شہید ہوے اور ایک چادر کے سوا ان کو کفن میسر نہ ہوا، حمزہؓ یا کوئی اور صحابی جو مجھ سے بہتر تھے شہید ہوئے، اور ایک چادر کے سوا ان کو کفن نہ ملا، شاید دنیا ہی مین ہم کو ہمارے طیبات مل گئے"، یہ کہہ کر رونے

[۱] سنن ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الصدیقؓ [۲] بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکرؓ [۳] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عباسؓ [۴] ابوداؤد کتاب المناسک باب زیارۃ القبور [۵] نسائی کتاب الزینۃ باب لبس الدیباج المنسوج بالذہب [۶] ترمذی کتاب اللباس باب لبس الحریر فی الحرب

گئے اور کھانا چھوڑ دیا،[۱]

باہمی اعانت

صحابۂ کرام مصیبت مین آفت مین کشمکش مین ایک دوسرے کی اعانت فرماتے تھے، جنگ کی حالت مین ہر شخص کو اپنی ہی جان کی فکر رہتی ہے لیکن صحابۂ کرام اس موقع پر بھی دوسرون کی اعانت کے لیے اپنی جان تک کو خطرہ مین ڈال دیتے تھے حضرت ابوقتادہؓ کا بیان ہے کہ مین نے حنین مین دیکھا کہ ایک کافر ایک مسلمان پر غالب آنا چاہتا ہے، مین چکر دے کے آیا، اور اس کی پشت کی جانب سے گردن پر ایک تلوار ماری وہ میری طرف بڑھا اور مجھ کو اس طرح دبوچ لیا کہ مجھے موت کی خوشبو آنے لگی، اور پھر مر ہی کے چھوڑا،[۲]

قبیلۂ اشعری کے لوگ مدینہ مین ہجرت کرکے آگئے تھے، ان لوگون مین باہم اس قدر تعاضد و تعاون تھا کہ جب غزوات مین ان کا زادراہ ختم ہو جاتا تھا، یا خود مدینہ مین مبتلاے فقر و فاقہ ہو جاتے تھے تو ہر شخص کے گھر مین جو کچھ ہوتا تھا، وہ لا کر سب کے سامنے رکھ دیتا تھا، اور یہ سب لوگ اس کو برابر برابر تقسیم کر لیتے تھے[۳]

ہمسایہ عورتین اپنی پڑوسنون کو ہر قسم کی مدد دیتی تھین حضرت اسماءؓ کو روٹی پکانا نہین آتی تھی، لیکن اُن کی پڑوسنین اُن کی روٹی پکا دیا کرتی تھین،[۴]

ایک دن کچھ مفلوک الحال لوگ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہا کہ خدا کی قسم نہ ہم کو نفقہ ملتا ہے نہ سواری ملتی ہے نہ اسباب ملتا ہے، بولے اگر چاہو تو خدا جو توفیق دے ہم دیدین ورنہ بادشاہ کے دربار مین تمھاری سفارش کردین اور اگر جی مین آئے تو صبر کرو، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ فقراء مہاجرین اغنیاء سے چالیس سال پیشتر جنت مین داخل ہونگے، اُن لوگون نے کہا ہم صبر کرتے ہین، اور کچھ نہین مانگتے،[۵]

۱؎ بخاری کتاب الجنائز باب الکفن من جمیع المال مع فتح الباری ۲؎ ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی السلب یعطی القاتل ۳؎ مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل الاشعریین ۴؎ مسلم کتاب السلام باب جواز ارداف المرأۃ الاجنبیۃ اذا اعیت فی الطریق ۵؎ مسلم کتاب الزہد

حضرت زبیرؓ نے لاکھون روپیے قرض چھوڑ کر انتقال فرمایا تھا، اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اسکو ادا کرنا چاہتے تھے ایک بار حضرت حکیم بن حزامؓ سے ملاقات ہوگئی؛ تو انھون نے کہا "یہ قرض کیونکر ادا کروگے؟ اگر مجبور ہوجانا تو مجھسے اعانت کی درخواست کرنا، مین اعانت کرونگا" یہ صرف زبانی دعوی نہ تھا، بلکہ انھون نے چار لاکھ سے ان کی اعانت بھی کرنا چاہی؛ لیکن انھون نے قبول نہین کیا۔[۱]

جب عورتون کو شکایت پیدا ہوتی تھی، تو وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت مین حاضر ہوکر اپنا درد دکھ کہتی تھین؛ وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین نہایت پرزور طریقہ سے ان کی سفارش کرتی تھین؛ ایک بار اُن کی خدمت مین ایک عورت سبز دوپٹہ اوڑھ کر آئی، اور جسم کھولکر دکھایا کہ شوہر نے اس قدر مارا ہی کہ بدن پر نیل پڑ گئے ہین؛ رسول اللہ صلعم تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ "مسلمان عورتین جو مصیبت برداشت کر رہی ہین، ہم نے ویسی مصیبت نہین دیکھی، دیکھئے اس کا چمڑا اس کے دوپٹے سے زیادہ سبز ہوگیا ہے، بخاری کی روایت مین ہے،

والنساء ینصر بعضھن بعضا،[۲]	عورتون کی یہ فطرت ہی کہ ایک دوسرے کی اعانت کرتی ہین؛

ایک شخص کی بی بی بیمار تھین؛ وہ حضرت ام الدرداؓ کے پاس آئے، انھون نے حال پوچھا تو انھون نے کہا "بیمار ہے"، انھون نے ان کو بٹھلا کر کھانا کھلایا، اور جب تک انکی بی بی بیمار رہین حال پوچھتی اور کھانا کھلاتی رہین،[۳]

حضرت ربیعہ اسلمیؓ نہایت مفلس صحابی تھے، انھون نے رسول اللہ صلعم کے حکم سے

---

[۱] بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ حیاً ومیتاً مع فتح الباری؛ [۲] بخاری کتاب اللباس باب الثیاب الخضر [۳] ادب المفرد باب صفحہ ۷۴،

شادی کرنا چاہی لیکن خود ان کے پاس مہر اور دعوتِ ولیمہ کا کوئی سامان نہ تھا، اس لیے ان کے قبیلہ کے لوگون نے اعانت کی اور تمام سامان ہوگیا،[۱]

ایک کے رنج ومسرت مین دوسرے کی شرکت | تالف و اتحاد نے صحابۂ کرام کو ایک جان دو قالب بنا دیا تھا، اس لیے وہ ایک کے رنج کو اپنا رنج اور ایک کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھتے تھے، اور اس مین شریک ہوتے تھے، ایک بار حضرت زید بنؓ ارقم نے ایک واقعہ بیان کیا، لیکن رسول اللہ صلعم نے اُس کی تصدیق نہین فرمائی، اس لیے اُن کو سخت صدمہ ہوا، اس کے بعد قرآن مجید نے ان کی تصدیق کی، جس پر ان کو نہایت مسرت ہوئی، اس لیے حضرت ابوبکرؓ ان سے ملے تو ان کو مبارک باد دی[۲] غزوۂ تبوک کی عدم شرکت کے جرم مین جب حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت ہلال بن امیہؓ، حضرت مرارہ بنؓ ربیع کی توبہ مقبول ہوئی[۳] اور رسول اللہ صلعم کی ناراضی کا خاتمہ ہوا، تو اس بارے مین جو آیت نازل ہوئی حضرت ام سلمہؓ نے رات ہی کو حضرت کعب بنؓ مالک کو اسکی اطلاع دینی چاہی، لیکن آپ نے فرمایا کہ "اگر تم نے ایسا کیا تو لوگ ٹوٹ پڑین گے، اور سونا دشوار ہو جائے گا"، اس لیے آپ نے نماز فجر کے بعد اس کا اعلان کیا، اس وقت حضرت کعب بن مالکؓ کوٹھے کی چھت پر سخت پریشانی کی حالت مین بیٹھے ہوئے تھے، دفعۃً آواز آئی کہ "مژدہ باد" دیکھا کہ لوگ جوق کے جوق مبارک باد دینے کے لیے چلے آرہے ہین، ایک صحابی گھوڑا اڑاتے ہوئے آئے، ایک اور صحابی دوڑتے ہوئے پہنچے، اور پہاڑ پر چڑھ کر بشارت دی، لوگ گروہ در گروہ آتے تھے اور کہتے تھے کہ "کعب توبہ مبارک" مسجد نبویؐ مین توبہ کا اعلان ہوا تھا، اور وہ داخل مسجد ہوئے تو حضرت طلحہ بنؓ عبید اللہ نے دوڑ کر مصافحہ کیا، اور مبارک باد دی،[۴]

---

۱ مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۵۸، ۲ ترمذی تفسیر القرآن تفسیر سورۃ المنافقین، ۳ بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ توبہ باب وعلی الثلثۃ الذین خلفوا، ۴ بخاری کتاب المغازی باب غزوہ تبوک،

حضرت عائشہ پر جب اتہام لگایا گیا، اور وہ اس رنج وغم میں رات دن مصروف گریۂ و بکا رہنے لگیں، تو ایک صحابیہ آئیں اور ان کی یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رو پڑیں،[1]

حسنِ رفاقت | اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کی شان میں فرمایا ہے :-

وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیقًا، — یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں،

صحابۂ کرام بھی اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے تھے، اس لیے اُنھوں نے عملاً دنیا ہی میں اپنے اوپر اس آیت کو منطبق کر لیا تھا،

حضرت رافع بن عمرو رضؓ نے ایک غزوہ میں رفیق صالح کی تلاش کی حسن اتفاق سے حضرت ابوبکر رضؓ کا شرفِ رفاقت حاصل ہو گیا، اُن کا بیان ہے کہ وہ مجھے اپنے بستر پر سلاتے تھے، اپنی چادر اڑھاتے تھے، میں نے کہا کہ "مجھے کوئی ایسی بات سکھائیے جو مجھے فائدہ دے"، بولے "خدا کو پوجو، کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز پڑھو، اگر مال ہو تو صدقہ دو، دارالکفر سے ہجرت کرو، اور دو شخصوں کے بھی حاکم نہ بنو"،[2]

بزرگوں کا ادب | حدیث شریف میں آیا ہے :-

من لم یرحم صغیرنا و یعرف حق کبیرنا فلیس منا، — جو لوگ ہمارے چھوٹوں پر رحم اور ہمارے بزرگوں کا ادب نہیں کرتے وہ ہم میں سے نہیں ہیں

اس لیے صحابۂ کرام بزرگوں کا نہایت ادب کرتے تھے، ایک بار مجلس نبوی میں حضرت ابوبکر رضؓ و حضرت عمر رضؓ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا کہ "مجھ کو اس درخت کا نام بتاؤ

---

[1] بخاری کتاب الشہادت باب تعدیل النساء بعضہن بعضا، [2] اصابہ تذکرہ رافع بن عمرو بن جابر رضؓ

جو مسلمانون سے مشابہ ہے، ہر سال پھلتا ہے، اور کبھی اس پر خزان نہین آتی، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے دل مین آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن ان دونون بزرگون کے ادب سے نہ بول سکے حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو کہا کہ "تم نے کیون نہین بتایا اگر تم بتا دیتے تو وہ مجھ کو فلان فلان چیزون سے بھی زیادہ محبوب ہوتا،" بولے "جب آپ اور حضرت ابوبکرؓ نہین بولے تو مین نے بولنا پسند نہین کیا،"[۱] ایک دن وہ رسول اللہ صلعم کے ہمراہ چلے کسی طرف سے حضرت ابوبکرؓ بھی آگئے، وہ داہنی طرف سے ہٹ کر آپ کے بائین جانب آگئے، تھوڑی دیر مین حضرت عمرؓ نے بھی شرفِ رفاقت حاصل کیا اب وہ بالکل کنارے ہوگئے،[۲]

ایک بار حضرت عبداللہ بن قیس بن مخرمہ، مسجد قبا مین نماز پڑھ کر خچر پر سوار ہوکر نکلے، راہ مین حضرت عبداللہ بن عمرؓ مل گئے، انھون نے دیکھا تو فوراً اتر پڑے اور کہا کہ "چچا جان اس پر سوار ہو لیجیے"[۳]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمرؓ کے خاص تربیت یافتہ تھے، وہ ایک سال سے اُن سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتے تھے مگر ہمت نہین پڑتی تھی، ایک موقع پر وہ مسئلہ پوچھا تو کہا "خدا کی قسم! سال بھر سے پوچھنا چاہتا تھا، مگر آپ کے خوف سے ہمت نہین پڑتی تھی" یہ حسنِ ادب تھا، لیکن حضرت عمرؓ نے بھی شفقت آمیز جواب دیا کہ "ایسا نہ کرو، اگر تمھارا یہ خیال ہو کہ میرے پاس کسی چیز کا علم ہے تو پوچھ لیا کرو، اگر مین جانتا ہون گا تو ضرور بتا دون گا"[۵]

دوستون کی ملاقات ملاقات ازدیادِ محبت کا نہایت مؤثر ذریعہ ہے صحابہ مین باہم محبت تھی، اور وہ اس محبت کو ترقی دینا چاہتے تھے، اس لیے دوستون سے اکثر ملاقات کرتے تھے،

---

[۱] بخاری کتاب الادب باب اکرام الکبیر [۲] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱ [۳] ان صحابی کا ہونا مختلف فیہ ہے، [۴] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ [۵] مسلم کتاب الطلاق باب فی الایلاء واعتزال النساء وتخییرہن وقولہ تعالیٰ وان تظاہرا علیہ،

حضرت ام الدرداءؓ شام مین رہتی تھین، لیکن ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسیؓ پاپیادہ مدائن سے اُن کے ملنے کو آئے[1]،

ایک دن بہت سے صحابہ حضرت جابرؓ سے ملنے آئے، انھون نے روٹی اور سرکہ سامنے رکھ دیا، اور کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "سرکہ بہترین سالن ہی، وہ شخص ہلاک ہوجائیگا جس کے پاس اُس کے احباب آئین اور وہ اس چیز کو حقیر سمجھ کر اُن کے سامنے پیش نہ کرے جو اُس کے گھر مین موجود ہو، اور وہ احباب بھی ہلاک ہوجائین گے جو اس کو حقیر خیال کرین[2]"،

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے ایک دوست (غالبًا صحابی ہون گے) سے ملنے آئے، وہ گھر مین موجود نہ تھے، آئے تو اُن کو گھر کے باہر دیکھ کر بولے "آپ سے کیا پردہ تھا گھر مین آکر بیٹھے ہوتے کھایا پیا ہوتا[3]"،

| ہدیہ دینا | حدیث شریف مین آیا ہے کہ ہدیہ ازدیاد محبت کا ذریعہ ہی، اس لیے صحابہ کرام

رسول اللہ صلعم کی خدمت مین اکثر ہدیہ بھیجا کرتے تھے حضرت نسیبہؓ انصاریہ اس قدر مفلس تھین کہ ان پر صدقہ کا مال حلال تھا، تاہم اس حالت مین بھی وہ ازواج مطہرات کی خدمت مین ہدیہ بھیجتی تھین، ایک بار اُن کے پاس صدقہ کی ایک بکری آئی، تو انھون نے اس کا گوشت حضرت عائشہؓ کے پاس ہدیۃً بھیجا[4]، حضرت بریرہؓ کے پاس بھی کچھ صدقہ مین آتا تھا وہ ازواج مطہرات کو ہدیۃً دیا کرتی تھین[5]،

| عیادت | صحابۂ کرام مریضون کی عیادت کو اپنا فرض خیال کرتے تھے، ایک بار حضرت سعدؓ

ابن عبادہ بیمار ہوے، تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا "تم مین کون انکی عیادت کرتا ہے؟"

---

[1] ادب المفرد باب الزیارۃ [2] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۳۷۱ [3] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۴۰۵ [4] بخاری کتاب الزکوۃ باب اذا تحولت الصدقۃ [5] مسلم کتاب الزکوۃ باب اباحۃ الہدیۃ للنبی ولبنی ہاشم وبنی عبد المطلب وان کان المہدی ملکہا بطریق الصدقۃ

باوجودیکہ غربت و افلاس سے صحابۂ کرام کے پاوں مین جوتے نہ تھے، موزے نہ تھے، سر پر ٹوپی نہ تھی، بدن پر کپڑا نہ تھا، لیکن باایہمہ دس پندرہ بزرگ پتھریلی زمین مین ننگے پاون اور کھلے سر گئے اور ان کی عیادت کی[۱]،

ایک دن رسول اللہ صلعم نے فرمایا "تم مین آج کون روزے سے ہی؟ تم مین آج کس نے جنازے کی مشائعت کی ہی؟ تم مین آج کس نے مسکین کو کھلایا ہی؟ تم مین آج کس نے مریض کی عیادت کی ہی؟ حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے ہر سوال کے جواب مین ہان نکلی تو آپ نے فرمایا "جس شخص مین یہ تمام چیزین جمع ہو جائین وہ جنت مین ضرور داخل ہوگا[۲]"

ایک بار ایک صحابی بیمار تھے حضرت ام الدرداءؓ اونٹ پر سوار ہوکر آئین اور ان کی عیادت کی[۳]،

ایک بار حضرت شداد بنؓ اوس شام کے وقت کہین جارہے تھے، کسی نے پوچھا کہان کا ارادہ ہی؟ بولے "یہین ایک مریض بھائی کی عیادت کو جاتا ہون[۴]"

تیمارداری | صحابۂ کرام نہایت دلسوزی سے مریضون کی تیمارداری کرتے تھے، مہاجرین کے قیام کے متعلق جب قرعہ کے ذریعہ فیصلہ کیا گیا تو حضرت عبداللہ بن مظعونؓ حضرت ام العلاءؓ کے حصے مین آئے، وہ بیمار ہوئے تو اُن کے تمام خاندان نے نہایت دلسوزی سے تیمارداری کی، ان کا انتقال ہوا تو کفن پہنانے کے بعد حضرت ام العلاءؓ نے محبت کے لہجے مین کہا "تم پر خدا کی رحمت ہو مین شہادت دیتی ہون کہ خدا نے تمھاری عزت کی[۵]"

حضرت زینبؓ مرض الموت مین بیمار ہوئین تو حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات سے

---

[۱] مسلم کتاب الجنائز باب فی عیادۃ المرضیٰ [۲] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب من جمع الصدقہ و اعمال البر مسند جلد ۱ صفحہ ۱۸ مین یہ واقعہ حضرت عمرؓ کی طرف منسوب ہی [۳] ادب المفرد باب عیادۃ النساء الرجل المریض [۴] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۲۳، [۵] بخاری کتاب الشہادات باب القرعہ فی المشکلات،

پوچھوایا کہ کون اُن کی تیمارداری کرے گا؟ تمام بیویون نے کہا ہم" ان کا انتقال ہوا تو پھر دریافت کیا کہ ان کو کون غسل وکفن دیگا؟ تمام بیویون نے کہا ہم"[1]

عزاداری | صحابۂ کرام رنج وغم مین ایک دوسرے کے شریک تھے اس لیے عزاداری کو اپنا فرض بنا لیا تھا، ایک بار رسول اللہ صلعم ایک صحابی کو دفن کرکے آرہے تھے، راہ مین دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ جارہی ہین، پوچھا "گھر سے کیون نکلین؟" بولین "اسی گھر مین عزاداری کے لیے گئی تھی"[2]

حضرت انس بن مالکؓ کی متعدد اولاد غزوۂ حرہ مین شہید ہوئی، تو حضرت زید بن ارقمؓ نے خط کے ذریعہ سے رسم تعزیت ادا کی،[3]

عرب میں ایک طرح کی عزاداری یہ تھا کہ عورتین برادری مین جاکر مردون پر نوحہ کرتی تھین، یہ جاہلیت کی رسم تھی، لیکن اسلام نے اس کو مٹا دیا، چنانچہ جب عورتین اسلام لاتی تھین تو ان سے اس کا بھی معاہدہ لیا جاتا تھا،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت ام عطیہؓ سے یہ معاہدہ لینا چاہا تو بولین "فلان فلان خاندان نے زمانۂ جاہلیت مین ہمارے مردے پر نوحہ کیا ہے، مجھے اس کا معاوضہ کرنا ضروری ہے"، چنانچہ آپ نے ان کو اس کی اجازت دی،[4]

سلام کرنا | "السلام علیکم"، اگرچہ نہایت مختصر اور سادہ فقرہ ہے، لیکن جلب محبت کے لیے عمل تسخیر کا حکم رکھتا ہے، اسی بنا پر قرآن مجید مین اللہ تعالیٰ نے اسکی سخت تاکید فرمائی ہے،

واذا حییتم بتحیۃٍ فحیوا باحسن منھا،	جب تم کو سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر طریقہ سے اس کا جواب دو،

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت زینب بنت جحشؓ، [2] ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی التعزیہ [3] ترمذی کتاب الفضائل فضل الانصار و قریش [4] مسلم کتاب الجنائز باب التشدید فی النیاحۃ

یاایہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علیٰ اہلہا،	مسلمانو! اپنے گھر کے سوا کسی دوسرے کے گھر میں اس وقت تک نہ داخل ہو جب تک تم اُن سے مانوس نہ ہو جاؤ، اور اُن کو سلام نہ کرلو،

اور اسی بنا پر رسول اللہ صلعم جب اول اول مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو سب سے پہلے یہ تعلیم دی،

یاایہا الناس افشوا السلام واطعموا الطعام تدخلوا الجنۃ بسلام،[1]	لوگو! باہم سلام کرو، اور کھانا کھلاؤ، اور جب لوگ سوتے ہوں تو نماز پڑھو تاکہ اس کے بدلہ میں جنت میں اطمینان سے داخل ہو جاؤ،

اس لیے صحابۂ کرام ہر کہ ومہ کو سلام کرتے تھے، ایک بار حضرت ابوبکرؓ اونٹ پر سوار جا رہے تھے، جو لوگ راہ میں ملتے، اور وہ اُن کو سلام کرتے تو صرف "السلام علیکم" کہتے، لیکن وہ جواب میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے، اب وہ بھی اسی کا اعادہ کرتے، وہ لوگ اور اضافہ کے ساتھ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہتے، بالآخر فرمایا کہ "یہ لوگ ہم سے بہت بڑھ کے رہے"[2]

حضرت انسؓ بن مالک بصرہ میں نکلتے تو راستے میں ہر شخص کو ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے،[3]

حضرت عبداللہؓ بن عمر کا معمول تھا کہ بازار میں جاتے، اور ہر دوکان دار، ہر مسکین

---

[1] ترمذی صفحہ ۴۰۹ [2] ادب المفرد باب فضل السلام [3] باب من سلم اشارۃ،

اُدھر مسافر، غرض ہر شخص کو سلام کرتے، ایک شخص نے پوچھا کہ "بازار مین آپ نہ بھاؤ تاؤ کرتے، نہ سودا سلف خریدتے، نہ کہین بیٹھتے، پھر کس کام سے آتے ہین؟" بولے "صرف سلام کرنے کے لیے"[۱] جب وہ سلام کا جواب دیتے تو سلام کرنے والے کے جواب مین بعض فقرے کا اضافہ کر دیتے، ایک بار ایک شخص نے بار بار انہی کے اضافہ کے ساتھ سلام کیا تو اخیر مین اُنھون نے جو جواب دیا وہ بہت طویل تھا یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وطیب صلوٰتہ[۲]

اگر صحابہ کے درمیان ایک درخت بھی حائل ہو جاتا تو اس کی آڑ سے نکلنے کے بعد جب دوبارہ سامنا ہوتا تو باہم سلام کرتے[۳]

مصافحہ | سب سے پہلے اہل یمن جو نہایت محبت کیش، رقیق القلب اور مخلص لوگ تھے مصافحہ کا تحفہ دربار رسالت مین لیکر حاضر ہوئے[۴] اور صحابہ کرام نے اس پر اس شدت سے عمل کیا کہ حضرت انس بن مالکؓ صرف دوستون سے مصافحہ کرنے کے لیے روزانہ ہاتھون مین خوشبودار تیل ملا کرتے تھے[۵]

معاوضہ احسان | قرآن مجید مین ہے:-

هل جزاء الاحسان الا الاحسان — احسان کا بدلہ صرف احسان ہے،

صحابہ کرام کی زندگی اس آیت کی عملی تفسیر تھی، ایک غزوہ مین صحابہ کرام سخت تشنہ لب ہو کر پانی کی جستجو مین نکلے تو ایک عورت ملی جس کے ساتھ پانی تھا صحابہ کرام اس کو استعمال مین لائے اور رسول اللہ صلعم نے اس کو معاوضہ دلوا دیا لیکن باوجود معاوضہ دینے کے صحابہ کرام نے ہمیشہ اس کے اس احسان کو یاد رکھا، چنانچہ جب اس کے گاؤن کے

---

[۱] ادب المفرد باب من خرج یسلم ویسلم علیہ۔ [۲] ادب المفرد باب۔ [۳] ایضاً باب حق من سلم اذا قام کہہ۔ [۴] ابوداؤد کتاب الادب باب فی المصافحہ۔ [۵] ادب المفرد باب من تمسح یدہ للمصافحہ۔

پاس حملہ کرتے تھے تو اس کے گھرانے کو چھوڑ دیتے تھے[1]،

سپاس گذاری | حدیث شریف مین آیا ہی:-

من لم یشکر الناس — جو لوگ انسانون کا شکریہ نہین ادا کرتے

لم یشکر اللہ، — وہ خدا کے بھی شکر گذار نہین ہوتے،

اس بنا پر صحابہ کرام اپنے محسنون کے نہایت سپاس گذار رہتے تھے، رسول اللہ صلعم کے ہجرت کرنے سے پہلے بہت سے صحابہ مدینہ پہنچ گئے، آپ تشریف لائے تو انھون نے عرض کی "یا رسول اللہ! ہم نے انصار سے زیادہ فیاض اور غمگسار قوم نہین دیکھی، انھون نے ہمارا بار اٹھا لیا ہم کو اپنا شریک بنا لیا، ایسا نہو کہ کل ثواب وہی لوٹ لین"، ارشاد ہوا کہ "جب تک اُن کے لیے خدا سے دعا کرتے رہوگے، ان کی تعریف مین تر زبان رہوگے ایسا نہ ہوگا[2]"،

حسن ظن | صحابۂ کرام ایک دوسرے کی نسبت ہمیشہ نیک گمان رکھتے تھے ایک دفعہ کوفہ والون نے حضرت عمرؓ کی خدمت مین حضرت سعد بن ابی وقاص کی شکایت کی کہ وہ نماز صحیح طریقہ سے نہین پڑھاتے، انھون نے ان سے دریافت کیا تو بولے "مین بالکل رسول اللہ صلعم کا اتباع کرتا ہون" انھون نے کہا "تمھاری نسبت یہی گمان تھا[3]"،

ایک شخص جس کے ہاتھ پاؤن چوری کے جرم مین کاٹ ڈالے گئے تھے حضرت ابوبکرؓ کا مہمان ہوا، انھون نے دیکھا کہ وہ رات کو اُٹھ کے نماز پڑھتا ہی تو بولے کہ "تمھاری رات تو چورون کی سی نہین معلوم ہوتی، تمھارے ہاتھ پاؤن کس نے کاٹے"؟ اس نے کہا "یعلی بن منیہ نے یہ ظلم کیا ہے"، فرمایا "مین اس کی نسبت اُن کو لکھون گا"، اس کے

[1] بخاری کتاب التیمم باب الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیہ عن الماء، [2] ترمذی ابواب الزہد [3] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب تخفیف الاخریین،

چند ہی دنون بعد حضرت اسماء بنت عمیس کا ایک زیور غائب ہوگیا، اسکی تحقیقات کی گئی تو ایک سونار کے پاس ملا، وہ حاضر کیا گیا تو اس نے کہا کہ "اسی دست بریدہ شخص نے مجھکو یہ زیور دیا، حضرت ابو بکرؓ نے کہا "یہ چوری کوئی بڑی چیز نہین، البتہ اس نے مجھکو اپنے مذہبی تقدس کی بنا پر جو فریب دیا، وہ بہت بڑا جرم ہے، اس کے پانون کاٹ ڈالو[1]

واقعہ افک کو منافقین نے اگرچہ بیحد شہرت دی تاہم صحابہ کرام کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ جو حسن ظن تھا اس کی بنا پر متعدد صحابہ نے صاف صاف کہدیا کہ

سبحانک مایکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانک ھذا بھتان عظیم[2] | سبحان اللہ! ہمارے لیے اس کا ذکر جائز نہین، سبحان اللہ یہ تو بہت بڑا بہتان ہے،

بخاری مین ہے کہ اس جملہ کو ایک انصاری نے کہا تھا لیکن فتح الباری مین اور صحابہ کے نام بھی گنائے ہین،

مصالحت وصفائی بہ مقتضائے فطرتِ انسانی اگر صحابہ کرام مین باہم شکررنجی ہو جاتی تھی، تو وہ نہایت خلوص کے ساتھ باہم صفائی کر لیتے تھے، اور چند روزہ ناگواری پر ان کو اس قدر افسوس ہوتا تھا کہ جب اس ناگوار حالت کا تذکرہ یا اس کا خیال آتا تھا تو آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے تھے، ایک معاملہ مین حضرت عائشہؓ حضرت عبد اللہؓ ابن زبیرؓ سے اسقدر ناراض ہو گئین کہ بول چال تک کی قسم کھالی، لیکن عفو تقصیر کے بعد جب ان کو یہ قسم یاد آتی تھی تو اس قدر روتی تھین کہ ڈوپٹہ تر ہو جاتا تھا،[3]

ابتدا مین اگرچہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہین کی لیکن بعد کو انھون نے خود حضرت ابو بکرؓ کو اس غرض سے بلایا اور کہا کہ "اے ابو بکر ہم کو تمھاری فضیلت کا اعتراف

---

[1] دار قطنی کتاب الحدود صفحہ ۳۶۵ [2] بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب قول اللہ وامرھم شوریٰ بینھم [3] بخاری کتاب الادب باب الہجرۃ،

ہے، اور اگر خدا نے تم پر یہ احسان (خلافت) کردیا تو ہم کو اس پر رشک نہین،، ان کی اس مخلصانہ تقریر کا حضرت ابوبکرؓ پر یہ اثر ہوا کہ آبدیدہ ہوگئے، اور فرمایا کہ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے رسول اللہ صلعم کی قرابت مجھ کو اپنی قرابت سے زیادہ عزیز ہے، ہمارے اور تمھارے درمیان جن معاملات مین اختلاف ہوگیا تھا، ان مین حق سے سرمو تجاوز نہ کرون گا، رسول اللہ صلعم نے جو کچھ کیا ہے، اسی کے مطابق عمل کرون گا"، باہمی صفائی کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کے لیے سہ پہر کا وقت مقرر فرمایا، ظہر کی نماز ہوچکی، تو حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر کھڑے ہوکر ان کے تمام عذرات جو عدم بیعت کا سبب تھے بیان کیے، اس کے بعد حضرت علیؓ نے تقریر کی جسمین حضرت ابوبکرؓ کے تمام فضائل و حقوق خلافت کا اعتراف کیا اور کہا کہ "مین نے جو کچھ کیا وہ اس بنا پر نہ تھا کہ مجھ کو حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ رشک و حسد تھا، یا مین ان کے فضائل کا منکر تھا لیکن ہم اپنے آپ کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے، اس لیے ہم کو اس پر رنج ہوا،، اس اعلان سے تمام مسلمان خوشی کے مارے کھل گئے، اور حضرت علیؓ سے جو عام ناراضی پیدا ہوگئی تھی وہ یک لخت زائل ہوگئی۱؎

معاصرین کی فضیلت کا اعتراف

رشک و حسد علماء کا مایۂ خمیر ہے، اس لیے وہ معاصرین کی فضیلت کا بہت کم اعتراف کرتے ہین، محدثین اسلامی اخلاق کا بہترین نمونہ تھے لیکن باایں ہمہ اصول حدیث کی کتابون مین لکھا ہے کہ ایک محدث کی جرح دوسرے معاصر محدث پر قابل اعتبار نہین کیونکہ ان مین باہم رشک و حسد اور بغض و عناد ہوتا ہی ہے لیکن صحابۂ کرام نہایت کشادہ دلی کے ساتھ معاصرین کی فضیلت کا اعتراف کرتے تھے حضرت معاذ بن جبلؓ کا انتقال ہونے لگا تو لوگون نے کہا کہ "کچھ وصیت فرمائیے" بولے "چار آدمیون سے

۱؎ مسلم کتاب الجہاد و قول النبی صلعم لا نورث ما ترکنا فہو صدقۃ

علم حاصل کرو، عویمر ابی الدرداءؓ، سلمان فارسیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن سلامؓ[1]

ایک بار حضرت ابوہریرہؓ کے پاس کوفہ سے ایک بزرگ آئے، اور کہا کہ علم حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں، بولے کیا تمھارے یہاں سعد بن مالکؓ، ابن مسعودؓ، حذیفہؓ، عمارؓ اور سلمانؓ نہیں ہیں، ساتھ ساتھ ان کی وجہ فضیلت بھی بیان کی[2]

ایک دفعہ کوفہ میں ایک شخص نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے ایک فتویٰ پوچھا انھوں نے جو جواب دیا، اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اعتراض کیا، اگر اس زمانہ کے علماء ہوتے تو باہم لڑ بیٹھتے لیکن حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا کہ اہل کوفہ جب تک یہ حبر (عبداللہ بن مسعودؓ) تم میں موجود ہے مجھ سے فتویٰ نہ پوچھو[3]

مساوات | صحابۂ کرام ہر کہ ومہ سے مساویانہ برتاؤ کرتے تھے اور اُن کے ساتھ مساویانہ معاشرت رکھتے تھے، ایک بار حضرت صفوان بن امیہؓ ایک بڑے پیالہ میں کھانا لائے اور حضرت عمرؓ کے سامنے رکھ دیا، انھوں نے فقیروں اور غلاموں کو بلایا، اور سب کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا، پھر اس کے بعد فرمایا "خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے میں عار آتا ہے"[4]

ایک بار حضرت عمرؓ گھی میں چورا کرکے روٹی کھا رہے تھے، ایک بدو کو بلایا اور اپنے ساتھ شریک طعام کیا، وہ لقمہ اُٹھاتا تھا تو پیالے کی تلچھٹ تک سمیٹ لیتا تھا، فرمایا "تم بہت ہی مفلس معلوم ہوتے ہو"، بولا "مدتوں سے نہ گھی دیکھا، نہ کوئی گھی کا کھانے والا دیکھا، قحط کا زمانہ تھا" حضرت عمرؓ نے فرمایا "جب تک بارش نہ ہوگی گھی نہ کھاؤں گا"[5]

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدینہ کے اطراف میں نکلے، ساتھ ساتھ جمعیت

---

[1] ترمذی کتاب المناقب مناقب عبداللہ بن سلامؓ [2] ترمذی کتاب المناقب مناقب عبداللہ بن مسعودؓ
[3] موطائے امام مالکؒ کتاب الرضاع باب ماجاء فی الرضاعۃ بعد الکبر [4] ادب المفرد باب ہل یجلس خادمہ معہ اذا اکل [5] موطائے امام محمد ابواب السیر باب الزہد والتواضع،

حباب تھے، دسترخوان بچھایا گیا، تو ایک چرواہا آنکلا، اُس نے سلام کیا تو حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ نے اس کو شریک طعام کرنا چاہا، اس نے عذر کیا کہ مین روزے سے ہون بولے "ایسے گرم دن مین روزہ رکھتے ہو؟ اور پھر بکریان چراتے ہو"[1]

زمانۂ جاہلیت مین حضرت خبابؓ اور حضرت بلالؓ دونون غلام رہ چکے تھے، لیکن ایکبار حضرت خبابؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو اُنھون نے ان کو اپنے گدے پر بٹھایا اور کہا کہ "ایک شخص کے سوا کوئی ان سے زیادہ اس جگہ کا مستحق نہین" انھون نے پوچھا وہ کون یا امیرالمومنین، فرمایا، "بلالؓ"[2]

ایک دن سرداران قریش مین حضرت ابوسفیانؓ بن حرب اور حضرت حارث بن ہشامؓ وغیرہ حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوے، استیذان کے بعد انھون نے سب سے پہلے اہل بدر کو جن مین حضرت صہیبؓ حضرت بلالؓ اور حضرت عمارؓ بھی تھے، شرف باریابی بخشا حضرت ابوسفیانؓ کے دماغ مین اب تک زمانہ جاہلیت کا غرور باقی تھا، اس لیے انھون نے سخت ناگواری کے ساتھ کہا "کیا قیامت ہے کہ ان غلامون کو تو اذن ملتا ہے اور ہم لوگ بیٹھے ہوے منہ تکتے ہین"، حضرت سہیل بن عمروؓ بھی ساتھ تھے، بولے "تمھارے چہرون سے غصے کے آثار ظاہر ہو رہے ہین، لیکن تم کو خود اپنے اوپر غصہ کرنا چاہیے، اسلام نے سب کے ساتھ تم کو بھی بلایا، لیکن یہ لوگ آگے بڑھ گئے، اور تم پیچھے رہ گئے"[3]، یہ لوگ فتح مکہ مین اسلام لائے تھے، اور حضرت صہیبؓ وغیرہ سابقین اسلام مین سے تھے، یہ اسی کی طرف اشارہ تھا،

اگر کوئی شخص ایسا طرز عمل اختیار کرتا جو اخلاقی حیثیت سے مساوات کے خلاف ہوتا تو صحابہ کرام اس کو سخت ناپسند فرماتے، ایکبار حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نکلے تو ایک شخص نے

---

[1] اسدالغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت خباب بن الارتؓ [3] اسدالغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمروؓ

کہا "السلام علیکم ایہا الامیر و رحمۃ اللہ" اس کے بعد تمام لوگون کی طرف خطاب کر کے کہا "السلام علیکم" بولے "صرف السلام علیکم کافی تھا، مین بھی تو ان ہی مین سے ہون"

حضرت رو یفع الطائی طبس کے گورنر تھے، ایک شخص نے آکر ان کو اس طرح سلام کیا، "السلام علیک ایہا الامیر"، انھون نے کہا، "اگر تم ہمین سلام کرتے تو ہم سب تمھارا جواب دیتے، تم نے گویا مسلمہ گورنر مصر کو سلام کیا، جاؤ وہی جواب بھی دینگے"[1]

حضرت سہیل بن عمرو سرداران قریش مین سے تھے، اور زمانہ جاہلیت مین انصار کو اپنے سے کم رتبہ سمجھتے تھے، لیکن وہ برابر حضرت معاذ بن جبل کے پاس قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جاتے تھے، ایک دن کسی نے کہا کہ "آپ اس خزرجی کے پاس کیون جاتے ہین، اپنے قبیلہ کے کسی آدمی سے قرآن پاک کی تعلیم کیون نہین حاصل کرتے" بولے کہ "اسی فخر و غرور نے تو ہم کو سب سے پیچھے رکھا"[2]

فرق مراتب کا لحاظ صحابہ کرام اگرچہ آزادی اور مساوات کے پیکر مجسم تھے، تاہم انھون نے ان تمام امتیازات کو مٹا نہین دیا تھا، جن کو قرآن مجید نے ان الفاظ مین قائم کیا ہے :-

وفضلنا بعضھم علی بعض — اور ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے

اس لیے وہ ہر شخص سے اس کی حیثیت کے موافق برتاؤ کرتے تھے، ایک بار حضرت عائشہ رضی کی خدمت مین ایک فقیر آیا انھون نے اس کو روٹی کا ایک ٹکڑا دیکر ٹال دیا، پھر ایک خوش پوشاک آدمی آیا تو انھون نے اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا، لوگون نے اس تفریق کی وجہ پوچھی تو بولین کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے :-

[1] ادب المفرد باب التسلیم علی الامیر۔ [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمرو رض،

انزلوا الناس علیٰ منازلهم[1] ہر شخص کو اس کے درجہ پر رکھو،

ایک بار حضرت ام سلمہؓ کو اون صاف کروانے کی ضرورت ہوئی تو ایک مکتب کے مدرس کے پاس آدمی بھیجا کہ غلاموں کو بھیجدو لیکن آزاد لڑکے کو نہ بھیجنا[2] فتح الباری میں ہے کہ اس سے آزاد کا اعزاز مقصود تھا،

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی ایک لونڈی نے آزاد عورتوں کی سی وضع اختیار کی تھی حضرت عمرؓ نے دیکھا تو ان کو ناگوار ہوا حضرت حفصہؓ کے پاس گئے اور کہا کہ میں نے تمہارے بھائی کی لونڈی کو دیکھا کہ آزاد عورتوں کی وضع میں ادھر اُدھر پھر رہی ہے"[3]

---

(۱) ابوداؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلہم (۲) بخاری کتاب الدیات باب من استعان عبداً وصبیاً (۳) موطائے امام مالک کتاب الجامع باب ما جاء فی الملوک وہیئتہ،

حُسنِ معاملت

اداے قرض کا خیال حدیث شریف مین آیا ہے :-

خیارکم، احاسنکم، قضاءً — تم مین بہتر وہ لوگ ہین جو قرض ادا کرنے مین بہتر ہین،

(ترمذی کتاب البیوع)

یہ حدیث عملی حیثیت سے صرف صحابۂ کرام پر صادق آتی ہے حضرت زبیرؓ جب معرکۂ جمل مین شریک ہوے تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بلا کر کہا کہ "آج صرف ظالم یا مظلوم قتل ہون گے، میرا خیال ہے کہ مین بھی مظلومانہ شہید ہون گا، مجھ کو سب سے زیادہ اپنے قرض کی فکر ہے، ہماری جائداد فروخت کر کے سب سے پہلے قرض ادا کرنا، اور اگر تم مجبور ہو جانا تو ہمارے مولا (خدا) سے مدد چاہنا"[۱]

حضرت عبداللہؓ بن زبیر نے نہایت دیانت کے ساتھ اس کی تعمیل کی، چنانچہ جب باپ کا کل قرض ادا کر چکے تو اُن کے بھائیون نے کہا "اب ہماری میراث تقسیم کر دو" لیکن انھون نے کہا کہ جب تک چار سال تک موسم حج مین یہ اعلان نہ کرا لون گا کہ زبیرؓ پر جس کا قرض آتا ہو وہ ہم سے آکر لے لے، وراثت تقسیم نہ کرونگا، چنانچہ چار سال تک برابر یہ منادی کرتے رہے[۲]،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بن حرام غزوۂ اُحد کے لیے نکلے تو اپنے بیٹے حضرت جابرؓ کو

[۱] بخاری کتاب الجهاد باب برکة الغازی فی مالہ حیاً و میتاً مع النبی صلعم [۲] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت زبیرؓ،

کو بلا کر کہا کہ "مین ضرور شہید ہون گا، مجھ پر جو قرض ہے اُس کو ادا کرنا، اور اپنے بھائیون کے ساتھ سلوک[1] کرنا، چنانچہ حضرت عبداللہؓ نے چھ لڑکیان چھوڑی تھین، جنکی کفالت کا بار حضرت جابرؓ پر تھا، لیکن جب فصلِ خرما تیار ہوئی تو اُنھون نے سب سے پہلے اپنے باپ کا قرض ادا کیا، اور اس دیانت کے ساتھ ادا کیا کہ وہ خود فرماتے ہین کہ مین اس پر راضی تھا کہ میرے باپ کی امانت ادا ہو جائے اور مین اپنی بہنون کے پاس ایک کھجور لیکر بھی نہ پلٹون[2]"۔

ایک بار حضرت ابو ملیح بن عروہ بن مسعودؓ نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ "مین اپنے باپ عروہ کا قرض ادا کر سکتا ہون؟" آپ نے فرمایا "ہان" حضرت قارب بن اسودؓ نے کہا "تو اسود کا قرض بھی ادا کیجئے"، آپ نے فرمایا "لیکن اسود نے شرک کی حالت مین انتقال کیا تھا، حضرت قاربؓ نے کہا" ان کا بیٹا یعنی مین تو مسلمان ہون، ان کے قرض کا بار مجھ پر ہے، اور مجھی[3] سے اس کا تقاضا کیا جائے۔

جب حضرت عمرؓ کو زخم لگا، اور ان کو زندگی سے مایوسی ہوئی تو حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کو بلا کر پوچھا کہ دیکھو مجھ پر کس قدر قرض ہے"، حساب لگایا گیا تو چھیاسی ہزار نکلا، فرمایا کہ اگر آلِ عمرؓ کے مال سے ادا ہو جائے تو خیر ورنہ بنو عدی بن کعب سے درخواست اعانت کرنا، ان کی اعانت سے بھی کام نہ چلے تو قریش سے درخواست کرنا، لیکن اُن کے علاوہ کسی[4] سے نہ مانگنا"۔

حضرت ابن حدردؓ پر ایک یہودی کے چار درہم قرض تھے، اس نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین استغاثہ کیا، تو آپ نے تین بار فرمایا کہ "اس کا حق دیدو" انھون نے

[1] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ [2] بخاری ذکر غزوہ احد باب اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیہما الایہ [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت قارب بن اسودؓ [4] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ،

کہا "میرے پاس کچھ نہیں" آپ خاموش ہو گئے تو وہ خود اٹھے اور بازار گئے، سر سے اتار کر عمامہ کا تہ بند بنایا، اور اپنے تہ بند کو چار درہم پر فروخت کرکے اُس کا قرض ادا کیا[1]،

حضرت عائشہؓ اکثر قرض لیا کرتی تھیں، ان سے پوچھا گیا کہ آپ قرض کیوں لیتی ہیں؟ بولیں کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ اپنے قرض کے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے، خدا اپنی جانب سے اس کا مددگار مقرر کر دیتا ہے، تو میں اسی مددگار کی جستجو کرتی ہوں[2]"،

رسول اللہ صلعم جب قرض ادا فرماتے تھے، تو بہترین مال دیتے تھے، ایک بار آپ نے کسی سے اونٹ لیا تھا، صدقہ کے اونٹ آئے تو اس کو اس سے بہتر اونٹ دیا اور فرمایا:۔

خیار الناس احسنہم قضاءً[3] — بہترین لوگ وہ ہیں، جو قرض اچھے طریقے سے ادا کرتے ہیں،

صحابۂ کرام کا عمل بھی اسی حدیث پر تھا، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کسی سے چند درہم قرض لیے، قرض ادا کیا تو اس سے بہتر درہم دیئے، اس نے کہا "آپ کے درہم تو میرے درہم سے اچھے ہیں" بولے "مجھے معلوم ہے، لیکن میں نے بخوشی دیئے ہیں[4]"،

ایک بار انھوں نے کسی سے دو ہزار درہم قرض لیے، ادا کیا تو دو سو درہم زیادہ دیئے، اس نے کہا کہ "آپ کے دو سو درہم زیادہ ہیں" بولے "وہ تمھارے ہیں[5]"،

| قرض داروں کو مہلت دینا | قرض داروں کو قرض ادا کرنے کے لیے مہلت دینا بڑے ثواب کا

---

[1] اصابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن ابی حدردؓ، [2] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۹۹ [3] ابوداؤد کتاب البیوع باب فی حسن القضاء، [4] موطاے امام محمد کتاب الصرف و ابواب الربوٰ، باب الرجل یکون علیہ الدین فیقضی افضل مما اخذ، [5] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

کا کام ہے، اور خود قرآن مجید نے اس کی ہدایت کی ہے :-

فنظرۃ الی میسرۃ — اگر قرضدار تنگدست ہو تو اس قدر مہلت دو کہ وہ فراخ دست ہو جائے

لیکن اس کی توفیق ان ہی لوگوں کو ہوتی ہے، جن کے دلوں میں لطف و محبت اور رحم و شفقت کا مادہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے قلوب کو ان جذبات سے معمور کر کے ان کو اس کار خیر کی توفیق عطا فرمائی تھی، ایک شخص پر حضرت ابو قتادہ رض کا قرض آتا تھا، وہ تقاضے کو آتے تھے تو غریب گھر میں چھپ جاتا تھا، حسن اتفاق سے ایک دن آئے، اور اس کے بچے سے پوچھا کہ "وہ کہاں ہے"؟ اس نے کہا گھر میں کھانا کھا رہے ہیں، بلا کر پوچھا "مجھ سے کیوں چھپتے تھے"؟ بولا "سخت تنگدست ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے" حضرت قتادہ آبدیدہ ہو گئے اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے قرضدار کو مہلت دیتا ہے، یا قرض معاف کر دیتا ہے وہ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔[1]"

حضرت ابوالیسر پر حضرت سمرہ کا قرض تھا، وہ تقاضے کو آئے تو وہ چھپ گئے حضرت سمرہ تیزی کے ساتھ واپس ہوئے تو حضرت ابوالیسر رض سمجھے کہ وہ نکل گئے، جھانک کر دیکھا تو ان سے آنکھیں چار ہو گئیں، بولے کیا تم نے رسول اللہ صلعم سے نہیں سنا ہے کہ جو شخص تنگدست کو مہلت دیگا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ میں لے گا" حضرت سمرہ نے فرمایا "میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آپ سے یہ سنا ہے[2]"

وضع دین — صحابہ کرام نہایت فیاض، نرم خو اور رحمدل تھے، اس لیے قرض کو معاف فرما دیتے تھے،

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۰۸ ؛ [2] اصابہ تذکرہ سمرہ بن ربیعہ ؛

ایک بار حضرت کعب بن مالکؓ نے مسجد نبوی میں ایک صحابی پر قرض کا تقاضا کیا، شور و غل ہوا تو کاشانۂ نبوت میں آواز پہنچی، آپ نے پردہ اٹھا کر فرمایا، کعب آدھا قرض معاف کردو بولے "معاف ہے"۔[1]

حضرت زبیرؓ پر حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ کا چار لاکھ قرض تھا، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے ادا کرنا چاہا تو بولے کہ "اگر کہو تو معاف کردوں"۔[2]

حضرت ام سلمہؓ نے ایک غلام کو مکاتب بنایا، اس نے جب بدل کتابت ادا کرنا چاہا تو کہا کہ "اس میں کچھ کمی کر دیجیے"، انھوں نے کم کر دیا۔[3]

ایک شخص پر حضرت ابو الیسرؓ کا قرض آتا تھا، وہ تقاضے کو آئے، تو اس نے لونڈی سے کہلوایا کہ وہ گھر میں نہیں ہیں، انھوں نے آواز سن لی اور کہا کہ "گھر سے نکلو میں نے تمھاری آواز سن لی"، وہ گھر سے نکلا تو بولے کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ "تنگدستی نے مجبور کیا"، بولے "اللہ! اللہ! جاؤ تمھارا قرض معاف ہے میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جس نے تنگدست کو مہلت دی یا قرض معاف کر دیا وہ قیامت کے دن خدا کے سایہ میں ہوگا"۔[4]

ایک شخص پر حضرت امام حسن علیہ السلام کا قرض آتا تھا، انھوں نے کل قرض اس پر ہبہ کر دیا،[5]

دوسرے کی جانب سے قرض ادا کرنا صحابۂ کرامؓ اپنے قرض دار بھائیوں کو قرض کی مصیبت اور قرض خواہوں کے تشدد سے نجات دلایا کرتے تھے۔ ایک بار

---

[1] ابوداؤد کتاب الاقضیہ باب فی الصلح [2] بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا و میتا، [3] طبقات ابن سعد تذکرۂ نضاح بن سرجس [4] اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابو الیسرؓ [5] بخاری کتاب الہبہ باب اذا وہب دینا علی رجل،

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ "فلان قبیلہ کا کوئی شخص ہے؟" ایک صحابی نے کہا "یارسول اللہ! مین ہون" ارشاد ہوا کہ تمھارا بھائی قرض مین ماخوذ ہے، انھون نے اس کا کل قرض ادا کر دیا،[1]

ایک دفعہ ایک شخص کا جنازہ آیا جس پر تین دینار قرض تھا، آپ نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرمایا تو حضرت ابو قتادہ انصاری رضی نے کہا یا رسول اللہ مین اس کا قرض ادا کر دون گا، اب آپ نے نماز جنازہ پڑھائی،[2]

ایک صحابی نے باغ خریدا، کوئی آفت آئی اور تمام پھل ضائع ہو گیا، اب قیمت کیونکر ادا کرتے، رسول اللہ صلعم نے دیکھا کہ قرض سے گرانبار ہو رہے ہین، تمام صحابہ کو حکم دیا کہ سب لوگ اعانت کرین، تمام صحابہ نے کچھ کچھ اس مین حصہ لیا،[3]

| وصیت کا پورا کرنا |

وصیت چونکہ وراثت سے پوری کی جاتی ہے اس لیے اکثر ورثاء اس کو پورا نہین کرتے کہ مال وراثت مین کمی نہ آنے پائے، لیکن صحابہ کرام نہایت دیانت کے ساتھ وصیت کو پورا کرتے تھے، عاص بن وائل نے وصیت کی تھی کہ اس کے مرنے کے بعد سو غلام آزاد کیے جائین، اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیے، انکے دوسرے بیٹے حضرت عمرو بن العاص نے اپنے حصہ کے بقیہ پچاس غلام آزاد کرنا چاہے تو رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا؟ آپ نے فرمایا "اگر وہ مسلمان ہوتا اور تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے، صدقہ کرتے، حج کرتے، تو اس کو ثواب ملتا"[4]

| عورتون کا مہر ادا کرنا |

ہم نے عورتون کے تمام حقوق سلب کر لیے ہین، بالخصوص مہر تو بالکل

---

[1] ابوداؤد کتاب البیوع باب فی التشدید فی الدین [2] بخاری کتاب الحوالہ باب اذا احال دین المیت علی رجل جاز [3] ابوداؤد کتاب البیوع باب فی وضع الجائحۃ [4] ابوداؤد کتاب الوصایا باب فی وصیۃ الحربی یسلم ولیہ ایلزمہ ان ینفذہا

نسیاً منسیاً ہو گیا ہے، لیکن صحابۂ کرام نہایت دیانتداری کے ساتھ عورتون کا مہر ادا کرتے تھے، اور اسی طرح ادا کرتے تھے جس طرح قرض ادا کیا جاتا ہے، رسول اللہ صلعم نے ایک صحابی کی شادی کردی، مہر معین تھا، اور اب تک عورت کو کچھ نہین دیا تھا کہ موت کا پیغام آپہنچا، موت کے وقت وصیت کی کہ خیبر مین ہمارا جو حصہ ہے، وہ عورت کو مہر مین دے دیا جائے، عورت نے اسکو فروخت کیا تو ایک لاکھ درہم قیمت ملی،[1]

بی بیون کے درمیان عدل کرنا

متعدد بیویون کے درمیان عدل کرنا بڑا مشکل کام ہے، خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید مین فرماتا ہے:-

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ، — اور تم لوگ متعدد عورتون کے درمیان عدل کرنے کی طاقت نہین رکھتے،

لیکن بعض صحابہ نے اس مشکل کو نہایت آسان کردیا تھا، حضرت معاذ بن جبل کی دو بی بیان تھین، وہ ان دونون کے درمیان اس شدت کے ساتھ عدل کرتے تھے کہ جب ایک کی باری ہوتی تو اس دن نہ دوسری کے گھر کا پانی پیتے تھے، نہ اس کے گھر کے پانی سے وضو کرتے تھے،[2]

بیع وشرا مین ساحت

صحابۂ کرام بیع وشرا مین نہایت انسانیت، مروت اور مساحت سے کام لیتے تھے، حضرت عثمانؓ نے ایک صحابی سے ایک قطعۂ زمین خریدا لیکن قبضہ کرنے مین دیر لگائی، انھون نے وجہ پوچھی تو بولے "لوگ مجھ کو ملامت کرتے ہین کہ ٹھگ گئے"، بولے اگر یہی بات ہے تو قیمت واپس کرلیجیے، اس کے بعد فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا اس بندے کو جنت مین داخل کرے گا جو خرید وفروخت

[1] ابوداؤد کتاب النکاح باب فیمن تزوج ولم یسم صداقاً حتی مات [2] نزہۃ الابرار فی الاسامی ومناقب الاخیار تذکرہ حضرت معاذ بن جبلؓ،

اور دادو ستد میں نرم خو ہو۔[۱]

ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک قمیص خرید کر واپس کرنا چاہی لیکن دیکھا تو اس میں خضاب کا رنگ لگ گیا تھا، اس لیے اس کو واپس نہیں کیا،[۲]

تقسیم وراثت میں دیانت

جو لوگ اپنی اولاد میں کسی کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں، اس کو زیادہ حقوق عطا کرتے ہیں، صحابۂ کرام بھی اپنی بعض اولاد کو زیادہ محبوب رکھتے تھے لیکن یہ محبت ان کو مساوات فی الحقوق سے باز نہیں رکھ سکتی تھی، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ کو کچھ مال دیا تھا، لیکن اب تک ان کا قبضہ نہیں ہوا تھا، اس لیے ہبہ نا مکمل تھا، جب انتقال کرنے لگے تو کہا کہ "اے بیٹی! مجھے اپنے بعد تمھارے تمول سے زیادہ کوئی چیز عزیز، اور تمھارے افلاس سے زیادہ کوئی چیز ناگوار نہیں، میں نے تم پر جو مال ہبہ کیا تھا، اگر تمھارا اس پر قبضہ ہو جاتا تو وہ تمھارا ہو جاتا لیکن آج وہ مال وراثت میں داخل ہے، جس کے وارث تمھارے دو بھائی اور دو بہن ہیں، اس لیے کتاب اللہ کے موافق باہم تقسیم کر لو"، بولیں "اگر اس سے زیادہ مال ہوتا تو میں چھوڑ دیتی"۔[۳]

ظلم و غصب سے اجتناب

صحابۂ کرام دوسرے کے حق سے ایک ذرہ بھی لینا گوارا نہیں کرتے تھے، ایک بار ایک عورت نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ پر ایک گھر کے بارے میں دعوی کیا، بولے کہ "گھر اس کو لے لینے دو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جو شخص بلا استحقاق کسی کی بالشت بھر زمین بھی لے لیگا، قیامت کے دن خدا زمین کے ساتوں طبقوں کو اس کے گلے کا طوق بنائے گا، خدایا اگر وہ جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر دے، اور اسی گھر میں اس کی قبر بنا"، راوی کا بیان ہے کہ میں نے

---

[۱] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۵۸ مسند عثمان بن عفانؓ [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ،
[۳] موطاے امام مالک کتاب الاقضیہ باب مالا یجوز من النحل،

اس کو دیکھا کہ اندھی ہوگئی، دیوار پکڑ کر چلتی تھی، اور کہتی تھی کہ مجھ پر سعید بن زیدؓ کی بددعا پڑگئی، ایک دن وہ اُٹھی گھر مین کنوان تھا، اس مین گر پڑی اور وہی اس کی قبر بنا،[1]

قسم کھانے سے اجتناب

جو لوگ خائن یا خداع ہوتے ہین، ان کو معاملات مین قسم کھانے سے کوئی اجتناب نہین ہوتا، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا،

لا تطع کل حلاف مہین ۔ بات بات پر قسم کھانے والے ذلیل شخص کی بات نہ مان،

یہی وجہ ہے کہ محتاط لوگ سچی قسم کھانے سے بھی احتراز کرتے ہین، صحابۂ کرام بھی زہد و تورع کی بنا پر قسم کھانے سے اجتناب فرماتے تھے،

ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک غلام آٹھ سو درہم پر اس شرط کے ساتھ کہ اس مین کوئی عیب نہین فروخت کیا، بعد کو مشتری نے دعویٰ کیا کہ اس غلام مین ایک بیماری ہے، حضرت عثمانؓ کی خدمت مین مقدمہ پیش ہوا، اور انھون نے قسم لینا چاہی لیکن انھون نے قسم کھانے سے انکار کر دیا، اور غلام کو واپس لے لیا، جب وہ اچھا ہوگیا، تو پھر پندرہ سو درہم پر فروخت کیا، اس حدیث کی شرح مین لکھا ہو کہ یہ اس بات کا معاوضہ تھا کہ انھون نے باوجود سچے ہونے کے قسم کھانا ایک بڑی بات سمجھا،[2]

مروان نے ایک مقدمہ مین حضرت زید بن ثابتؓ سے منبر مسجد نبویؐ پر قسم لینا چاہی، انھون نے اس کے سامنے تو قسم کھالی لیکن منبر شریف پر قسم کھانے سے انکار کیا،[3]

---

[1] مسلم کتاب البیوع باب غرز الخشب فی جدار الجار و بخاری کتاب الغصب مختصراً [2] موطائے امام مالک کتاب البیوع باب العیب فی الرقیق مع زرقانی [3] موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب ما جاء فی الیمین علی المنبر،

طرزِ معاشرت

غربت و افلاس

صحابۂ کرام نہایت فقر و فاقہ اور غربت و افلاس کی زندگی بسر کرتے تھے، ایک صحابی نے ایک عورت سے شادی کرنی چاہی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا "کچھ مہر کے لیے بھی ہے؟" بولے "صرف یہ تہ بند ہے"، آپ نے فرمایا "اگر تم نے یہ تہ بند اس کو دیدیا تو پھر تمھاری پردہ پوشی کیونکر ہوگی؟ کچھ اور تلاش کرو"، واپس آئے تو کہا "کچھ نہیں ملا" فرمایا کچھ نہیں تو لوہے کی ایک انگوٹھی ہی کہیں سے لاؤ" بولے وہ بھی نہیں ملتی"، یہ سب کچھ تو نہ تھا، لیکن روحانیت کا خزانہ ساتھ تھا، آپ نے قرآن مجید کی چند سورتوں پر نکاح پڑھا دیا،[۱]

حضرت عبد المطلب بن ربیعہؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ خاندان نبوت سے تھے، لیکن نکاح کا کوئی سامان نہ تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ صدقہ وصول کرنے کی خدمت تفویض ہو جائے تو اس کے معاوضہ سے مہر وغیرہ کا سامان کریں، آپ نے یہ خدمت تو تفویض نہیں کی، لیکن شادی کا دوسرا سامان کر دیا،[۲]

حضرت فاطمہؓ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نکاح ہوا تو ایک زرہ کے سوا مہر کے لیے کچھ نہ تھا، اس لیے اسی کو مہر میں دے دیا،[۳]

ان کی دعوت ولیمہ کی داستان نہایت درد انگیز ہے، اُن کے پاس صرف دو

۱؎ ابوداؤد کتاب النکاح باب فی التزویج علی العمل یعمل ۲؎ ابوداؤد کتاب الخراج والامارہ باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذوی القربیٰ ۳؎ ابوداؤد کتاب النکاح باب فی الرجل یدخل بامرأتہ قبل ان ینقدھا،

اونٹنیان تھین، ایک بدر کے مال غنیمت کے حصہ مین ملی تھی، دوسری خمس مین سے رسول اللہ صلعم نے عطا فرمائی تھی، دعوت کا سامان کرنے کے لیے چاہا کہ ان اونٹنیون پر اذخر (ایک قسم کی گھاس جس کو سنار جلاتے ہین) لاد کے لے آئین، اور سونارون کے ہاتھ فروخت کر کے کچھ روپیہ پیدا کرین، وہ اسی سامان مین مصروف تھے کہ حضرت حمزہ رض شراب کے نشہ مین چور ہوے اور اونٹنیون کو ذبح کر ڈالا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا تو ان کی آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے، [۱]

حضرت سلمہ بن صخر رض کو ایک بار کفارہ دینے کی ضرورت پیش آئی، اس لیے رسول اللہ صلعم نے ایک غلام کے آزاد کرنے کا حکم دیا، بولے کہ "مین تو صرف اپنی ذات کا مالک ہون" اب آپ نے ساٹھ مسکینون کو صدقہ دینے کو کہا، بولے "رات فاقہ مستی کے ساتھ بسر کی ہے، گھر مین ایک دانہ بھی نہین"

اسی طرح اور ایک صحابی کو کفارے مین صدقہ دینا پڑا لیکن اُن کے پاس کچھ نہ تھا، خود رسول اللہ صلعم نے کھجورین عطا فرمائین کہ جاکر فقراء کو دیدو، بولے "کیا مجھ سے اور میرے اہل وعیال سے بھی زیادہ کوئی فقیر ہے؟" آپ نے فرمایا "تو اس کو تمھین لوگ کھا جاؤ" [۲]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سرور کونین کے داماد تھے لیکن فقر وفاقہ کا یہ حال تھا کہ ایک بار گھر مین آئے تو دیکھا، حضرت حسین اور حضرت حسن علیہما السلام رو رہے ہین حضرت فاطمہ رض سے پوچھا کیون رو رہے ہین؟ بولین بھوک سے بیتاب ہین، گھر سے نکلے تو بازار مین ایک پڑا ہوا دینار پایا، اس کا آٹا اور گوشت خریدا لیکن محبت رسول کا یہ عالم تھا کہ

---

[۱] ابوداؤد کتاب الخراج والامارة باب فی بیان مواضع قسم الخمس [۲] ایضاً کتاب الطلاق باب فی الظہار،

اس حالت مین بھی رسول اللہ صلعم کو مدعو کیے ہوئے بغیر کھانا نہ کھایا[1]

اصحاب صفہ کے تمام فضائل و مناقب مین سب سے زیادہ نمایان فضیلت ان کا فقر و فاقہ ہے، ان کی یہ حالت تھی کہ جب آپ کے ساتھ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو ضعف سے گر گر پڑتے تھے، بدو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ پاگل ہین[2]،

حضرت مصعب بن عمیر رض غزوۂ احد مین شہید ہوئے تو کفن تک میسر نہ تھا، بدن پر صرف ایک چادر تھی اسی کا کفن بنایا گیا، لیکن وہ اس قدر مختصر تھی کہ سر ڈھکتے تھے تو پاؤن کھل جاتا تھا، پاؤن چھپاتے تھے تو سر کچھ نہین رہتا تھا، بالآخر آپ نے فرمایا کہ چادر سے سر کو اور پاؤن کو گھاس سے چھپا دو[3] لیکن اور شہدائے اُحد کو یہ بھی نصیب نہ تھا، اس لیے ایک چادر مین متعدد صحابہ دفن کیے گئے[4]۔

لباس ابتدائے اسلام مین صحابۂ کرام کو کپڑون کی نہایت تکلیف تھی حضرت عتبہ بن غزوان رض کہتے ہین کہ "مین ساتوان مسلمان ہون، اس وقت یہ حالت تھی کہ مین نے ایک چادر پائی تو تقسیم کر کے آدھی خود لی اور آدھی سعد کو دی لیکن آج ہم ساتون مین ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے[5]"

اکثر صحابہ کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا جس کو گلے سے باندھ لیتے تھے کہ تہ بند اور کرتہ دونون کا کام دے، ایک صحابی نے رسول اللہ صلعم سے دریافت فرمایا کہ ایک کپڑے مین نماز جائز ہے یا نہین؟ ارشاد ہوا:-

اَوَ لِكُلِّكُم ثَوْبَان[6] — کیا تم مین ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہین؟

[1] ابوداؤد کتاب اللقطہ [2] ترمذی ابواب الزہد باب ما جاء فی معیشۃ اصحاب النبی [3] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ احد [4] ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی الشہید یغسل [5] شمائل ترمذی باب ما جاء فی عیش النبی [6] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب جماع اثواب ما یصلی فیہ،

حضرت عمرو بن سلمہؓ نہایت صغیر السن صحابی تھے، جن کو حفظ قرآن کی بنا پر اُن کے قبیلہ کے لوگون نے اپنا امام بنایا تھا لیکن اُن کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ جب سجدے مین جاتے تھے تو کشف عورت ہو جاتا تھا، ایک صحابیہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا کہ

واروا عنا عورة قارئکم — اپنے قاری کی ستر عورت کرو،

اس پر لوگون نے ان کو ایک قمیص خرید دی ہمیص کون سی بڑی چیز تھی؟ لیکن ان کو اس قدر مسرت ہوئی کہ اسلام لانے کے بعد پھر انھین کبھی ایسی مسرت حاصل نہین ہوئی،[1]

مہاجرین کو کپڑے کی اس قدر تکلیف تھی کہ جب قرآن مجید کے حلقۂ درس مین شامل ہوتے تھے تو باہم مل جل کے بیٹھتے تھے، کہ ایک کا جسم دوسرے کے جسم کی پردہ پوشی کر سکے،[2]

ان بزرگون کے پاؤن مین جوتے نہ تھے، موزے نہ تھے، سر پر ٹوپی نہ تھی، بدن پر کرتہ نہ تھا، چنانچہ ایک بار حضرت سعد بن عبادہؓ بیمار ہوے تو تمام صحابہ اسی حالت مین ان کی عیادت کو گئے،[3]

حضرت مصعب بن عمیرؓ جب تک اسلام نہین لائے تھے نہایت ناز و نعم کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، اور نہایت عمدہ جوڑے پہنتے تھے،[4] لیکن ہجرت کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ ایک روز جب رسول اللہ صلعم نے اُن کے بدن پر صرف ایک چادر دیکھی جسمین پوستین کے پیوند لگے ہوے تھے، تو آپ کو ان کی قدیم حالت یاد آگئی اور چشم عبرت سے آنسو نکل آئے،[5]

---

[1] ابو داؤد باب من احق بالامامۃ [2] کتاب العلم باب فی القصص [3] مسلم کتاب الجنائز باب فی عیادۃ المرضی، [4] اصابہ تذکرہ حضرت مصعب بن عمیرؓ [5] ترمذی ابواب الزہد، اصابہ مین ہی کہ یہ روایت کسی قدر ضعیف ہی لیکن بخاری کی روایتون مین بھی ان کی غربت و افلاس کا پتہ چلتا ہی،

عورتون کو زیادہ ستر پوشی کی ضرورت ہوتی ہی لیکن حضرت فاطمہؓ جگر گوشۂ رسول صلعم کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ ایک بار اُنھون نے رسول اللہ صلعم کے سامنے ادب و حیا سے جسم کے ہر حصے کو چھپانا چاہا لیکن ناکامیابی ہوئی، سر ڈھکتی تھین تو پاؤن کھل جاتا تھا، پاؤن ڈھکتی تھین تو سر کھل جاتا تھا: آپ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا "کوئی ہرج نہین، یہان تو صرف تمھارا باپ اور تمھارا غلام ہے"[1]

بعض عورتون کو چادر بھی میسر نہین تھی، رسول اللہ صلعم نے عورتون کو عیدگاہ مین جانے کی اجازت دی، تو ایک صحابیہ نے کہا کہ "اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے" ارشاد ہوا کہ "اُس کو دوسری عورت اپنی چادر اڑھا لے"[2]

شادی بیاہ مین دولہن کے لیے غریب سے غریب آدمی بھی اچھا جوڑا بنواتا ہی، لیکن اس زمانہ مین دولہن کو معمولی جوڑا بھی میسر نہین ہوتا تھا حضرت عائشہؓ کا بیان ہی کہ "میرے پاس گاڑھے کی ایک کرتی تھی شادی بیاہ مین جب کوئی عورت سنواری جاتی تھی تو وہ مجھ سے اسکو مستعار منگوا لیتی تھی"[3] حافظ ابن حجر فتح الباری مین اس حدیث کی شرح مین لکھتے ہین کہ حضرت عائشہؓ کا مقصد یہ ہے کہ ابتدا ے اسلام مین صحابہ کرام نہایت تنگدست تھے، اس لیے معمولی چیزون کو بھی بڑی چیز سمجھتے تھے،

رومال نہایت معمولی درجہ کی چیز ہے لیکن صحابہ کرام کو وہ بھی میسر نہ تھا، کھانا کھاتے تھے تو تلوؤن سے ہاتھ پونچھ لیتے تھے[4]

حضرت عمرؓ کے زمانہ مین اگرچہ مال و دولت کی کثرت ہوئی اور متمدن قومون سے

---

[1] ابوداؤد کتاب اللباس باب فی العبد ینظر الی شعر مولاتہ [2] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین [3] بخاری کتاب الہبۃ باب الاستعارۃ للعروس عند البناء [4] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب مسح الید بعد الطعام

اختلاط ہوا، تاہم انھون نے اسلام کی اس پرعظمت سادگی کو قائم رکھا، فتوحات ایران کے زمانے مین عام حکم دیا کہ لوگ ایرانیون کی وضع نہ اختیار کرین اور حریر نہ پہنین لیکن بعد مین حالت اس قدر بدل گئی، اور وضع ولباس مین ایسا عظیم الشان انقلاب پیدا ہوگیا کہ ایک دن حضرت ابوہریرہؓ نے کتان کے دو رنگین کپڑے زیب تن کیئے، تو ایک سے ناک صاف کرکے کہا کہ " واہ واہ ابوہریرہ آج کتان کے کپڑے سے ناک پونچھتے ہو، حالانکہ ایک دن وہ تھا کہ بھوک کے مارے رسول اللہ صلعم کے منبر اور حضرت عائشہؓ کے حجرے کے سامنے بیہوش ہوکر گرتے تھے، لوگ آتے تھے تو گردن پر پانون رکھ کر کہتے تھے کہ ابوہریرہؓ کو جنون ہوگیا ہی، حالانکہ یہ سب بھوک کی وجہ سے تھا"[1]

یہان تک کہ حضرت عائشہؓ کی جو کرتی دولھن کے لیے عاریۃً جایا کرتی تھی، اسکی نسبت انھون نے ایک صحابی سے کہا، کہ" اب میری لونڈی بھی اسکو پہنتے ہوئے شرمائیگی"[2]

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے مین اور بھی ترقی ہوئی اور حضرت عمرؓ نے جن عجمیت سے روکا تھا، ان کے گھرمین اس کے منظر آنے لگے، ایک بار حضرت مقدامؓ ان کے دربار مین حاضر ہوے، اور کہا کہ آپ جانتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے حریر وریشم کے استعمال کی ممانعت فرمائی ہے؟ اور جانورون کی کھال سے روکا ہے؟ انھون نے کہا "ہان" بولے "لیکن مین یہ تمام چیزین آپ کے گھرمین دیکھتا ہون"[3]

غذا | غربت وافلاس کی وجہ سے صحابۂ کرام نہایت سادہ اور معمولی غذا پر زندگی بسر کرتے تھے، ابتدائے اسلام مین تو گویا صحابۂ کرام کو بالکل فاقہ کشی کرنی پڑتی تھی حضرت عتبہ بن غزوانؓ کا بیان ہے کہ مین ساتوان مسلمان ہون، اس وقت یہ حالت تھی کہ ہم لوگ درخت

---

[1] ترمذی ابواب الزہد و بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ [2] ... [3] ابوداؤد کتاب اللباس، باب فی جلود النمور۔

کے پتے کھا کھا کر گذراوقات کرتے تھے، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہمارے جبڑے پھٹ پھٹ گئے تھے[۱]،

اسلام نے قوت حاصل کی تو یہ تکلیفین اگرچہ کم ہوگئین تاہم پھر بھی عرب کی قدیم سادگی قائم رہی، تمام اہل مدینہ کی عام غذا کھجور اور جو تھی، اور جو لوگ دولتمند ہوتے تھے، وہ شام کے غلہ فروشون سے خاص طور پر اپنے لیے میدہ خرید لیتے تھے، باقی تمام گھر جو اور کھجور پر زندگی بسر کرتا تھا[۲]، جو کا آٹا بھی چھنا ہوا نہین ہوتا تھا، بخاری کتاب الاطعمہ مین ہے کہ صحابہ کے گھرون مین چھلنی نہین ہوتی تھی، جو کا آٹا پیس کر منہ سے پھونک دیتے تھے، بھوسی اُڑنے کے بعد جو کچھ بچ رہتا تھا، اس کو کھا لیتے تھے،

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت تک یہ سادگی قائم رہی لیکن جب فتوحات کو وسعت ہوئی، متمدن قومون سے اختلاط ہوا، اور صحابہ نے عیش وطرب کے سامان دیکھے، تو حضرت عمرؓ کو یہ خوف ہوا کہ دنیا کی تروتازگی صحابہ کو اپنا فریفتہ نہ بنالے، اس لیے تمام عمال کو ہدایت کی کہ ایرانیون کی وضع نہ اختیار کرین، حریر نہ پہنین، چھنا ہوا آٹا نہ کھائین، اس لیے ان کے عہد خلافت مین عموماً یہی سادگی قایم رہی، چنانچہ فتوحات ایران کے زمانے مین صحابۂ کرام نے میدے کی چپاتیان دیکھین تو پہچان نہ سکے اور تعجب کے لہجے مین کہا، ماھذہ الرقاع البیض، یہ سفید ٹکڑے کیسے ہین[۳]، لیکن بعد کو یہ سادگی فنا ہوگئی اور لطیف غذاؤن کا رواج ہوگیا، چنانچہ ایک بار حضرت حسنؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت جعفرؓ ایک صحابیہ کے پاس جو رسول اللہ صلعم کا کھانا پکاتی تھین آئے، اور کہا کہ ہمارے لیے وہ کھانا پکاؤ، جو رسول اللہ صلعم کو پسند تھا، بولین" اب وہ تمھین پسند نہین آسکتا[۴]"،

---

[۱] شمائل ترمذی باب ماجاء فی عیش النبیؐ [۲] ترمذی تفسیر سورہ نساء [۳] طبری صفحہ ۲۰۳۵ [۴] شمائل ترمذی مع شرح باب ماجاء فی صفة ادام رسول اللہ صلعم،

اس حدیث کی شرح مین لکھا ہی :۔

ای لسعۃ العیش وذھاب ضیقہ	یعنی اس لیے کہ اب عیش کے وفر سامان
الذی کان اولا وقد اعتاد الناس	پیدا ہوگئے ہین اور پہلی تنگدستی زائل ہوگئی
الاطعمۃ اللذیذۃ	ہی اور لوگ عمدہ غذاؤن کے خوگر ہوچلے ہین

مکان غربت و افلاس کی وجہ سے صحابۂ کرام کے مکانات نہایت مختصر پست اور کم حیثیت ہوتے تھے، ان مین جائے ضرور تک کا وجود نہ تھا[۱]، دروازون پر پردے نہ تھے[۲]، راتون کو گھرون مین چراغ تک نہین جلائے جاتے تھے[۳]، بعد مین اگرچہ اس قدر ترقی ہوئی کہ دروازون پر پردے لٹکائے گئے[۴] لیکن حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ تک عام طور پر عرب کی قدیم سادگی قائم رہی، حضرت عمرؓ نے بھی اگرچہ عرب کی اس سادگی کو اس شدت کے ساتھ قائم رکھنا چاہا کہ جب بصرہ کو آباد کرایا تو عام حکم دیا :۔

لا یزیدن احدکم علی ثلثۃ	کوئی شخص تین کمرے سے زیادہ نہ بنائے اور
ابیات ولا تطاولوا فی البنیان	مکان کو بلند نہ بناؤ اور سنت پر قائم رہو تو
والزموا السنۃ تلزمکم الدولۃ[۵]	تمھاری سلطنت بھی قائم رہیگی،

تاہم لوگون نے ان کے زمانے مین بلند مکانات بنانے شروع کیے اور یہ پہلا دن تھا کہ عرب مین بلند عمارتون کے کنگرے نظر آئے، چنانچہ مسند دارمی مین ہے :۔

تطاول الناس فی البناء	لوگون نے حضرت عمرؓ کے زمانے مین بلند
فی زمن عمرؓ[۶]	عمارتین بنائین،

---

[۱] صحیح بخاری کتاب المغازی قصۃ الافک [۲] ابوداؤد کتاب الادب باب الاستیذان فی العورات الثلاث، [۳] صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب التطوع خلف المراۃ [۴] ابوداؤد کتاب الادب باب الاستیذان فی العورات الثلاث۔ [۵] طبری صفحہ ۲۴۸۸ [۶] مسند دارمی باب فی ذہاب العلم صفحہ ۴۴،

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین تمدن نے اور ترقی کی اس لیے صحابۂ کرام نے عظیم الشان مکانات بنوائے، حضرت زبیرؓ نے بصرہ، مصر، کوفہ اور اسکندریہ مین عمدہ مکانات تعمیر کرائے، حضرت طلحہؓ نے مدینہ مین اینٹ اور چونہ سے پختہ مکان بنوایا اور اس مین ساکھو کی لکڑیان لگوائین، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے مقام عقیق مین ایک نہایت بلند، وسیع اور پُر فضا مکان تعمیر کرایا اور اس کے اوپر کنگرے بنوائے، حضرت مقدادؓ نے مدینہ مین ایک مکان بنوایا جس کی دیوارین بالکل پختہ تھین[1]۔

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ مین اور بھی ترقی ہوئی، انھون نے ایک عظیم الشان محل بنوایا، جس کا نام قصر خضرا تھا، اور جو قلعہ کا بھی کام دے سکتا تھا[2]،

سامان آرایش

صحابیات نہایت معمولی لباس اور سادہ زیورات استعمال کرتی تھین احادیث کی کتابون کے تتبع و استقرار سے صرف بازوبند، کڑے، بالی، ہار، انگوٹھی اور چھلے کا پتہ چلتا ہے، لونگ کا ہار بھی پہنتی تھین، جس کو عربی مین سخاب کہتے ہین، حضرت عائشہؓ کا جو ہار ایک سفر مین گم ہوگیا تھا وہ مہرہ یمانی کا تھا[3]،

صحابیات سرمہ اور مہندی کا استعمال بھی کرتی تھین، زچہ خانہ سے نکلتی تھین تو منہ پر ورس (ایک قسم کی سرخ گھاس کا نام ہی) کا غازہ ملتی تھین کہ چہرے کے داغ دھبے مٹ جائین[4]، خوشبو مین مسک ایک قسم کی خوشبو ہی جو ماتھے پر لگائی جاتی تھی[5] پیشانی پر لگاتی تھین،

زہد و تقشف

فتوحات کی وسعت اور مال و دولت کی کثرت نے اگرچہ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہی صحابۂ کرام کی قدیم طرز معاشرت مین بہت کچھ تغیر پیدا کر دیا تھا، تاہم اکثر صحابہؓ نہایت زاہدانہ اور متقشفانہ زندگی بسر کرتے تھے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ امارت پسندی

---

[1] مقدمۂ ابن خلدون صفحہ ۲۲۵ [2] بخاری کتاب الوصایا باب من تصدق الی وکیلہ مع فتح الباری [3] ابوداود کتاب الطہارۃ باب التیمم [4] ایضاً باب ماجاء فی وقت النفساء [5] ایضاً کتاب المناسک باب ما یلبس المحرم،

سے اس قدر احتراز کرتے تھے ایک بار انھون نے کسی سے پانی مانگا، اور وہ شیشے کے پیالے مین لایا تو پینے سے انکار کردیا، پھر لکڑی کے پیالے مین لایا تو پیا، اس کے بعد وضو کے لیے پانی طلب کیا، وہ طشت مین لایا تو وضو کرنے سے انکار کردیا، دوبارہ شکیزے مین لایا تو وضو کیا، وہ زہد و قناعت کی وجہ سے کبھی پیٹ بھر کھانا نہین کھاتے تھے، ایک بار ان کو کسی نے جوارش دی اور کہا کہ یہ کھانا ہضم کرتی ہے"، بولے "مین تو مہینون پیٹ بھر کھانا نہین کھاتا مجھے اس کی کیا ضرورت ہے"، حمام بھی اس لیے نہین جاتے تھے کہ وہ عیش پسندی کی ایک صورت ہے[۱]،

ایک بار حضرت ابو جحیفہؓ شوربے کی ایک لطیف غذا کھا کر آئے اور رسول اللہ صلعم کے سامنے ڈکار لی، آپ نے فرمایا :-

اکثرھم شبعا فی الدنیا اکثرھم جوعا یوم القیامۃ،	جن لوگون کا پیٹ دنیا مین جس قدر زیادہ بھرےگا، اسی قدر وہ قیامت کے دن بھوکے رہین گے،

اس کے بعد انھون نے کبھی پیٹ بھر کھانا نہین کھایا، رات کو کھاتے تھے تو دن کو بھوکے رہتے تھے، اور دن کو کھاتے تھے تو رات کو فاقہ کرتے تھے[۲]،

زہد و تقشف کی وجہ سے بعض صحابہ گھر تک بنانا پسند نہین کرتے تھے، حضرت سلمان فارسیؓ نے اپنے لیے گھر نہین بنایا تھا، بلکہ دیوارون اور درختون کے سایے مین پڑے رہتے تھے، ایک بار ایک شخص نے گھر بنانے پر اصرار کیا تو پہلے راضی نہین ہوئے، راضی بھی ہوئے تو ایسے تنگ اور پست گھر پر کہ جب کھڑے ہون تو چھت سے سر

[۱] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ [۲] اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابو جحیفہؓ،

لگ جائے، اور پاؤن پھیلائین، تو انگلیان دیوار تک پہنچ جائین[1]، گھر مین سامان نہایت مختصر رکھتے تھے یعنی صرف ایک پیالہ اور ایک لوٹا لیکن اس کو بھی وہ زہد و تشقف کے خلاف سمجھتے تھے، چنانچہ ایک بار بیمار ہوئے تو ان چیزون کو دیکھ کر رونے لگے اور کہا کہ رسول اللہ صلعم نے ہم سبھون کو وصیت فرمائی تھی کہ دنیا سے صرف اس قدر لینا جتنا ایک مسافر زاد راہ کیلیے لیتا ہے، حالانکہ ہمارے پاس یہ سامان ہین[2]، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے گھر کے کل سامان کی قیمت سو درہم سے بھی کم تھی[3] حضرت ابوذرؓ کے گھر کا سامان دو درہم سے زیادہ قیمت کا نہ تھا[4]، ایک روز کچھ لوگ حضرت ابولبابہؓ کے ساتھ ہولیے اندر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ گھر نہایت بوسیدہ ہے، اور خود ان کا اوڑھنا بچھونا پھٹا پڑا ہے[5]،

صحابۂ کرام باوجود استطاعت کے وضع و لباس نہایت زاہدانہ رکھتے تھے، ایک بار ایک شخص حضرت عائشہؓ کی خدمت مین حاضر ہوا، بولین "ذرا ٹھہر جاؤ مین اپنا کپڑا سی لون"، اس نے کہا "اگر مین لوگون کو اس کی خبر کردون تو لوگ آپ کو بخیل سمجھین گے"، بولین "جو لوگ پرانا دھرانا نہین پہنتے، ان کو نیا کپڑا نصیب نہ ہوگا"[6] ایک بار حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ام الدرداءؓ کی ملاقات کو آئے، بدن پر صرف ایک کمل اور اونچا پاجامہ تھا، لوگون نے کہا "آپ نے صورت کیون بگاڑ رکھی ہے"، بولے "نیکی صرف آخرت کی نیکی ہے"[7]، ان کے پاس صرف ایک عبا تھی جس کا ایک حصہ بچھاتے تھے اور ایک حصہ پہنتے تھے[8]، ایک بار کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ایک چادر

---

[1] استیعاب تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [4] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوذر غفاریؓ [5] ابو داؤد ابواب تفریع شہر رمضان باب استحباب الترتیل فی القرأة، [6] ادب المفرد باب الرفق فی المعیشة [7] ادب المفرد باب الزیارة، [8] طبقات تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ

اڑھادی، سوکر اُٹھے، اور اس کے ریشمی بیل بوٹے دیکھے تو کہا کہ "اگر یہ نہ ہوتے تو اس کے استعمال مین کوئی مضائقہ نہ تھا"[1] حضرت فضالہ بن عبیدؓ اگرچہ مصر کے گورنر تھے لیکن پریشان مو اور برہنہ پا رہتے تھے، ایک دن کسی نے اُن سے پوچھا کہ آپ پریشان مو کیون ہین؟ بولے "ہم کو رسول اللہ صلعم نے زیادہ ناز ونعم ... کی زندگی بسر کرنے سے منع فرمایا ہے" پاؤن پر نگاہ پڑی تو بولا "آپ برہنہ پا کیون ہین؟" بولے "آپ نے ہم کو حکم دیا ہی کہ کبھی کبھی برہنہ پا رہین"[2]

مال و دولت دنیا کی سب سے زیادہ دلفریب چیز ہے، اخیر مین صحابہ کرام کے آگے اگرچہ دنیا نے اپنا خزانہ اگل دیا، لیکن انھون نے اس آبِ روان سے اپنا دامن تر نہین کیا، حضرت سعید بن عامرؓ حمص کے گورنر تھے، لیکن جو کچھ وظیفہ ملتا تھا، سب صرف کردیتے تھے، اور خود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ حمص مین آئے اور حکم دیا کہ یہان کے محتاجون کا نام لکھا جائے، فہرست پیش ہوئی تو اس مین حضرت سعید بن عامرؓ کا نام بھی تھا نام دیکھ کر تعجب سے پوچھا "کون سعید بن عامر"؟ لوگون نے کہا کہ "ہمارے گورنر" بولے "تمھارا گورنر کیونکر محتاج ہوسکتا ہے، ان کا وظیفہ کیا ہوتا ہے"؟ لوگون نے کہا "سب صرف کردیتے ہین" حضرت عمرؓ نے ان کی یہ حالت سُنی تو رو پڑے، اور ان کے پاس ہزار اشرفیان کا توڑا بھجوایا، انھون نے اشرفیان دیکھین تو انا للہ پڑھنے لگے، بی بی نے سنا تو کہا "کیا امیر المومنین کی شہادت ہوئی؟ کیا قیامت کی کوئی نشانی ظاہر ہوئی"؟ بولے اُس سے بھی بڑھکر واقعہ پیش آیا، میرے پاس دنیا آئی، میرے پاس فتنہ آیا، بی بی نے کہا، تو اس کو صرف مین لائیے، انھون نے اشرفیون کو اُٹھا کر ایک توڑے مین

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [2] ابوداؤد کتاب الرجل،

رکھ دیا، اور صبح کو ایک فوج کو دے ڈالا، بی بی نے کہا "کچھ تو اپنی ضروریات کے لیے رکھ لیتے"، بولے "مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ اگر جنت کی ایک حور بھی دنیا مین آ جائے تو زمین مشک کی خوشبو سے معطر ہو جائے، اور ان مین اس پر کسی چیز کی کو ترجیح نہین دے سکتا"[۱]

جو صحابہ مال و دولت جمع کر لیتے تھے، ان کو بھی اس پر افسوس ہوتا تھا حضرت ابو ہاشم بن عتبہؓ مبتلاے طاعون ہوئے تو حضرت امیر معاویہؓ عیادت کو آئے، وہ ان کو دیکھ کر رونے لگے، بولے "کیا مرض کی تکلیف ہے، یا دنیا کے چھوڑنے کا قلق ہے"؟ فرمایا "کچھ نہین مجھے رسول اللہ صلعم نے ایک وصیت فرمائی تھی، کاش مین اس پر عمل کرتا آپ نے فرمایا تھا کہ شاید تم کو اس قدر مال ہاتھ آئے جو ایک قوم پر تقسیم کیا جائے، لیکن تم اس مین سے صرف ایک خادم اور ایک سواری پر قناعت کرنا، مجھے وہ مال ملا اور مین نے اس کو جمع کیا"[۲]

بعض صحابہ امرا و عمال کے تعلقات کو زہد و تقشف کے خلاف سمجھتے تھے اور ان سے نہایت بے نیازی کے ساتھ ملتے تھے، ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ آئے اور حضرت ابو ذر غفاریؓ سے بھائی بھائی کہہ کر لپٹ گئے، وہ جس قدر لپٹتے تھے، حضرت ابو ذر ان کو اپنے پاس سے ہٹاتے تھے، اور کہتے تھے کہ مین تمھارا بھائی نہین ہون، بھائی اس وقت تھا، جب تم عامل نہین ہوئے تھے"[۳]

حضرت نبیط بن شریطؓ ایک صحابی تھے، ایک بار ان سے ان کے بیٹے نے کہا

---

[۱] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت سعید بن عامرؓ۔ اسد الغابہ مین ان کے زہد کے اور بھی بعض واقعات لکھ کر لکھا ہے کہ "له اخبار عجیبة فی زهده لانطول بذکرها"، [۲] نسائی کتاب الزینة باب اتخاذ الخاتم والمرکب [۳] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت ابو ذرؓ،

اگر آپ بادشاہ وقت کے پاس جاتے تو آپ کو بھی فائدہ پہنچتا، اور آپ کی بدولت آپ کی قوم بھی فائدہ اٹھاتی"، بولے "لیکن مجھے خوف ہے کہ کہیں ان کی صحبت مجھے دوزخ میں نہ ڈھکیل دے[۱]"

اپنا کام خود کرنا صحابۂ کرام اپنا کام کاج خود کرتے تھے، اور اس کو کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے، حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں :-

کنا مع رسول اللہ صلعم خدام	ہم سب رسول اللہ کے ساتھ خود اپنے خادم تھے
انفسنا نتناوب الرعایۃ رعایۃ ابلنا[۲]	اور باری باری اپنے اونٹ چراتے تھے،

حضرت عمرؓ خود اپنے اونٹوں کی جوئیں نکالتے تھے[۳]،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی اونٹنیوں کو چارہ کھلاتے تھے، اور آٹا گھول کر پلاتے تھے[۴]،

ایک بار حضرت عثمانؓ کے لیے کھانا تیار کیا گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی مدعو کئے گئے، ان کے پاس آدمی آیا تو دیکھا کہ خود اپنے ہاتھ سے اونٹوں کے لیے پتیاں جھاڑ رہے ہیں[۵]"،

ایک بار ایک شخص حضرت ابو ذر غفاریؓ کے مکان پر آئے اور ان کی بی بی سے پوچھا "وہ کہاں ہیں" بولیں "کام دھندے پر گئے ہیں" تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ اونٹ پر مشک لادے ہوئے آرہے ہیں[۶]، ایک بار وہ مشک لیے آرہے تھے، ایک شخص نے پوچھا آپ کے کوئی اولاد نہیں ہے ؟ بولے "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جس

---

[۱] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت نبیط بن شریطؓ [۲] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب مایقول الرجل اذا توضأ [۳] موطاء امام مالک کتاب الحج باب مایجوز للمحرم ان یفعلہ، [۴] ایضاً کتاب الحج باب القرآن فی الحج [۵] ابوداؤد کتاب المناسک باب لحم الصید للمحرم، [۶] ادب المفرد باب من قدم الی ضیفہ طعاما فقام یصلی،

مسلمان کے تین لڑکے مرجاتے ہین، خدا اس کو جنت دیتا ہے[١]"

ایک بار رسول اللہ صلعم فقر و فاقہ مین مبتلا ہوگئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا تو ایک یہودی کے باغ مین آئے، اور سترہ ڈول پانی کے کھینچے، اور ہر ڈول کا معاوضہ ایک کھجور قرار پایا تھا، یہودی نے سترہ کھجورین دین، ان کو لیکر خدمت مبارک مین حاضر ہوئے، اور ایک صحابی اسی طرح تقریباً دو صاع کھجور کما کر لائے، اور آپ کی خدمت مین پیش کیا[٢]،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر مین ہوتے تھے تو جو کام خود کر سکتے تھے، اس کو کسی دوسرے سے متعلق نہین کرتے تھے[٣]،

حرمتِ خمر کے بعد بعض صحابہ نے جو سرد ملک کے رہنے والے تھے، آپ کی خدمت مین عرض کی کہ "یا رسول اللہ ہم سرد ملک کے رہنے والے ہین اور سخت مشقت طلب کام کرتے ہین اس لیے گیہون کی شراب استعمال کرتے ہین؟" آپ نے فرمایا "کیا وہ نشہ آور بھی ہے؟" بولے "ہان" فرمایا "اس کو چھوڑ دو[٤]"،

غسل جمعہ کے وجوب کا سبب صرف یہ ہے کہ

کان الناس مجهودین یلبسون الصوف	صحابہ کرام سخت تنگدست تھے، کمل کے
ویعملون علیٰ ظهورهم وکان مسجدهم	کپڑے پہنتے تھے، اپنی پیٹھ پر بوجھ لادتے
ضیقا مقارب السقف انما هو عریش	تھے، ان کی مسجد نہایت تنگ تھی چھت
فخرج رسول الله صلعم فی یوم حار	پست تھی، یعنی اوپر صرف چھپر تھا، ایک روز
وعرق الناس فی ذلك الصوف حتی	آنحضرت صلعم نماز جمعہ کے لیے برآمد ہوئے،

١ ادب المفرد باب فضل من مات له الولد ٢ سنن ابن ماجہ ابواب الرہون باب الرجل یستقی کل دلو بتمرة ویشترط جلدة ٣ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابن عمرؓ ٤ ابوداؤد کتاب الاشربہ باب النہی عن المسکر،

تاذت منهم ریاح اذی ذٰلك	دن نہایت گرم تھا لوگون کو کمل کے
بعضهم بعضا فلما وجد رسول اللّٰه	کپڑون مین پسینہ آیا، اور اسقدر بو پھیلی
صلعم تلك الریح قال ایها الناس اذا	کہ سب کو تکلیف ہوئی، آپ کو بدبو کا
کان هٰذا الیوم فاغتسلوا	احساس ہوا تو فرمایا کہ جب یہ دن آئے
ولیمس احدکم افضل ما یجد من	تو غسل کرلیا کرو، اور جہان تک ممکن ہو
دهنه وطیبه[۱]	عمدہ تیل اور عمدہ خوشبو لگاؤ،

صحابیات خانہ داری کے کامون کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھین اور اس مین سخت سے سخت تکلیفین برداشت کرتی تھین، حضرت فاطمہؓ رسول اللہ صلعم کی محبوب ترین صاحبزادی تھین، لیکن چکی پیستے پیستے ہاتھ مین چھالے پڑگئے تھے، مشکیزہ مین پانی لاتے لاتے سینہ داغدار ہوگیا تھا، جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چیکٹ ہوگئے تھے[۲]،

حضرت اسماءؓ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھین اور ان کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی، وہ اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر مین کچھ نہ تھا حضرت اسماءؓ خود اس گھوڑے کے لیے گھاس لاتی تھین، حضرت ابوبکرؓ نے گھوڑے کی سائیسی کے لیے ایک غلام بھیجا تو اُنھون نے اس خدمت سے نجات پائی، رسول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ کو ایک قطعہ زمین بطور جاگیر کے دیا تھا جو مدینہ سے تین فرسخ دور تھا حضرت اسماءؓ وہان جاتین اور وہان سے کھجور کی گٹھلیان اپنے سر پر لاتین اور ان کو کوٹ کر ان کی پانی کھینچنے والی اونٹنی کو کھلاتین۔ گھر کے معمولی کاروبار ان کے علاوہ تھے، خود پانی لاتین، مشک پھٹ جاتی تو اس کو سیتین، آٹا گوندھتین[۳]،

---

[۱] ابوداؤد کتاب الطهارة باب الرخصة فی ترک الغسل یوم الجمعه [۲] ایضاً کتاب الخراج والامارة باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسهم ذی القربیٰ [۳] مسلم کتاب السلام باب جواز ارداف المراة الاجنبیة اذا اعیت فی الطریق،

ازواج مطہرات گھر کا کام دھندا خود کرتی تھیں، ایک دن حضرت عائشہؓ کی باری تھی، جو پیسے، اس کی روٹی پکائی اور رسول اللہ صلعم کا انتظار شروع کیا، آپ کے آنے مین دیر ہوگئی تو سوگئین، آپ آئے تو جگایا،[1]

ذرائع معاش | مورخین یورپ کا خیال ہے کہ اسلام کے بعد صحابہ کرام کی معاش کا تمام تر دارومدار صرف مالِ غنیمت پر رہ گیا تھا، لیکن درحقیقت یہ ایک عظیم الشان تاریخی غلطی ہے، مہاجرین و انصار اسلام کے نظامِ ترکیبی کے اصلی عنصر تھے، اور ان دونون نے ابتدا ہی سے الگ الگ ذریعہ معاش اختیار کر لیا تھا، مہاجرین تجارت اور انصار کھیتی باڑی کرتے تھے، چنانچہ جب حضرت ابوہریرہؓ پر کثرتِ روایت کا الزام لگایا گیا، تو انھون نے اس کی یہی وجہ بتائی :-

ان اخوتی من المہاجرین کان یشغلہم الصفق بالاسواق وکنت الزم رسول اللہ صلعم علیٰ ملاء بطنی فاشھد اذا غابوا واحفظ اذا نسوا وکان یشغل اخوتی من الانصار عمل اموالہم وکنت امرءً مسکینا من مساکین الصفۃ اعی حین ینسون	میرے بھائی مہاجرین تجارتی کاروبار مین مصروف رہتے تھے، اور مین رسول اللہ صلعم کی خدمت مین ہمہ وقت موجود رہتا تھا، اس لیے جب وہ غائب ہوتے تھے تو مین حاضر ہوتا تھا، جب وہ بھول جاتے تھے تو مین یاد کرتا تھا اور میرے بھائی انصار کھیتی باڑی کے کام مین مشغول رہتے تھے اور مین مساکین صفہ مین سے ایک مسکین تھا، اس لیے جب وہ لوگ بھول جاتے تھے تو مین آپ کے اقوال کو یاد کر لیتا تھا۔
(بخاری کتاب البیوع)	

[1] ادب المفرد باب لایوذی جارہ

ایک بار حضرت ابو موسیٰ خدریؓ نے ایک موقع پر رسول اللہ صلعم کے ارشاد کا حوالہ دیا، اور حضرت عمرؓ نے اس کی تصدیق کرنا چاہی اور حضرت ابو سعید خدریؓ نے اس کی تصدیق کی، تو حضرت عمرؓ نے خود معذرت کی،

اخفی علی ھذا من امر رسول اللہ صلعم الھانی الصفق بالاسواق[1]

مجھ پر رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد اس لیے مخفی رہا کہ تجارتی کاروبار نے مجھ کو مشغول کر لیا تھا،

حضرت ابو بکرؓ نے جب بیت المال سے وظیفہ لینا چاہا تو اس کی وجہ یہ بیان کی:-

لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن مؤنۃ اھلی وشغلت بامر المسلمین فسیاکل آل ابی بکر من ھذا المال[2]

میری قوم جانتی ہو کہ میرا پیشہ میرے اہل و عیال کی معاش کے لیے کافی تھا، لیکن اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں، اس لیے میرے اہل و عیال بیت المال سے وجہ معاش لیں گے،

حضرت عثمانؓ حضرت ربیعہ بن حارث کی شرکت میں تجارت کرتے تھے[3]،

حضرت عبد الرحمن بن عوف ہجرت کر کے آئے تو رسول اللہ صلعم نے حضرت سعدؓ بن الربیع کے ساتھ ان کی مواخات کرا دی، اس بنا پر حضرت سعدؓ نے اپنے مال میں سے اُن کو نصف دینا چاہا، لیکن اُنھوں نے کہا "یہ مال تم کو مبارک مجھے کوئی تجارتی بازار بتاؤ"، انھوں نے سوق قینقاع کا راستہ بتا دیا، وہاں جا کر انھوں نے پنیر اور گھی کی تجارت شروع کر دی اور چند ہی دنوں میں اس قدر فائدہ ہوا کہ شادی کرنے کے قابل ہو گئے[4]،

اسلام سے پہلے عرب میں جو بازار قائم تھے، مثلاً عکاظ، ذو المجنہ، ذو المجاز، حباشہ

---

[1] بخاری کتاب البیوع باب الخروج فی التجارۃ [2] ایضا باب کسب الرجل و عملہ بیدہ [3] اسد الغابۃ تذکرہ حضرت ربیعہ بن حارث [4] بخاری کتاب البیوع باب قول اللہ تبارک و تعالیٰ فاذا قضیت الصلوۃ الخ

اسلام کے بعد بھی انکی رونق تقریباً ایک صدی تک قائم رہی[1]، لیکن یہ بازار چونکہ عموماً زمانۂ حج مین لگتے تھے، اس لیے اوّل اول صحابۂ کرام نے ان مین تجارت کرنا حرمت حج کے خلاف سمجھا، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندون کو اپنے فضل و برکت سے کیونکر محروم کرسکتا تھا، چنانچہ وحی آسمانی نے صحابۂ کرام کو ان بازارون مین تجارت کی عام اجازت عطا فرمائی۔

لیس علیکم جناحٌ ان تبتغوا	زمانۂ حج مین تجارت کرنا تمھارے
فضلاً من ربکم[2]	لیے کوئی گناہ کا کام نہین؛

ان بازارون کے علاوہ خود عہد اسلام مین بعض نئے بازار قائم ہوئے، چنانچہ خود رسول اللہ صلعم نے مدینہ منورہ مین ایک جدید بازار قائم کیا، جس مین کوئی تجارتی محصول نہین لیا جاتا تھا[3]،

حضرت صخرؓ بہت بڑے تاجر تھے اور چونکہ رسول اللہ صلعم نے دعا فرمائی تھی،

اللھم بارک لامتی فی	خداوندا میری امت کو صبح کے تڑکے
بکورھا،	مین برکت دے،

اس لیے وہ ہمیشہ اپنے سامان تجارت کو صبح کے سویرے روانہ فرماتے تھے اور معقول نفع اٹھاتے تھے[4]،

حضرت ابوبکرؓ اکثر اپنا مال تجارت لیکر بصرہ جایا کرتے تھے، چنانچہ رسول اللہ صلعم کی وفات سے ایک سال پیشتر مال تجارت لیکر بصرے کو گئے تھے[5]،

حضرت عمرؓ نے ایران سے تجارتی تعلقات قائم کئے تھے، چنانچہ ایک بار رسول اللہ صلعم

۱؎ فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۳۰۳، ۴۷۴ مین ان بازارون کے تاریخی حالات بہ تفصیل مذکور ہین ۲؎ بخاری کتاب البیوع باب ما جاء فی قول اللہ تبارک تعالیٰ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض الخ ۳؎ فتوح البلدان صفحہ ۲ ۴؎ ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الابتکار فی السفر ۵؎ سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب المزاح،

نے ان کو ان کو ایک ریشمی جبہ عنایت کیا، اور انھون نے لینے سے انکار کیا تو فرمایا کہ مین یہ نہین کہتا کہ اس کو پہنو، اس کو ارض فارس مین بھیجدو تمھین مالی فائدہ حاصل ہوگا،[1] حضرت عطارد تیمیؓ ایک صحابی تھے جو عموماً سلاطین کے دربار مین (غالباً تجارتی تعلقات سے) حاضر ہوتے تھے اور فائدہ اُٹھاتے تھے، ایک بار وہ ایک ریشمی جوڑا لائے، اور حضرت عمرؓ نے اس کو بازار مین دیکھا تو فرمایا "یا رسول اللہ آپ اس کو خرید لیجیے، اور جب وفود عرب آئین تو اسی کو پہن کر اُن کے سامنے بیٹھیے"[2]

غرض صحابۂ کرام کا تجارتی ذوق اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ وہ اس کے سوا کوئی دوسرا ذریعۂ معاش پسند ہی نہین کر سکتے تھے، حکومت کی وظیفہ خواری ایک ایسا لقمۂ تر ہے جس کے تصور سے بھی ایشیائی مذاق کے منہ مین پانی بھر آتا ہے، لیکن صحابۂ کرام مین جو لوگ تجارت کی برکات سے واقف تھے، وہ عرب کو اس کا خوگر بنانا پسند نہین کرتے تھے، چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے بیت المال سے تمام مسلمانون کا وظیفہ مقرر کرنا چاہا تو حضرت ابوسفیان بن حربؓ نے فرمایا:-

ادیوان مثل دیوان بنی الاصفر	کیا رومیون کے طرح ان کے نام بھی درج
انك فرضت للناس	رجسٹر ہون گے، اگر آپ نے لوگون کے
اتکلوا علی الدیوان وترکوا	وظائف مقرر کیے تو وہ اُس پر اعتماد کرلین گے
التجارة[3]	اور تجارت کو چھوڑ دین گے،

مہاجرین کا مخصوص پیشہ اگرچہ تجارت تھا، تاہم مدینہ مین آکر وہ بھی رفتہ رفتہ

---

[1] مسند جلد ۲ صفحہ ۴۴، لیکن اس حدیث سے قطعی طور پر یہ ثابت نہین ہوتا کہ ایران سے ان کے تجارتی تعلقات تھے کیونکہ دوسرے تاجرون کے ذریعہ سے بھی یہ مقصد حاصل ہو سکتا تھا [2] مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذہب والفضہ [3] فتوح البلدان صفحہ ۴۶۳

کھیتی باڑی میں مصروف ہو گئے، چنانچہ جب اول اول مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصار نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں درخواست کی کہ ہمارے نخلستان ہمارے بھائی مہاجرین کے درمیان تقسیم فرما دیجیے، لیکن آپ نے انکار فرمایا، پھر اُنھوں نے کہا کہ وہ محنت مزدوری میں حصہ لیں، ہم اُن کو پیداوار میں شریک کر لیں گے، تمام مہاجرین نے اس کو بخوشی منظور کر لیا[1] - بعد میں انصار نے اپنے کھیت بٹائی پر دینا شروع کیے تو عموماً تمام مہاجرین نے زراعت کو اپنا پیشہ بنا لیا، صحیح بخاری میں ہے :-

مابالمدینۃ اھل بیت ھجرۃ الا	مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو
یزرعون علی الثلث والربع	تہائی یا چوتھائی پیداوار پر کھیتی نہ کرتا ہو،

حضرت علیؓ، حضرت سعد بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ اسی طرح کھیتی کرتے تھے[2]،

لیکن صحابہ کرام کی معاش صرف زراعت و تجارت ہی پر موقوف نہ تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو کسبِ حلال کی توفیق عطا فرمائی تھی، اس لیے جس پیشے سے رزقِ طیّب حاصل ہو سکتا تھا، اس کے اختیار کر لینے میں ان کو کسی قسم کا ننگ و عار نہ تھا، خود حضرت سودہؓ طائف کا ادیم بناتی تھیں اور اس کی وجہ سے ان کی مالی حالت تمام ازواجِ مطہرات سے بہتر تھی[3]،

حضرت سلمان فارسیؓ اگرچہ مدائن کے گورنر تھے، تاہم چٹائی بُن کر وجہِ معاش پیدا کرتے تھے[4]،

---

[1] بخاری ابواب الحرث والمزارعۃ باب اذا قال اکفنی مؤنۃ النخل [2] صحیح بخاری ابواب الحرث والمزارعۃ بالشطر ونحوہ [3] اسدالغابہ تذکرہ خلیفہؓ [4] استیعاب تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ،

بعض صحابہ محنت مزدوری پر اپنی اوقات بسر کرتے تھے، ایک صحابی نے آپ سے مصافحہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمھارے ہاتھ مین نشان کیسے ہین؟ بولے "پتھر پر پھاوڑا چلاتا ہون، اور اس سے اپنے اہل وعیال کے لیے روزی پیدا کرتا ہون" آپ نے اُن کے ہاتھ چوم لیئے[1]،

بعض صحابہ شہد کی مکھیون کی نگہداشت کرتے تھے، اور اُن سے شہد پیدا کرتے تھے، چنانچہ ایک صحابی نے ایک جنگل رسول اللہ صلعم سے اپنے لیے مخصوص کرالیا تھا اس سے شہد پیدا کرتے تھے اور اس کی زکوٰۃ ادا کرتے تھے، یہ جنگل حضرت عمرؓ کے عہد خلافت تک اُن کے قبضے مین رہا، ایک قبیلے کیلیے آپنے اسی قسم کے دو جنگل مخصوص کردیئے تھے، اور وہ اس کی زکوٰۃ دیتے تھے[2]،

[1] اسد الغابہ تذکرۂ سعد الانصاریؓ [2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ العسل،

مصنف کی دو نئی کتابین

اقبال کامل

ڈاکٹر اقبال کے فلسفہ و شاعری پر اگرچہ بکثرت مضامین، رسالے اور کتابین لکھی گئین، لیکن ان سے انکی بلند پایہ شخصیت واضح اور مکمل طور پر نمایان نہ ہو سکی، یہ کتاب اس کمی کو پورا کرنے کیلئے لکھی گئی ہے، اسمین انکے مفصل سوانح حیات کے علاوہ اُن کے فلسفیانہ اور شاعرانہ کارنامون کے اہم پہلوؤن کی تفصیل کی گئی ہے، اور سوانح حیات کے بعد پہلے ان کی اردو شاعری پھر فارسی شاعری پر ان کے بہترین اشعار کے انتخاب کے ساتھ مفصل تبصرہ کیا گیا ہے، اور ان کے کلام کی تمام ادبی خوبیان دکھلائی گئی ہین، پھر ان کی شاعری کے اہم موضوعون یعنی فلسفہ خودی، فلسفہ بیخودی، نظریۂ ملّت، تعلیم، سیاست، صنف لطیف (یعنی عورت) فنون لطیفہ اور نظام اخلاق وغیرہ کی تشریح کی گئی ہے،

قیمت: سے

(مرتبہ عبدالسلام ندوی)

"مینیجر"

امام رازی

امام فخرالدین رازی اپنی جامعیت اور کمال علم وفن کے لحاظ سے اسکے مستحق تھے کہ جسطرح امام غزالی کے حالات مین کتاب لکھی گئی ہے اسیطرح انکے حالات مین بھی ایک مستقل کتاب لکھی جائے، یون تو امام صاحب نے تقریباً تمام علوم و فنون کے متعلق کتابین لکھین لیکن انکا اصلی سرمایۂ ناز صرف فلسفہ وعلم کلام تھا، اسلیے اس کتاب مین ان ہی دونون علوم کے متعلق انکے خیالات و نظریات سے بحث کیگئی ہے، انکی تصنیفات مین سب سے زیادہ جامع تفسیر کبیر ہے جسمین انھون نے عقائد وعلم کلام کے متعلق بہت سے ایسے مسائل جمع کردیے ہین جو علم کلام کی اور کتابون مین نہین پائے جاتے، جنپر تفصیل سے نظر ڈالی گئی ہے، اسلیے جو لوگ قرآن مجید پر خالص فلسفیانہ حیثیت سے غور وفکر کرنا چاہتے ہین ان کے لیے یہ کتاب مشعل ہدایت کا کام دیسکتی ہے، اسمین شروع مین امام صاحب کے سوانح وحالات ہین، اسکے بعد انکی تصنیفات کی تفصیل کیساتھ فلسفہ وعلم کلام اور تفسیر کے اہم مسائل کے متعلق انکے نظریات وخیالات کی تشریح ہے، قیمت: سے

"مینیجر"

(طابع وناشر صدیق احمد)